

# مشق اللغات

بکتاب

قلب الارشاد حضرت مولانا شاہ بریلوی (م ۱۳۱۱ھ)  
قلب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راجپوتی (م ۱۳۳۴ھ)  
قلب الارشاد حضرت مولانا سلیمان گنگوہی (م ۱۳۱۳ھ)

تالیف

سید احمد شہید اکادیمی

ناشر

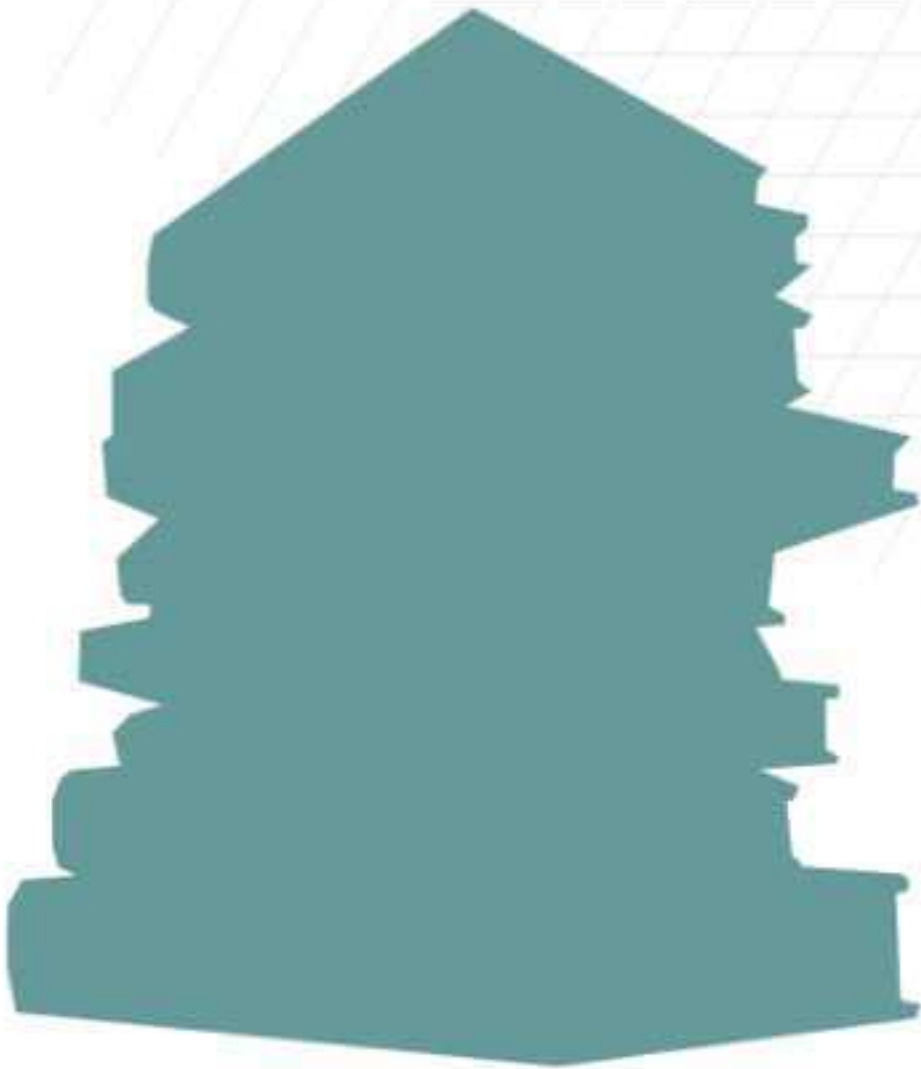
سید احمد شہید اکادیمی

قیامت کراچی ۱۹۹۸ء



**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi  
Preserved in Punjab University Library.**

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ  
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ





130605

اشاعت اول

رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ

نومبر ۲۰۰۳ء

نام کتاب : شعر الفراق

تالیف : سید نفیس الحسنی

مطبع : اولپیا آرٹ پریس لاہور

ناشر : سید احمد شہید اکادمی

کریم پارک لاہور

قیمت :



# شہرِ لہذا



بیاد

- قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی قدس سرہ (م ۱۳۲۳ھ)  
 قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راپوری قدس سرہ (م ۱۳۲۶ھ)  
 قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر راپوری قدس سرہ (م ۱۳۸۲ھ)

تالیف : انیس حسینی

ناشر

سید احمد شہید گیلانی

لاہور ○ پاکستان



# انتساب

بنام شاہد نازک خیالان  
عزیز خاطر آشفۃ حالان

قطب العالم علی حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم راپوری قدس سرہ کے نواسہ حقیقی اور  
قطب الارشاد حضرت مرشدنا و مولانا شاہ عبد القادر راپوری قدس سرہ کے جانشین  
حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب راپوری دامت برکاتہم کے نام

احقر نفیس الحسینی

۱۰ شعر الفراق کی ترتیب حضرت کی زندگی میں ہوئی۔



# فہرست

۳	انتخاب
۵	فہرست مضامین
۷	حرفِ نفیس
۸	تحمین
۱۱	تقریر
۱۵	رباعی مولانا گرامی
۱۶	قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
۲۶	یادیاں
۲۷	برمزار قطب الارشاد
۳۰	قطبین
۳۰	حضرت مولانا (شاہ عبدالرحیم) راسپوری <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
۷۱	سلسلہ طریقت
۷۵	تذکرہ قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راسپوری <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> سید نفیس الحسینی
۹۱	شعر الفراق (دمیے) ترتیب سید نفیس الحسینی
۱۰۷	شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> ۹۲
۱۱۵	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> ۱۰۷
۱۲۵	حضرت مولانا اعجاز علی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> ۱۲۲
۱۳۳	حضرت مولانا سراج احمد رشیدی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> ۱۲۴
۱۳۵	حضرت مولانا عبدالاحد گکینوی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> ۱۳۲
۱۳۹	حضرت مولانا قاری محمد طیب <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> ۱۳۷
	حضرت مولانا عتیق الرحمن <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> ۱۳۳
	حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> ۱۰۷
	حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> ۱۱۵
	حضرت مولانا عبدالسمیع <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> ۱۲۵
	حضرت مولانا محمد حسین <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> ۱۳۳
	حضرت مولانا قاری محمد طاہر <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> ۱۳۵
	حضرت مولانا محمد ابراہیم مستطی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> ۱۳۹



۱۳۵	سوانح حضرت مولانا عبدالقادر راتپوری تحریر مولانا ابوالحسن علی ندوی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> تلخیص سید نفیس الحسینی
۱۶۳	راتپور کی حاضری
۱۸۷	راتپور کے شب و روز
۲۰۶	باطنی کیفیات اور نمایاں صفات
۲۶۲	خاموش دینی خدمات
۲۷۷	حضرت کا سیاسی مسلک و ذوق
۲۹۲	آخری سفر حج
۳۰۱	پاکستان کا آخری سفر اور سفر آخرت
۳۲۲	معاصرین کرام
۳۲۲	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
۳۲۸	حضرت مولانا محمد الیاس <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
	حضرت مولانا احمد علی لاہوری <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>

۳۲۶	شعر الفراق "مرثیہ" ترتیب سید نفیس الحسینی
۳۳۸	حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
۳۵۹	حضرت مولانا عبدالنانان دہلوی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> جناب سید مسعود علی آزاد فقیہ پوری <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
۳۶۳	حضرت مولانا انیس الرحمن لدھیانوی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> مولانا جمیل احمد دیوبندی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
۳۶۶	مولانا محمد حسنی ثانی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> جناب مناظر حسین نظر
۳۶۹	جناب محمود احمد عارف <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> جناب طارق مسعود
۳۷۱	جناب غازی سکرو ڈھوی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> حافظ نور محمد انور
	سید نفیس الحسینی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
۳۷۶	اسما خلفاء کرام
۳۷۹	شجرات طریقت



## حرفِ نفیس

پیش نظر کتاب ”شعر الفراق“ کی مسودہ سازی کا کام یوں تو حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہ کی وفات حسرت آیات کے کچھ ہی عرصہ بعد شروع کر دیا گیا تھا۔ لیکن اپنے گونا گوں مشاغل کی وجہ سے تاخیر و تعویق کا سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا۔ بحمد اللہ اب کتاب تکمیل کے مرحلے میں داخل ہو گئی ہے۔

تالیف کتاب کے سلسلے میں سب سے زیادہ موثر ”حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ“ کی توجہ رہی۔ اس کے بعد حضرت مولانا انوار الحسن شیرکوٹی (فاضل دیوبند) رحمہ اللہ کی فیاضی کام آئی۔ کہ انہوں نے ”القاسم“ کے رسائل مہیا فرمائے جن سے قطب عالم ”حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہ“ کے مرثیے نقل کر لیے گئے۔

”حضرت اقدس مرشدنا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ“ کے مرثیے راقم سطور نے مختلف رسائل سے خود فراہم کیے۔ ”شعر الفراق“ دو حصوں پر مشتمل ہے حصہ اول میں ”حضرت مولانا رائے پوری قدس سرہ“ کے عنوان سے حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی رحمہ اللہ کا ایک نہایت جامع مضمون ہے۔ جو ”تذکرۃ الخلیل“ سے لیا گیا ہے۔

حصہ دوم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی تالیف ”سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ“ سے ملحق ہے۔ الغرض گلزار رحیمی سے عقیدت و محبت کے پھول چن چن کر یہ کلدستہ تیار کیا گیا ہے۔

سید نفیس حسین

آغا کتاب میں حضرت اقدس گنگوہی کا ذکر خیر بھی تبرا کاشل ہے

لے تذکرۃ الخلیل کے عنوانات حضرت مولانا عبدالعلیم چشتی نے قائم کئے ہیں



## تحسین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وكفى ا وسلام على عباده الذين اصطفى

ہمارے محترم بزرگ جناب شاہ انور حسین نفیس حسینی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے باغ و بہار طبیعت عطا فرمائی ہے۔ اُن کے قلم سے پھول کھلتے اور زبان سے پھول جھڑتے ہیں، اُن کی بے مثال خطاطی بلاشبہ ملک بھر کے لیے مایہ افتخار ہے اور اُس نے علم و ادب کی قلمرو میں ہزار ہا گلزار مہکائے ہیں لیکن اُن کے قلب پر گداز میں اکابر اولیاء اللہ کی شگفتہ یادوں کا جو جہان آباد ہے وہ اُن کی خطاطی سے زیادہ حسین، دلکش اور پر بہار ہے اور جب میں اُن کے قلم سے نکلے ہوئے حسین ظاہر کا مقابلہ اس حسین باطن کے ساتھ کرتا ہوں جو اُن کے دل میں فروکش ہے تو بے ساختہ غالب کا یہ شعر یاد آتا ہے کہ ۷

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں

خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

کچھ عرصے سے شاہ نفیس صاحب کو اللہ تعالیٰ نے چھپے ہوئے خزانے منظر عام پر لانے کی خاص توفیق مرحمت فرمائی ہے، انہوں نے مکاتیب سید احمد شہیدؒ جیسے انمول

۷ فوزند ارجمند حضرت مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی قدس سرہ

مدیر ماہنامہ ابلاغ کراچی — رکن اسلامی نظر تاتی کونسل پاکستان



سرمائے کو شائع کر کے اُمت پر احسان کیا ہے اور زیر نظر کتاب کو بھی اسی وقت نفع رسانی کا ایک ثمرہ شیریں کہا جاسکتا ہے۔

اس آخری دور میں دو آہنگ گنگ و حمن سے علم و فضل، تدین و تقویٰ اور دعوت و جہاد کے میدان میں جو رشک ملائکہ شخصیتیں نمودار ہوئیں، انہیں بلاشبہ قرونِ اولیٰ کی تصویر کہا جاسکتا ہے۔ انہی نفوسِ قدسیہ میں حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب راپوری قدس سرہ کی مبارک شخصیت ہے جو قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کے اجل خلفاء میں سے ہیں اور جن کے فیضِ نظر سے آئے پور جیسی بستی دیوبند، تھانہ بھون اور گنگوہ کی صف میں شمار ہونے لگی اور وہاں سے رُشد و ہدایت کے وہ چشمے جاری ہوئے جنہوں نے ایک عالم کو سیراب کیا۔

حضرت راپوری قدس سرہ حضرت شیخ الہند کے جہادِ غریمیت میں بھی نہ صرف اُن کے دست و بازو رہے بلکہ اسارتِ مالٹا کے دوران تحریک کی قیادت کے فریض بھی آپ ہی نے انجام دیے اور جب حضرت کی اسارتِ مالٹا ہی کے دوران آپ کی وفات ہوئی تو یہ تمام اکابرِ علمائے دیوبند کے لیے مختلف جہات سے انتہائی رُوح فرسا سا نوحہ تھا چنانچہ اس موقع پر بیشتر اکابر نے اپنے جذبات کا اظہار عربی، فارسی اور اردو کے مرثیٰ کی شکل میں فرمایا۔

یہ مرثیٰ نہ صرف اپنے سوز و گداز اور حضرت راپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ عقیدت و محبت کے جذبات کے لحاظ سے، بلکہ اپنی ادبی قدر و قیمت کے لحاظ سے بھی یادگار کی حیثیت رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ جناب شاہِ نفیس صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے ان نادر مرثیٰ کو محنت سے یکجا فرما کر شائع فرمایا، اور اس کے ساتھ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب راپوری قدس سرہ کے مرثیٰ کو بھی شامل فرمایا۔



ان مرثی میں سے بعض ایسے حضرات کے کہے ہوئے ہیں جن کے بارے میں عموماً یہ ذہن میں بھی نہیں آتا، کہ شعر گوئی سے ان کا کوئی تعلق رہا ہوگا، لیکن انھیں پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات جس میدان میں جا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو کمال عطا فرمایا ہے۔  
حضرت شیخ الحداد کے مذاق شعر کا تو پہلے بھی اندازہ تھا لیکن حضرت علامہ عثمانی قدس سرہ کا مرثیہ پڑھ کر پہلی بار یہ معلوم ہوا کہ اس صنف میں بھی حضرت کو اللہ نے یہ مقام عطا فرمایا تھا۔ اسی طرح حضرت مولانا عبد السمیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے ان اساتذہ میں سے ہیں جو باہر کی دنیا میں زیادہ مشہور نہ ہو سکے اور ساری عمر درس و تدریس میں گزری لیکن ان کے مرثیے پڑھ کر یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ یہ ایسے کے کلام کا کوئی حصہ ہے۔

حضرت شاہ نفیس صاحب مدظلہم نے مرثی کے شروع میں حضرت رائے پوری قدس سرہ کی حیات طیبہ کے بارے میں بڑا مفید، اثر انگیز اور مصلوات آفرین مقالہ تحریر فرمایا ہے۔  
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مبارک مجموعے کو شرف قبولیت اور اس کے مرتب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کو ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین

خاکپائے بزرگان

محمد تقی عثمانی

خادم طلبہ دارالعلوم کراچی

لاہور

۲۹، ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ





جناب پروفیسر محمد اسلم صاحب  
شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور

## تقریظ

برصغیر پاک و ہند میں انگریزوں کا عہد نامہ سعودیہ لکھنؤ سے بدترین دور تھا۔ اس سرزمین پر ان کے سبز قدم پڑتے ہی مسلمانوں کا سیاسی، معاشی، دینی اور اخلاقی انحطاط شروع ہو گیا۔ لارڈ میکالے جیسے شاطر انگریز نے مسلمانوں کا صدیوں کا آزمودہ نظام تعلیم و تربیت بیک جنبش قلم ختم کر دیا اور اس کی جگہ سیکولر پیپر کے ڈرامے اور کنسن کے ناول نصاب تعلیم میں شامل کر دیئے جنہیں پڑھ کر لڑکے باپ کو "خبطی" سمجھنے لگے۔ انگریزی تعلیم سے بزرگوں کا احترام دلوں سے اٹھ گیا اور دین کے جذبات سرد پڑ گئے، ملک تو ہاتھ سے گیا ہی تھا اب دین کے بھی لالے پڑ گئے۔

ان نامساعد حالات میں تھانہ بھون کے ایک مردِ حق، شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ مہاجر کی نور اللہ مرقدہ نے اسلام اور مسلمانوں کے چند غمخوار علماء کو دینِ برحق کو انگریزوں سے بچانے کے لیے مامور کیا۔ ان عالموں میں سے مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی جہاں سے ایک بڑی تعداد میں جتید عالم فارغ التحصیل ہو کر نیکے جنھوں نے ہر محاذ پر انگریزوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آج برصغیر پاک و ہند میں کوئی چھوٹے سے چھوٹا گاؤں بھی ایسا نہیں ملے گا، جہاں اس



دارالعلوم کافارغ تحصیل عالم خدا اور اُس کے رسول کا پیغام لے کر نہ پہنچا ہو۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ برصغیر میں روحانیت کے ایک قدیم مرکز گنگوہ شریف میں مسندِ رشد و ہدایت پر تشریف فرما ہوئے اور نصف صدی تک مخلوق کو اُن کے خالق سے ملانے کا واسطہ بنے رہے۔ حضرت کے خلفاء میں سے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راسپوری، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہم اللہ تعالیٰ خاص طور پر مشہور ہیں۔

حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت مولانا نانوتوی کی مجلس فیض آثار میں تربیت پانے والے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے طالب علم تھے انھوں نے برصغیر پاک و ہند کے عوام و خواص میں آزادی وطن کی لہر دوڑادی۔ وہ ریشمی و مال تحریک کے قائد و امیر تھے۔ انگریزوں نے کئی برس تک بحیرہ روم کے جزیرہ مالٹا میں انھیں قید رکھا۔ خلافت کی عدیم المثال تحریک میں بھی حضرت شیخ الہند ہی کی روح کار فرما تھی۔ مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی اور ڈاکٹر انصاری نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعتِ جہاد کر رکھی تھی۔ مولانا ابوالکلام آزاد اور حکیم اجمل خاں بھی آپ کے متبعین میں شامل تھے۔ حضرت شیخ الہند کے باکمال تلامذہ میں ختم المحدثین مولانا محمد انور شاہ کشمیری، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی، فقیہ الامت مولانا کفایت اللہ دہلوی اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی جیسے ماہرین و زکا گزرے ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے تھانہ بھون کی خانقاہ امدادیہ کو قال اللہ اور قال الرسول کے ساتھ آباد رکھا اور ایک ہزار کے لگ بھگ کتابیں اور رسالے لکھ کر مسلمانوں کو گمراہی کے گڑھے میں گرنے سے بچایا۔ اُن کے خلفائے ملک کے طول و عرض میں حال و قال کی مخلصی



جاری کر کے خونِ مسلم کو گرایا۔

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نے شیخ الہند کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے آزادیِ وطن کی جدوجہد میں مجاہدانہ اور سرفروشانہ کردار ادا کیا۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی نے طبقہ علماء میں سب سے بڑھ کر تحریکِ پاکستان میں حصہ لیا اور اسے کامیابی سے ہمکنار کیا۔

حضرت شاہ عبدالرحیم راپوری قدس سرہ کا شمار اُمتِ مرحومہ کے محسنین اور مصلحین میں ہوتا ہے۔ اُن کے دمِ قدم کی برکت سے راپور ایک عظیم روحانی مرکز بنا اور ان کی کششِ عالمِ اسلام سے اصحابِ علم و عرفان کو راپور کھینچ لائی۔ مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، جن کے بارے میں علامہ اقبال کی یہ رائے تھی کہ گزشتہ پانچ صدیوں میں اُن جیسا عالم دین پیدا نہیں ہوا۔ حضرت راپوری کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ اُن میں حضرت معروف کرخی جیسی صفات، حاتم طائی جیسی سخاوت اور سلمان فارسی جیسی سلامت روی پائی جاتی تھی۔ شاہ صاحب بصد حسرت فرماتے ہیں کہ شاہ عبدالرحیم کے انتقال کے بعد اب ایسی ہستی کہاں دیکھنے کو ملے گی

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

خالق کون و مکان نے وہ سانچے ہی توڑ دیئے ہیں جن میں شیخ العرب و العجم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، قاسم العلوم مولانا محمد قاسم نانوتوی، جنید وقت مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ لہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی، شبلی دوراں مولانا شاہ عبدالرحیم راپوری اور شیخ العالم مولانا شاہ عبدالقادر راپوری جیسے صدق و صفا کے پیکر ڈھلے تھے۔ اس دور میں نیل کے ساحل سے لے کر بانجاک کا شغز ان بزرگوں کی نظیر تو کجا، ان کی پرچھائیں بھی نظر نہیں آتی۔

قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالرحیم راپوری کا ساتھ ارتحال اصحابِ قلب و نظر



کے لیے قیامتِ صغریٰ سے کم نہ تھا۔ اس عہد کے جید علماء اور نامور فضلاء نے جس درود و کرب سے ان کے مرثیے لکھے ہیں انھیں پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ علمی اور روحانی حلقوں میں ان کی کتنی قدر و منزلت تھی۔ ان مرثیوں میں بڑے صغیر کے جید علماء اور نامور شیوخ کے ٹوٹے ہوئے دلوں کی دھڑکنیں سنائی دیتی ہیں۔

زیر نظر مجموعہ ”شعر الفراق“ میں جنید وقت عبد الرحیم رائپوری قدس سرہ اور ان کے جانشین شبلی دوران حضرت عبدالقادر رائپوری نور اللہ مرقدہ کے مرثیے شامل ہیں۔ بڑے صغیر کے نامور علماء اور ان حضرات کے دامنِ ارادت سے وابستہ اصحابِ قلب و نظر نے ان کے جو مرثیے لکھے ہیں وہ ہمارے دینی ادب کا ایک قابلِ قدر حصہ ہیں اور انھیں پڑھ کر ان بزرگوں کی محبت دلوں میں جاگزیں ہوتی ہے۔ یہ مرثیے انیس و دہر کے عاثری کی طرح زندہ دلوں کو مردہ نہیں کرتے بلکہ خوابیدہ دلوں کو بیدار کر کے ان میں عمل و ایقان کی قوت پیدا کرتے ہیں۔

آخر میں، میں جناب سید انور حسین نفیس رقم زید مجذہ کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے مجھے اکابر اہل سنت کے اس مجموعہ مرثی پر تقریظ لکھنے کا شرف بخشا، میں شاعر نہیں ہوں ورنہ ان بزرگوں کی خدمت میں عقیدت کے منظوم پھول پیش کرتا، تاہم سید صاحب نے میرے ہاتھ میں سونٹ کی انٹی دے کر مجھے یوسفؑ کے خریداروں میں شامل کر دیا ہے۔ کیا عجب کہ ان بزرگوں سے محبت اور عقیدت ہی میرے لیے توشہ آخرت بن جائے۔

”شعر الفراق“ کے ناشر بھی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ ان کی سعی و کاوش سے یہ

کبریٰ احمد ہم تک پہنچ رہی ہے۔ واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین

نگاہ اسلاف

ندوة المصنفین۔ لاہور

محمد اسلم

۲۲ جمادی الاول ۱۳۹۸ھ







# قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی مدنی

(التوقیٰ ۱۳۲۳ھ)

تحریر: سید نعیم حسین

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ۶ ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۲۹ء بروز پیر چاشت کے وقت رونق افروز عالم ہوئے۔

آپ میزبانِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کی دادی صاحبہ کانسبی سلسلہ قطب عالم حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ نہایت پارسا، عابدہ و زاہدہ تھیں۔ آپ کے والد ماجد بزرگوار حضرت مولانا ہدایت احمد رحمۃ اللہ علیہ نہایت متقی عالم تھے۔ انھوں نے حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے علماء سے تعلیم حاصل کی تھی۔ روحانی تربیت انھوں نے بڑے خواجگان نقشبندیہ حضرت شاہ غلام علی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (التوقیٰ ۱۲۴۰ھ) سے پائی اور سلسلہ طریقت میں مجاز ہوئے۔

حضرت اقدس گنگوہی کی عمر مبارک ابھی صرف سال کی تھی کہ والد ماجد نے رحلت فرمائی والدہ ماجدہ کی تربیت اور جذبہ بزرگوار کی سرپرستی میں آپ پر دان چڑھے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے مختلف اساتذہ سے پائی۔ ۱۲۶۱ھ میں آپ کو علم دین کا شوق دہلی لے گیا۔



استاذ العلماء مولانا مملوک العلی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہیں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ (م ۱۲۹۶) بھی زیر تعلیم تھے۔ گویا قرآن السعدین ہو گیا۔ دونوں ساتھی میرزا بہت قاضی، صدر، شمس بازہ وغیرہ کتب ایسے پڑھتے تھے جیسے حافظ منزل سنا رہے۔

حضرت مولانا مملوک العلی کے علاوہ آپ نے بعض علوم عقلیہ حضرت مولانا مفتی صد الدین آزرہ (م ۱۲۸۵) سے بھی پڑھے۔ قاضی احمد دین قدس سرہ پنجابی بھی آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔ حدیث پاک میں صحاح ستہ کی کل کتابیں حرفاً حرفاً قدوة العلماء حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی مہاجر مدنی (م ۱۲۹۵) سے پڑھیں۔ حضرت اقدس گنگوہی و حضرت اقدس نانوتوی قدس سرہ اپنی ذہانت و ذکاوت اور غایت ادب کی وجہ سے اساتذہ کرام کی خصوصی عنایت کے مورد رہے۔

حضرت شاہ احمد سعید صاحب قدس سرہ سے بھی آپ کو شرف تلمذ حاصل رہا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد اکیس برس کی عمر میں آپ کے بڑے ماموں مولانا محمد نعیمی کی صاحبزادی خدیجہ خاتون سے آپ کا نکاح ہوا۔ انھیں دنوں میں آپ نے حفظ قرآن شروع کیا۔ آخر کار اس دولت لازوال سے مالا مال ہوئے۔

خدا طلبی اور معرفت خداوندی کا شوق ازل سے آپ کے قلب مبارک میں ودیعت تھا۔ چنانچہ تحصیل علم اور نکاح کے بعد اب مُرشدِ کامل کی تلاش ہوئی۔ حضرت حجۃ الاسلام نانوتوی اور قطب الارشاد گنگوہی قدس سرہ ————— دونوں قطب الاقطاب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ (م ۱۳۱۶) کے دامن فیض سے وابستہ ہوئے۔



اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے حضرت گنگوہی کو بیعت ہونے کے آٹھ ہی روز بعد بشارت غیبی کی بند پر فرمایا: "میاں مولوی رشید احمد جو نعمت حق تعالیٰ نے مجھے دی ہے، وہ آپ کو دے دی، آئندہ اس کو بڑھانا آپ کا کام ہے: حضرت قطب الارشاد گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ "میں اس وقت بہت ہی متعجب ہوا کہ حضرت کیا فرماتے ہیں وہ کون سی چیز ہے جو اعلیٰ حضرت کو حق تعالیٰ نے دی تھی اور مجھے عطا ہوئی۔ آخر چند برس کے بعد معلوم ہوا کہ کیا تھا:

حضرت قطب الارشاد گنگوہی علم و عمل میں حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے مسلک و سناج پر تھے۔ جہاد فی سبیل اللہ خانوادہ ذلی الہی کا طفرائے اعیان رہا ہے۔ ہندوستان میں سب سے پہلے سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے حکومت برطانیہ کے خلاف آواز بلند کی۔ انہوں نے فتویٰ دیا کہ "انگریزی اقتدار کے باعث ہندوستان اب دارالاسلام نہیں بلکہ دارالکرب ہے" لے

لے حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کے اس فتویٰ ہندوستان دارالکرب ہے" کی تائید ملتا رہا۔ اس کے نتیجے میں حضرت سید احمد شہید کی تحریک مجددین اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی وجود میں آئی۔ انگریزوں کے بعض وفاداروں نے بعد میں شاہ صاحب کے اس فتویٰ کے خلاف ہندوستان کو دارالاسلام قرار دینے کی مذموم کوشش کی اور حکومت برطانیہ کا اعتماد حاصل کر کے سرکاری وظائف کے سٹیٹس کے لئے مولوی احمد رضا خاں برہوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے ۱۳۶۶ھ میں لکھنؤ میں "اسلام دارالاسلام ہندوستان" دارالاسلام تصنیف کیا جو مطبع اہل سنت و جماعت بریلی واقع آستانہ عالیہ رضویہ میں خان صاحب مذکور کے خلیفہ کبیر مولوی محمد ابراہیم رضا خاں صاحب کے اہتمام سے طبع ہو کر ہندوستان بھر میں تقسیم ہوا۔ اس وقت کیا گیا جب برصغیر پاک و ہند میں انگریزوں کے خلاف آزادی کی تحریک زور میں تھی۔ فاشو



اسی بنیاد پر امام الجاہدین حضرت سید احمد شہید لور حضرت شاد سہیل شہید رحمان اللہ (م  
 ۱۲۲۶ھ) نے تحریک جہاد چلائی۔ اور بالآخر بالاکوٹ کی سرزمین میں شہادتِ عظمیٰ کی سعادت  
 حاصل کی۔ اس کے چند ہی سال بعد، ۱۸۵۷ء میں پورے ہندوستان میں انگریز کے خلاف جگہ  
 جنگ آزادی شروع ہوئی۔

حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہ نے اس میں بھرپور حصہ لیا۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت حاجی ماجد اللہ  
 صاحب کی کمان میں تھانہ بھون کو دارالاسلام قرار دے کر اعلانِ جہاد کر دیا گیا۔  
 بچہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی سپہ سالار اور قطب اللہ شاد حضرت مولانا  
 رشید احمد گنگوہی قاضی مقرر ہوئے۔ شاملی کے میدان میں گھمان کی جنگ ہوئی۔ اول اول  
 لشکر اسلام غالب رہا۔ انگریزی فوج کو سخت ہزیمت اٹھانی پڑی۔ آخر میں جدید اسلحہ سے  
 ایس انگریزی فوج کامیاب ہو گئی۔ حضرت حافظ ضامن صاحب نے اسی جنگ میں شہادت  
 سے سرخروئی حاصل کی۔

اعلیٰ حضرت حاجی صاحب، حضرت گنگوہی، اور حضرت نانوتوی کے وارنٹ گرفتاری  
 جاری ہوئے، تینوں روپوش ہو گئے۔ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نے ایک حافی اشکے  
 کی بنا پر حجاز مقدس کو ہجرت کی۔

حضرت اقدس گنگوہی گرفتار ہوئے۔ اول تین چار یوم کال کوٹھڑی میں اور پھر بندرہ  
 روز جیل خانے میں رہے۔ تحقیقات اور پیشی پر پیشی ہوتی رہی۔ آخر حکم ہوا کہ واقعہ تھانہ  
 بھون کا ہے۔ اس لیے مقدمہ منظر نگر منتقل کیا جائے۔ چنانچہ حضرت اقدس گنگوہی رحمہ اللہ علیہ  
 سنگی تلواروں کے پیرے میں دیوبند کے راستے دوڑاؤ کر کے پایادہ منظر نگر لائے گئے اور  
 منظر نگر جیل میں بند کر دیے گئے۔ دیوبند کے قریب سے جب حضرت گنگوہی گزرے تو



حضرت نالوتومی مقررہ راستے سے کچھ ہٹ کر بغرض ملاقات پہلے آکھڑے ہوئے تھے، گو خود ان کے بھی وارنٹ جاری تھے اور روپوشی کا زمانہ تھا، بتیابی شوق میں دُور سے سلام ہوئے، ایک دُورے کو دیکھا اور سکرانے۔

منظرفنگر کی جیل میں آپ تقریباً چھ ماہ رہے۔ اس زمانہ میں آپ کے عزم و استقلال اور ثبات قدم میں کسی قسم کی لغزش نہیں آئی۔ ابتداء سے انتہا تک ایک وقت کی نماز بھی فوت نہیں ہوئی۔ حالات کے دُورے قیدی آپ کے معتقد ہو گئے۔ ان میں بہت سے آپ کے مُرید ہوئے۔ جیل میں باجماعت نماز ادا کرتے۔ وعظ و پند و نصیحت کے ساتھ قرآن مجید کا ترجمہ لوگوں کو سناتے۔ جب کچھری کے رُوبرُو پیش ہوتے تو جو دریافت کیا جاتا ہے تکلف اس کا جواب دیتے۔ آپ نے رخصت کے بجائے عزیمت کا راستہ اختیار کیا۔ جو بات کبھی سچ بھی اور جس بات کا جواب دیا صاف صاف دیا۔ پوچھا گیا کہ تم نے سرکار کے مقابلے میں ہتھیار اٹھائے۔ تم نے مفسدوں کا ساتھ دیا، آپ نے ٹھیک ٹھیک جواب دیے، کبھی حاکم دھمکاتا کہ ہم تم کو پوری سزا دیں گے۔ آپ فرماتے، کیا مضائقہ ہے۔ بالآخر چھپے مہنے جیل میں رہنے کے بعد آپ رہا کر دیے گئے لیکن سی آئی ڈی کا پہرہ آپ پر لگا دیا جو حلت کے ساتھ ہی ختم ہوا۔

آپ نے تین مرتبہ زیارتِ حرمین شریفین کا شرف حاصل کیا اور اپنے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت مہاجر مکی کی خدمت میں فیوض و برکات حاصل کیے۔

۱۲۸۰ھ میں پہلے سفر حج ہوا۔ آپ کا قیام حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں دو سال

رہا۔ دوسرے سفر حج ۱۲۹۲ھ میں کیا۔ حضرت اقدس نالوتومی بھی شریک قافلہ تھے۔ ۱۲۹۵ھ

میں واپسی ہوئی۔ ۱۲۹۹ھ میں شورشِ شوق و محبت نے پھر سفر پر مجبور کیا۔



حضرت اقدس گنگوہیؒ کی ذات جلال و جمال نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا نمونہ تھی۔ آپ کی خانقاہ شریعت و طریقت کی جامع تھی۔ جہاں ایک طرف صوفیاء کی جماعت ذکر اللہ میں مشغول رہتی تھی تو دوسری جانب طالبان علوم نبوی کے حلقے میں لیل و نهار قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں بلند ہوتی تھیں۔

سینکڑوں ہزاروں علمائے نے آپ سے علم حدیث نبوی حاصل کیا اور ہزاروں لاکھوں بندگان خدا تزکیہ و تصفیہ قلوب کی نعمت سے بہرہ ور ہوئے۔ گنگوہ شریف میں قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کی خانقاہ مبارک کو آپ نے از سر نو رونق بخشی۔ آپ کا وجود مبارک کتاب سنت کی اشاعت کے لیے وقف تھا۔ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور کے آپ تاحیات سرپرست رہے۔

معاصر علماء ربانی اور مشائخ باصفا آپ کے مقبول بارگاہ خداوندی ہونے پر کینہ بان تھے لیکن کچھ بندگان ہوا و ہوس نے حضرت کی مخالفت میں اپنا نامہ اعمال سیاہ کیا۔ ظ  
اس زمانے میں بنے محرم ازل کی یہ شناخت  
یعنی جو معتقد حضرت مولانا نہیں  
اعلیٰ حضرت حاجی صاحب جان و دل سے حضرت اقدس گنگوہیؒ کے کمالات پر فدا  
تھے۔ "صیبا القلوب" میں اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نے جن الفاظ میں ان کا ذکر فرمایا ہے وہ  
ایک سند اعزاز اور تاریخی دستاویز ہے، فرماتے ہیں:

"ہر کس کہ ازین فقیر محبت و عقیدت و ارادت دارد مولوی رشید احمد  
صاحب سلمہ و مولوی محمد قاسم سلمہ را کہ جامع جمیع کمالات علوم ظاہری و باطنی  
اند بجائے من راقم اوراق بلکہ بدارج فوق از من شمارند، اگرچہ بظاہر معاملہ برعکس



شد کہ اوشان بجائے من و من بمقام اوشان شدم و صحبت اوشان اغنیمت  
 دانند کہ این چنین کساں دریں زماں نایاب اند و از خدمت بابرکت ایشان  
 فیض یاب بودہ باشند و طریق سلوک کہ دریں رسالہ (صیاد القلوب) نوشتہ شد  
 در نظرشان تحصیل نمایند۔ انشاء اللہ تعالیٰ بے بہرہ نخواہند ماند۔ اللہ تعالیٰ در عمر  
 شان برکت دہا و از تمامی نعماء عرفانی و کمالات قربت خود مشرف گرداناد و  
 بر اتبات عالیات رساناد و از نور ہدایت شان علم را نمود گرداناد و تاقیامت  
 فیض اوشان جاری داراد و بکرمۃ لہنسی و آلہ الامجاد۔

” فیصلہ ہفت مسئلہ“ کے آخر میں اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ عامۃ المسلمین اور خصوصاً  
 اپنے متوسلین کو ارشاد فرماتے ہیں :

” اہل اللہ کی صحبت اختیار کریں خصوصاً عزیز بنی جناب مولوی رشید احمد  
 صاحب کے وجود بابرکت کو ہندوستان میں غنیمت کہبری و نعمت عظمیٰ سمجھ کر ان  
 سے فیوض و برکات حاصل کریں کہ مولوی صاحب موصوف جامع کمالات ظاہری و  
 باطنی کے ہیں اور ان کی تحقیقات محض لہمیت کی راہ سے ہیں ہرگز اس میں شبہ  
 نصانیت نہیں۔“

حاسدین و معاندین نے بطائف احمیل اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کو آپ کی  
 نسبت بدگمان کرنے کی ہزار کوشش کی لیکن حاجی صاحب کے قلب صافی پر اس کی حقیقت  
 منکشف تھی۔ چنانچہ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں :

” بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم از فقیر امداد اللہ عنہ۔“

بخدمت فیض درجت جامع شریعت و طریقت عزیز مولانا مولوی رشید احمد صاحب  
 محدث گنگوہی متع اللہ بطول حیاتیہ و مراعاتہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بکرتب

130605



برکت اسلوب مورخہ چہار دہم رمضان شریف بدست مولوی ممتاز علی صاحب و د  
سرور لایا۔ ممنون و مسرور ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو باہن عنایت و محبت مکرہات دارین  
سے محفوظ رکھ کر کونین میں درجات عالیات قرب و رضا عطا فرمائے۔ مولانا،  
آپ کی تحریر باعث الشرح قلب و موجب جمعیت خاطر فقیر ہے۔ اس لیے آرزو  
ہے کہ ہمیشہ اپنی خیر و عافیت و حالات ظاہر و باطن سے مسرور و متبہج فرماتے رہو  
آپ کے اس خط کے ہر لفظ اور ہر فقرہ سے عجب کیفیت و شیفگی پیدا ہوئی ہے  
اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کر دی

مولانا! صیارات القلوب میں جو کچھ آپ کی نسبت تحریر ہے وہ آپ سے  
نہیں لکھا گیا جیسا القار ہوا ہے ویسا ہی ظاہر کر دیا گیا ہے۔ پس بد بیہیات کو نہ  
ماننا اور اپنے ذریعہ نجات و وسیلہ فلاح دارین سے علیحدگی کرنا سخت جہالت و  
محرومی و ادبار ہے۔ خارج کرنا چہ معنی؟ فقیر تو تم علماء و صلحاء کی جماعت میں اپنا  
داخل ہو جانا موجب فخر دارین و ذریعہ نجات و وسیلہ فلاح کونین یقین کرتا ہے  
اور اللہ تعالیٰ سے بھی یہی دعا ہے کہ تم صالحین کی محبت میں جلاوے یا مارے۔ وہ  
شخص مذہب ہے جو تم مقدس و مقتدائے زمان سے کچھ دل میں کینہ یا سوچ و ظن یا  
بد عقیدگی یا عداوت رکھے۔ فقیر تو آپ کی سب حرکات و سکنات و اقوال و افعال  
کو منتج حسنت و برکات و موافق شریعت و طریقت سمجھتا ہے اور کمال امور میں  
مخلص و صادق یقین کرتا ہے۔ "الح



قطب الاقطاب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کے سلاسل طریقت کو حضرت  
اقدس گنگوہی کے ذریعے سب سے زیادہ فروغ ہوا۔

ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم

”تذکرۃ الرشیدیہ“ کے مطابق آپ کے خلفاء کرام کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں :

- (۱) شیخ السنہ حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی (۲) شیخ المتحدین حضرت مولانا خلیل
- صاحب انہٹوی (۳) قطب عالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راپوری قدس سرہ (۴) خضرہ
- مولانا صدیق احمد صاحب انہٹوی (۵) حضرت مولانا محمد روشن خاں صاحب مراد آبادی (۶)
- حضرت مولانا سید محمد صدیق صاحب مہاجر مدنی (۷) شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد
- مدنی (۸) حضرت مولانا حکیم محمد اسحاق نٹھوری (۹) حضرت مولانا حافظ محمد صالح صاحب کنگوہی
- (۱۰) حضرت مولانا قدرت اللہ مراد آبادی (۱۱) حضرت مولانا عبدالصمد سونی پٹی (۱۲) حضرت
- مولانا حکیم محمد صدیق مراد آبادی (۱۳) حضرت مولانا حافظ محمد حسین بکینوی (۱۴) حضرت مولانا صدیق
- احمد کاندھلوی (۱۵) حضرت حاجی نصیر الحق کاندھلوی (۱۶) حضرت مولانا محمد اکرام گرسائے (۱۷)
- حضرت شیخ عبدالغفور جمپوری (۱۸) حضرت مولانا مخلص الرحمن بنگالی (۱۹) حضرت مولانا رمیض
- احمد بنگالی (۲۰) حضرت مولانا صنیر الدین بنگالی (۲۱) حضرت قاری محمد ابراہیم بنگالی (۲۲)
- حضرت مولانا عبدالباری بنگالی (۲۳) حضرت مولانا عبداللطیف بنگالی (۲۴) حضرت
- مولانا صادق الیقین (۲۵) حضرت مولانا محمد منظر ناتوتوی (۲۶) حضرت مولانا داؤد احمد
- گنگوہی (۲۷) حضرت مولانا قادر علی دہلوی (۲۸) حضرت مولانا عبدالرحمن پوہنی (۲۹) حضرت
- مولانا بہار الدین کابلی (۳۰) حضرت مولانا قاری میث الدین ساڈھوری (۳۱) حضرت مولانا
- حافظ قمر الدین سہارنپوری (۳۲) حضرت مولانا حاجی وارث حسن صاحب



## تصانیف

- (۱) امداد السلوک (ترجمہ رسالہ مکیہ در فارسی بارشاد حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید)۔ (۲)  
 ہدایۃ الشیعۃ (ہادی علی لکھنوی کے دس سوالوں اور ایک اشتہار کا جواب)۔ (۳) زبدۃ المناک  
 (تمام ضروریات حج کا ذخیرہ)۔ (۴) لطائف رشیدیہ (استبصارات متعلقہ آیات قرآنی مع پرہ  
 مروجہ فرائض ہند)۔ (۵) القطوف الدنیہ فی تحقیق الجماعۃ الثانیہ (تکرار جماعت کی  
 کراہت)۔ (۶) ہدایۃ المعتدی فی قرارۃ المقصدی (عدم جواز قرارۃ خلف الامام)۔ (۷)  
 الراءى البنحج فی عدد رکعات التراويح (۲۰ رکعت تراویح کا ثبوت)۔ (۸) اوثق العری فی  
 تحقیق الجموعۃ فی القرئی (رسالہ جمعہ)۔ (۹) رد الطغیان فی اوقاف القرآن۔ (۱۰) فتویٰ  
 ظہر احتیاطی (احتیاط الظہر بعد الجمعہ کی تردید)۔ (۱۱) سبیل الرشاد (حنفیہ و اہلحدیث کے  
 مختلف مسائل میں منصفانہ محاکمہ)۔ (۱۲) فتویٰ میلاد (مع فتویٰ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنویؒ  
 مجالس مولد شریف کے حسن و قبح کا بیان)۔ (۱۳) مکاتیب رشیدیہ۔ (۱۴) فتاویٰ رشیدیہ  
 (۱۵) الشمس اللامعۃ فی کراہۃ الجماعۃ الثانیۃ۔ (۱۶) فیصلۃ الاعلام فی دار الحرب و الاسلام  
 (ہندوستان دار الحرب ہے)

## وفات :

۹ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۰۵ء بروز جمعہ ۸ برس کی عمر میں

آپ نے اس جہان فانی سے رحلت فرمائی۔

حضرت شیخ السنڈ نے "انہ فی الاخذۃ لمن الصالحین" سے اور

حضرت شاہ عبدالرحیم رائپوری قدس سرہ نے "کُنْتَ حَمِيدًا كُنْتَ شَهِيدًا"

سے تاریخ وفات نکال۔

گنگوہ شریف میں مزار مبارک خام حالت میں ہے اور مرجع خلائق ہے۔



# یادِ یاران

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

بازگو از نجد و از یاران نجد تادرو دیوار را آری بوجہ  
 یادِ یاران یار را میمون بود خاصہ کان یلی و این بجنوں بود  
 یہ چند سطور بے سرو پا حضرت قطب العارفین کشف الطالبین مولانا رشید احمد المحدث الفقیہ الصوفی قدس  
 اللہ سرہ السامی کے تذکرہ میں ہیں جو بے غرض و تامل اس ناکارہ سیہ نامہ کے ذہن میں بے تکلف حاضر ہوا تھا  
 اس کا صرف مَن أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرُهُ ہے اور غایت اس کی طالبِ سبیلِ حق کو ایک نمونہ اہتداء  
 اقتدار کے لیے دکھانا ہے و بس۔ اس لیے اُمید ہے کہ عنوان کی بے ربطی پر التفات نہ فرما کر اصل مَعْنَوْنَ  
 سے منتفع ہونے پر نظر رکھی جاوے گی۔

تذکرہ - سب سے اقل اس نا اہل کو اُس مرکزِ دائرہ ارشاد کی زیارت اُس وقت ہوئی جب میں مدرسہ  
 دیوبند میں پڑھتا تھا اور وہاں حضرت اپنی تشریف آوری سے اہل مدرسہ و اہل شہر کو گاہ گاہ مشرف فرمایا کرتے  
 تھے سن یاد نہیں رہا۔ دیکھنے سے میرے قلب میں جو عقیدت و محبت پیدا ہوئی وہ میرے لیے باعث اس کی  
 ہوئی کہ باوجود حقیقت و غایت بیدار کے سمجھنے کے میں نے بیعت کی درخواست کی چونکہ طبیبِ عاقل کو  
 مریض کی رائے کا اتباع ضروری نہیں بلکہ اگر ایسا کیا جاوے تو مریض کے لیے مضر بھی ہے، اس لیے آپ نے ارشاد  
 فرمایا کہ جب تک علم سے فراغ نہ ہو جاوے اُس وقت تک ایسا خیال و سوسہ شیطانی ہے۔  
 میری سمجھ میں اس جواب کی حقیقت اور عظمت اور حکمت مطلق نہ آئی اور غلط فہمی سے اس کو دفعِ الوقتی  
 محمول کیا لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب حضرت کے اعلیٰ درجہ کی شانِ ارشاد و تربیت کی دلیل ہے  
 تفصیل اس کی یہ ہے کہ شیطان کا اصل مقصود انسان کو مضر پہنچانا ہے اور مضر کچھ معصیت ہی میں منحصر  
 نہیں اگرچہ وہ اعلیٰ درجہ کا مضر ہے لیکن ایک فرد مضر کی یہ بھی ہے کہ کسی طاعت سے اور اُس کے ثواب



سے محروم کر دے گو اس سے کم درجہ طاعت میں مشغول کر دینے ہی سے کیوں نہ ہو پس ضررِ قسمِ اول کا اذراک تو اکثر صلحا، بلکہ عامرہ مسلمین کو بھی ہو جاتا ہے لیکن دوسری قسم کے ضرر کا اذراک کرنا مخصوص ہے محققین بلکہ صدیقین کے ساتھ اسی لیے حدیث میں ہے: **فَقِيهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنَ الْاَعْبَادِ** فقیہ ایسے ہی شخص کو کہتے ہیں جو حقائق و عقلِ خفینہ و دقیقہ کو سمجھ سکے پس شیطان اس طریقہ اغوار کو بڑی گہری نظر کے بعد تجویز کرتا ہے اور واقع میں ہے بھی گہری بات کیونکہ جہاں گناہ کرا سکنے پر قادر ہونے میں کامیابی کی اُمید نہ ہو وہاں نقصِ ثواب ہی کو غنیمت سمجھنا نہایت گہرے درجہ کی عداوت ہے اور یہ فقیہ مہتممِ نورِ وہی سے اس کا اذراک کر کے اس کی قلعی کھول دیتا ہے اور اس کا بنا بنایا منصوبہ ایک دم میں غلط کرتا ہے پس اس پر نہایت درجہ شاق ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ تحصیلِ علوم دینیہ بوجہ اس کے کہ خود بھی انسان کے لیے بہت مواقعِ زلت میں آگے ہدایت ہے۔ و نیز اس وجہ سے کہ اس کا نفع مستحکم بھی ہے لاریب کثرت اور ادنیٰ نوافل و نحوہ سے افضل ہے اور تجربہ سے یہ بات بھی تقریباً متیقن ہے کہ بیعت کے خواص لازماً عادیہ سے ہے کہ اس کے بعد ان امور کی طرف میلان و رغبت کی زیادتی ہوتی ہے اور عقلِ مسئلہ ہے کہ **النَّفْسُ لَا تَسْتَوِجِدُ اِلَى شَيْئَيْنِ فِى اِنْ وَاِجِدِ** پس اس مجموعہ کا لازمی نتیجہ علوم دینیہ سے بے رغبتی ہوتی ہے اور کسی امر کی تکمیل بلا رغبت ہوتی نہیں پس ضرور ایسی حالت میں علم ناقص رہے گا جس پر کبھی تو بوجہ جمل بعض امورِ ضروریہ کے ضررِ اعتقادی یا عملی مرتب ہو جاتا ہے جو ضررِ قسمِ اول ہے اور اقل درجہ طاعتِ عظیم سے حرمان تو ضرور ہی ہوتا ہے جو ضررِ قسمِ دوم ہے اس مضمون کی بعضی مثالیں حضرت قطب الوقت ابن عطار اسکندری نے اپنے رسالہ تنویر میں خوب لکھی اور اسی مضمون میں حضرت عارف سعودی فرماتے ہیں

اے قوم! سچ رفتہ کجائید کجائید معشوق درینجاست بیائید بیائید  
سو اس میں خطاب عام نہیں ہے بلکہ صرف خاص ان کو ہے جن پر حج فرض نہیں اور اس سے زیادہ  
ضروری طاعت اصلاحِ نفس کو چھوڑ کر حج کو جاتے ہیں یہ حقیقت ہے حضرت قدس سرہ کے جواب  
باصواب کی **فَلَيْتَهُ دَرَّةٌ وَ لِلّٰهِ بَرَّةٌ**

مذکورہ۔ جب اس احقر کا گنگوہہ نکاح ہوا غالباً ۱۲۹۸ھ تھا۔ والد صاحب مرحوم کی درخواست  
پر شیخ غلام محی الدین مرحوم بن عالی جناب حافظ عبد الکریم رئیسِ عظیم چھاؤنی میرٹھ کے والد مرحوم ان کی ریاست



میں مختار تھے۔ شادی میں شامل ہونے کے لیے میرٹھ تشریف لائے تھے اور گنگوہ بھی تشریف لے گئے تھے۔ نکاح حضرت قدس اللہ سرہ نے پڑھا تھا۔ جب حضرت مجلس نکاح سے تشریف لے گئے تو شیخ غلام محی الدین صاحب مرحوم بھی ساتھ ہوئے ایک موقع پر خود احقر سے بیان فرمایا کہ میں نے بہت سے بزرگ دیکھے ہٹے بڑے حکام سے ملا اور بات چیت کی، لیکن جو رعب و ہیبت حضرت کی دیکھی، کسی میں نہیں دیکھی یہ حالت تھی کہ بات کرنا چاہتا تھا مگر ہمت نہ پڑتی تھی بڑی مشکل سے اتنی جرأت ہوئی کہ نذر پیش کر سکا یہ شیخ صاحب مردم شناسی و عالی حوصلگی میں مسلم و معروف تھے ان کی یہ شہادت ایک با وقعت شہادت ہے اسی ہیبت کے باب میں کہا ہے۔

ہیبت حق ست و این از خلق نیست انج

مذکورہ۔ حق پرستی کی یہ شان تھی کہ ایک بار میرٹھ حضرت قدس اللہ سرہ کی خدمت میں ایک استفتاء گیا واقعہ یہ تھا کہ حافظ محمد امیر دہلوی مرحوم امام جامع مسجد لال کورٹی میرٹھ نے رمضان کے عشرہ اخیرہ حالت اعتکاف میں میاں بھورے خزانچی کو مٹی جناب شیخ اللہ بخش صاحب کو کچھ زیور نونگہ یا جوش بلوانے کے واسطے دیا وہ مسجد میں وضو کرنے کے ساتھ ان میں ایک الماری میں رکھ کر وضو کرنے لگے، اور وضو کرنے کے اُس کو بھول کر چلے گئے پھر جو آگودیکھا تو نثارو۔ امام صاحب اور خزانچی صاحب میں اختلاف ہوا حضرت کے یہاں سوال بھیجا گیا۔ حضرت نے قاعدہ کلیہ سے جواب تحریر فرمادیا کہ یہ شخص ایسی ہے اور کوئی تعدی انہوں نے امانت میں نہیں کی اس لیے ضمان لازم نہ آوے گا۔ اتفاق سے یہ احقر کانپور جاتا ہوا میرٹھ آترا، ان صاحبوں نے مجھ سے بھی سوال کیا میں نے کتاب نہ ہونے کا عذر کیا اور صرف سوال کی نقل لے کر کانپور چلا گیا اور وہاں مطبوعی میں ایک جزئیہ ملا کہ اگر ایسے رکھ کر بھول کر کھڑا ہو جانے تو یہ نسیان عذر نہیں ہیں نے اس جزئیہ کے موافق جواب لکھ کر بھیج دیا پھر جوان صاحبوں سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے وہ جواب حضرت قدس اللہ سرہ کے ملاحظہ کے لیے بھیجا تھا حضرت نے اس کی تصحیح اور جواب سابق سے رجوع کی تصریح تحریر فرمادی بجان اللہ حق پرستی کی کیا شان تھی۔

مذکورہ۔ میں نے دیوبند میں مولوی ضیاء الحق مرحوم داماد حضرت مولانا رفیع الدین مرحوم مہتمم مدرسہ کے پاس چند سوالات کے جواب حضرت قدس اللہ سرہ کے لکھے ہوئے دیکھے ایک سوال یہ بھی تھا کہ بچہ کو نزع کی تکلیف کیوں ہوتی ہے اس پر حضرت کا یہ جواب لکھا ہوا تھا کہ مجھ کو تحقیق نہیں بخان اللہ دما انا



مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ پر عمل اس کو کہتے ہیں۔

۱۰۰ ذکر ۱۰ - جب والد مرحوم کا ۱۳۰۵ء میں انتقال ہوا میں نے کچھ سوالات متعلقہ جائداد ترکہ کے حجاب کے بارے میں حضرت قدس سرہ کی حضور میں بھیجے اور جلدی جواب ملا فرماتے کہ یہ عرض کر دیا۔ سوال بہت سے تھے اور اتفاق سے اُس وقت حضرت کو آشوبِ چشم کی تکلیف تھی، مگر اللہ سے دین کی خدمت اور احکام کی اشاعت کو اُس حالت میں سب جواب تحریر فرمادے اور اختصاراً جو تہ کی وجہ میں، یہ بھی تحریر فرمایا کہ آشوبِ چشم میں مبتلا ہوں چنانچہ چشم بند کر رہا ہوں اور دین کے لیے ایسے مشقت گوارا کرنا اللہ و رسول کی سچی محبت ہے۔

۱۰۱ ذکر ۱۱ - میں نے اُسے واقعہ کے متعلق یہ رائے بھی لی تھی کہ اگر جائداد نہ رکھوں تو کیسا ہے حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر رکھو رخصت ہے اور اگر نہ رکھو جب بھی حق تعالیٰ روزی سے تم کو کبھی پشیمان نہ کرے گا اور چنانچہ بفضلہ تعالیٰ اب تک جس آرام سے یہ تالاق بسر کر رہے ہیں ہرگز اس لائق دستاویز کی مزاحمت ہے، خواہ یہ اگر کہا جاوے کہ آپ کو کشف ہوا تھا یا معنویہ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کامل کر کے فرمادیا تھا ایسا اعتماد کشف سے ہزار درجہ بڑھ کر کرامتِ عظمیٰ ہے۔

۱۰۲ ذکر ۱۲ - میں جب ۱۳۱۰ء یا ۱۳۱۱ء میں عازم سفر حجاز ہوا تو ایک بار حاضری کے بعد مکرر میں وقت پر عریضہ کے ذریعہ سے حضرت قدس سرہ کی خدمت میں اپنی تیاری سفر کی اطلاع کی خدمت کا جو جواب آیا اُس میں لکھا تھا کہ وہاں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ کر مجھ کو بھی یاد رکھنا اور یہ شعر تحریر فرمایا

چو با جیب نشینی و بادہ پیمانی بیاد آر حریفان بادہ پیمانی را

اس سے حضرت قدس سرہ کا کمالِ تواضع ظاہر ہے کہ ایسے نااہل سے ایسی فواتش یہ قصہ بعینہ مشافہت سے ہے جو حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت عمرہ کی مانگی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے بھائی ہم کو بھی قعاب میں شریک کرنا بھولنا مت۔ پس تواضع کے ساتھ کمالِ اتباع سنت بھی اس قصہ سے ثابت ہے۔

۱۰۳ ذکر ۱۳ - جب میں مکہ معظمہ سے چلے لگا تو حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا رشید احمد صاحب سے کہہ دینا کہ گو آپ کے مخالف لوگ یہاں آکر طرح طرح کی باتیں لگاتے ہیں



ہیں، مگر آپ الطینان رکھیں یہاں ان کا کچھ اثر نہیں ہوتا ہماری آپ کی محبت اللہ کے واسطے ہے اور جب اللہ باقی ہے اسی طرح جو محبت اللہ کے لیے ہوتی ہے وہ بھی باقی ہوتی ہے اور میں نے جو ضیاء القلوب میں آپ کی نسبت کچھ لکھا ہے وہ الہام سے لکھا ہے کیا میرا وہ علم اب بدل جاوے گا اور چنانچہ احقر نے واپس آکر سب ملفوظات عرض کر دیے، حضرت قدس سرہ نے فرمایا: بھائی ہم تو توکل کیے بیٹھے ہیں اس سے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلب میں جو گنجائش حضرت مولانا کی تھی اور جو اس شہادت سے ظاہر ہوتا ہے ظاہر ہے اور ایسے شیخ کامل کی شہادت ظاہر ہے کیا وقعت رکھتی ہے۔

**تذکرہ ۱**۔ پیشاب کر کے جو کلونج سے استنجا خشک کرتے ہیں میں یہ سمجھتا تھا کہ کسی حدیث مرفوعہ سے اس کا ثبوت نہیں ایک بار حضرت سے دریافت کیا آپ نے فوراً استدلال میں یہ حدیث مرفوعہ پڑھ دی: **اِسْتَنْزِ هُوَ اِمِّنَ الْبَوْلِ** اور کلونج لینا یقیناً استنزاہ میں داخل ہے پس بالکل الطینان ہو گیا اس واقعہ سے حضرت قدس سرہ کی قہامت اور قوت استنباط اظہر من الشمس ہے۔

**تذکرہ ۲**۔ ایک بار میں نے یامیرے سامنے کسی اور نے یہ پوچھا کہ یا جوج و ما جوج اللہ تعالیٰ کو جانتے ہیں یا نہیں فوراً ارشاد فرمایا کہ جانتے ہیں اور استنباط میں وہ حدیث ارشاد فرمادی کہ جب نکلنے کا وقت متقدراً ونگا تو دیوار کھود کر کہیں گے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اکل یہاں سے نکل جاویں گے اور اس سے صاف معلوم ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو جانتے ہیں۔

**تذکرہ ۳**۔ تشہد میں جو رفع سبأہ کیا جاتا ہے اس میں تردد تھا کہ اس اشارہ کا تعلق کس وقت تک کسی حدیث میں منقول ہے یا نہیں حضرت قدس سرہ کی حضور میں پیش کیا گیا۔ فوراً ارشاد فرمایا کہ ترمذی کی "کتاب الدعوات" میں حدیث ہے کہ آپ نے تشہد کے بعد فلاں دعا پڑھی اور اس میں سبأہ سے اشارہ فرما رہے تھے اور ظاہر ہے کہ دعا قریب سلام کے پڑھی جاتی ہے پس ثابت ہو گیا کہ اخیر تک اسکا باقی رکھنا۔ یہ حدیث میں منقول ہے اس سے بھی سرعت انتقال ذہنی اور ملکہ استنباط بخوبی روشن ہے اور بھی فرمایا کہ لوگ اس مسئلہ کو "باب التشہد" میں ڈھونڈتے ہیں اور وہاں ملتا نہیں اس سے سمجھتے ہیں کہ حدیث میں نہیں ہے۔

**تذکرہ ۴**۔ ایک بار بعض ذہوہ خاصہ سے آبادی سے الگ محلوٹ اختیار کرنے کی پسندیدگی حضرت قدس سرہ کی حضور میں عرض کی گئی فرمایا کہ ہمارے بزرگوں نے جہل میں رہنا پسند نہیں کیا اس میں ارشاد



ہے مصلحت کی طرف اور تہیہ ہے کیدِ نفس پر کیونکہ بعض اوقات نفس کو ایسے خیالات سے بھی امرِ مقصود ہوتے ہیں جو اخیاناً ایسے افعال پر از قبیلِ مفاسد مرتب ہو جاتے ہیں یعنی شرف و عجب و تحقیرِ خلق اس سے شانِ ارشاد اور ترویج کی جہاں ہے اور اس عنوان سے کہ ہمارے بزرگوں نے الٰہ کس قدر تأدب و کرامت سے فرمایا۔

تذکرہ (مفہم بعض احساناتِ عظیمہ ہمیں آلودہ اذناسیٰ ذمیمہ، حسبِ ارشادِ نبویؐ مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللَّهَ۔

یوں تو ہر صحبت اور ہر مخالفت میں کچھ نہ کچھ فیض و احسانِ فائز رہتا تھا لیکن خصوصیت کے ساتھ دو احسان زیادہ قابلِ ذکر ہیں ایک علمِ ظاہری کے متعلق دوسرا باطنی کے متعلق، اَوَّلُ كَامِنَحْوِهَاہَا یہ ہے کہیں مدت تک مسائلِ اختلافیہ میں اہلِ الحق و اہلِ البدعت کے متعلق باوجود صحتِ عقیدہ کے وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، ایک غلطی میں مبتلا رہا اور اُس غلطی پر بہت سے خیالات اور بہت سے اعمال متشعب و متفرع رہے۔ یعنی بعض اعمالِ رسمیہ مثل مجلسِ متعارف میلادِ شریف و امثالہ سے جو عقیدہ بعض مفاسد کی وجہ سے حرامِ الناس کو مطلقاً اور اُن عوامِ الناس کے ساتھ خواص کو بھی روکتے ہیں۔ اُن مفاسد کو تو میں ہمیشہ مذموم اور اُن کے مُبَاہِرِہ کو ہمیشہ مذموم سمجھتا تھا اور یہ صحتِ عقیدہ کی تھی اور عوامِ الناس کو ہمیشہ اُن مفاسد پر متنبہ اور مطلع کرتا رہتا تھا، لیکن یہ بات میرے خیال میں ہم رہی تھی کہ ملت نہیں کہ وہ مفاسد نہیں جہاں ملت نہ ہوگی مغفلوں بھی نہ ہوگا۔ پس خواص جو کہ اُن مفاسد سے بُہتر ہیں اُن کو روکنے کی ضرورت نہیں اور اس طرح عوام کو بھی علیٰ اِطْلَاقِہ روکنے کی حاجت نہیں بلکہ اُن کو نصیحتِ اعمال کی اجازت دے کر اُن کے اُن مفاسد کی اصلاح کر دینا چاہیے بلکہ اس اجازت دینے میں یہ ترجیح اور مصلحت سمجھتا تھا کہ اس طریق سے تو عقیدہ کی بھی اصلاح ہو جائے گی جس کا فساد مذموم نہیں ہے اور بالکل منع کر دینے میں عوام مخالف سمجھیں گے اور عقیدہ کی اصلاح بھی نہ ہوگی ایک مدت اس حالت میں گزر گئی اور باوجود اُنہی درس و تدریس فقہ و حدیثِ دھیر ہما کے کبھی ذہن کو اس کے خلاف کی طرف انتقال و التفات نہیں ہوا حضرت قَدَسَ اللہُ سِرَّہَا کا شکر یہ کہ زبان سے ادا کروں کہ خود ہی غایتِ رأفت و شفقت سے مولوی منظور علی صاحبِ درہنگوی مرحوم سے اس امر میں میری نسبت تأسفِ ظاہر فرمایا اور اُس غلطی کے شعبوں میں سے ایک شعبہ یہ بھی واقع ہوا تھا کہ بعض درویشوں سے جن کی حالت



کا انطباق شریعت پر تکلف سے خالی نہ تھا میں نے بہ خیال نَعْدُ مَا صَفَا وَدَعَّ مَا كَدَّرَ بعض اوقات اشغال کی تلقین میں حاصل کر لی تھی اور آمد و رفت اور صحبت کا بھی اتفاق ہوتا تھا اور لزوم مفاسد کی نسبت وہی خیال تھا کہ خواص کے عقائد خود درست ہوتے ہیں وہاں مفسدہ لازم نہیں اور علوم کو حق و باطل پر تقریراً متنبہ کرتے رہنا و فح مفسدہ کے لیے کافی ہے سو حضرتؓ نے خصوصیت کے ساتھ اس پر بھی تاشف ظاہر فرمایا اور غایتِ کرم بہ قابلِ ملاحظہ ہے کہ جیسا حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غایتِ کرم و عیاش سے بالمشافہ کسی پر عتاب نہ فرماتے تھے۔ اسی طرح حضرت قدس سرہ نے باوجود ماضی کثرتِ مَرَّةٍ بَعْدَ مَرَّةٍ کے بِالْمُشَافَاہ کبھی اس سے تعرض نہیں فرمایا اور اس زیادہ لطف و کرم یہ کہ اگر کبھی کسی نے اعتراض کیا تو میرے فعل کی تاویل اور اس کو تحملِ حسن پر محمول فرمایا اور اسی غلطی کی ایک فرع یہ تھی کہ حضرت پیر و مرشد قبلہ و کعبہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تقریر و بابِ ممانعتِ تنازع و اختلاف مسائل مَعْمُودَہ میں اجمالاً ارشاد فرمائی اور مجھ کو اس کی تفصیل کا حکم دیا چونکہ میرے ذہن میں وہی خیال جما ہوا تھا اس کی تفصیل بھی اسی کے موافق عنوان سے تیز تحریر میں لایا اور حضرت حاجی صاحبؒ کی حضور میں اس کو سنایا چونکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بوجہ لزومِ خلوصِ قلبتِ اِخْتِلَافِ مَعِ الْعَوَامِ و بِنَا بَرِغْلِبِ حَسَنِ ظَنِّ عَوَامِ کے حالت اور حالت اور ضلالت پر پورا التفات نہ تھا لہذا اس منصل تقریر کو پسند فرمایا اور کہیں کہیں اس میں اصلاح اور کمی بیشی بھی فرمائی اور ہر چند کہ وہ عنوان میرا تھا مگر چونکہ اصل مَعْنُونِ حُضُوتِ لے از خود ارشاد فرما کر قلب بند کرنے کا حکم دیا تھا لہذا حضرت نے اس تقریر کو اپنی ہی طرف سے لکھوایا اور خود اپنے دست و قلم سے مزین فرمایا اور اپنی ہی طرف سے اشاعت کی اجازت دی جو بعنوان فیصلہ ہفت مسئلہ "شائع کر دیا گیا جس کو بعض کم سمجھوں نے اپنی بدعات کا مٹیہ سمجھا و اَنِّ لِهَذَا ذَلِكَ کیونکہ ان مفاسد کا اس میں بھی ملاحظہ رُوئے ہے صرف خوش عقیدہ خوش فہم لوگوں کو البتہ رخصت و وسعت اس میں مذکور ہے جس کا مبنی وہی خیال مذکور ہے کہ عوام کے مفاسد کا خواص پر کہیں اثر پڑے۔ غرض حضرت قدس سرہ نے اس سب کے متعلق مولوی منور علی صاحب سے تذکرہ فرمایا۔ مولوی صاحب نے احقر سے ذکر کیا تو حضرت کے توجہ فیضان سے اجمالاً ترجمہ کو فرمایا اپنی غلطی پر توبہ ہو گیا، لیکن زیادہ بصیرت کے لیے میں نے اس بارہ میں مکتوبات کی بھی ضرورت سمجھی چنانچہ چند بارہا نہیں سے تحریرات ہوئیں اور وہ تحریرات سوانح میں

لے بعض تذکرہ الرشیدیہ میں



پھپھکی ہیں۔ بالکل نتیجہ یہ ہوا کہ مجھ کو بصیرت و تحقیق کے ساتھ اپنی غلطی پر بفصلہ تعالیٰ اطلاع ہو گئی اور اُس پر اطلاع ہونے سے ایک بابِ عظیمِ علم کا جو کہ مدت تک متعلق تھا مفتوح ہو گیا جس کا محض یہ ہے کہ مدارِ نبی فی الواقع فسادِ عقیدہ ہی ہے، لیکن فسادِ عقیدہ عام ہے۔ خواہ فاعل اس کا مباشر ہو خواہ اُس کا سبب ہو پس فاعل اگر جاہل عامی ہے تو خود اُسی کا عقیدہ فاسد ہوگا اور اگر وہ خواص میں سے ہے تو گو وہ خود صحیح العقیدہ ہو مگر اُس کے سبب سے دوسرے عوام کا عقیدہ فاسد ہوگا، اور فساد کا سبب بنا بھی ممنوع ہے اور گو تقریر سے اُس فساد پر تنبیہ عوام کی ممکن ہے مگر کل عوام کی اس سے اصلاح نہیں ہوتی اور نہ سب تک اس کی تقریر پہنچتی ہے پس اگر کسی عامی نے اس خاص کا فاعل ہونا تو سنا اور اصلاح کا مضمون اس تک نہ پہنچا تو یہ شخص اُس عامی کے ضلال کا سبب بن گیا اور ظاہر ہے کہ اگر ایک کی ضلالت کا بھی کوئی شخص سبب بن جاوے تو برا ہے اور ہر چند کہ بعض مصلحتیں بھی فعل میں ہوں، لیکن قاعدہ یہ ہے کہ جس فعل میں مصلحت اور مفسدہ دونوں مجتمع ہوں اور وہ فعل شرعاً مطلوب بالذات نہ ہو وہاں اُس فعل ہی کو ترک کر دیا جاوے گا۔ پس اس قاعدہ کی بنا پر اُن مصلحتوں کی تحصیل کا اہتمام نہ کریں گے بلکہ اُن مفسدہ سے احتراز کے لیے اس فعل کو ترک کر دیں گے، البتہ جو فعل ضروری ہے اور اُس میں مفسدہ پیش آوے وہاں اُس فعل کو ترک نہ کریں گے بلکہ حتی الامکان اُن مفسدہ کی اصلاح کی جاوے گی، چنانچہ احادیثِ نبویہ و مسائلِ فقہیہ سے یہ سب احکام و قواعد ظاہر ہیں ماہر پر مخفی نہیں اُن میں سے کسی قدر رسالہ "اصلاح الرسوم" میں بندہ نے لکھ بھی دیا ہے جب میرے اس خیال کی اصلاح ہو گئی تو اس کے سبب فروع و آثار کی اصلاح بفصلہ تعالیٰ ہو گئی، چنانچہ خلافتِ شریعت و ودیشوں کی صحبت و تلقی سے بھی نجات ہوئی اور "فیصلہ ہفت مسئلہ" کے متعلق بھی ایک ضروری ضمیمہ لکھ کر شائع کر دیا گیا جس سے اُس کے متعلق اہلِ افرات و تفریط کے سبب اوہام کو رفع کر دیا گیا۔ اور دوسرا احسان متعلق باطن کے سوا اُس کی تفصیل میں چونکہ مخفیات کا اظہار بھی ہے اور نیز وہ قصہ بھی نہایت دردناک اور ناگوار ہے۔ اس لیے محض اس اجمال پر اکتفا کرتا ہوں کہ میری شامت اعمال و کثرتِ معاصی سے مجھ پر ایسی ایک حالت شدید طاری ہوئی تھی کہ باوجود صحتِ بدنی کے زندگی سے بائوسی تھی بلکہ موت کو ہزار ہا درجہ حیات پر ترجیح دیتا تھا اور اُس کو اس سے زیادہ عنوان سے تعبیر نہیں کر سکتا کہ۔



وگو نہ رنج و عذاب ست جانِ مجنون را بلا تے فرقتِ لیل و وصلتِ لیل  
 اُس وقت حضرت قدس سرہ نے دعا و تعلیم و ہمت سے خاص توجہ فرمائی جس سے ہوش دوس  
 درست ہوئے اور جان میں جان آئی اور اُس حالت کے طریاں کے اور پھر اُس کے زوال کے منافع پھر اللہ  
 محسوس ہوئے۔ ان دونوں احسانوں کو اُمید ہے کہ عمر بھر نہ بھولوں گا اور حکم بھی یہی ہے۔ مَنْ لَوْ  
 يَشْكُرُ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ

۱۰ ذکر ۱۰۔ ایک دقیق کمال حضرت قدس سرہ میں یہ پایا کہ کبھی ہلنے کی آواز نہیں سنی گئی یا زیادہ  
 کل کر بنتے ہوئے نہیں دیکھے گئے۔

۱۱ ذکر ۱۱۔ اس طرح کبھی مغلوب الغضب نہیں پائے گئے اور یہ دونوں امر شعبہ ہیں اتباع سنت  
 کے طبعی ہو جانے کا۔

۱۲ ذکر ۱۲۔ حدیثوں میں جیسا برتاؤ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا دیہاتیوں کے ساتھ  
 آیا ہے۔ اس کا نمونہ حضرت قدس سرہ میں دیکھا کرتے تھے۔

۱۳ ذکر ۱۳۔ قلت کلام اور کثرت ذکر کے مضموم کا مصداق اتباع سنت کے حدود کی ساتھ کسی  
 نے حضرت قدس سرہ کے برابر کہیں کم دیکھا ہوگا۔

۱۴ ذکر ۱۴۔ خوش مزاجی و قار کے ساتھ حضرت قدس سرہ میں عجیب لطافت کے ساتھ پائی جاتی  
 تھی۔

۱۵ ذکر ۱۵۔ دل جہن اور تسلی جس بلیغ اور سلیس طرز پر حضرت قدس سرہ میں دیکھی بہت کم اس  
 کی نظیر پائی جاسکتی ہے۔ ایک بار ایک شخص نے اپنا خواب عرض کیا تھا کہ گویا آپ کی وفات ہو گئی ہے  
 اور اس خواب نے اُس کو بہت پریشان کر رکھا تھا۔ آپ نے نہایت بے ساختگی سے ارشاد فرمایا کہ بھائی  
 تمہارے سامنے زندہ تو بیٹھا ہوں اور آخر کبھی تو مروں ہی گا مگر یہ کیا ضرور ہے کہ خواب کے ساتھ ساتھ  
 تعبیر بھی واقع ہو جاوے۔

۱۶ ذکر ۱۶۔ قدرتی طور پر اور میرا گمان یہ ہے کہ کچھ کثرت ذکر سے مزاج میں لطافت اور ذکا جس  
 اس درجہ تھی کہ ادنیٰ امر مؤذنی سے متاؤذنی ہوتے تھے، لیکن اس کے ساتھ ضبط اس کمال کا تھا کہ جہاں  
 اظہار سے کسی کی تاؤذنی کا احتمال ہوتا تھا تحمل فرماتے تھے۔



۱۱ ذکر ۵۔ اپنے خدام اور مُنتَسِبین میں اتّفاق کو ہمت محبوب رکھتے اور کبھی کسی کی شکر رنجی کی اطلاع ہوتی تو توافقی میں سعی فرماتے۔

۱۲ ذکر ۶۔ اپنے مخلصین کے ساتھ حُسن ظن نہایت درجہ رکھتے۔

۱۳ ذکر ۷۔ استقلال اس درجہ تھا کہ بڑے بڑے حوادث سے اذکار رفتہ نہ ہوتے۔

۱۴ ذکر ۸۔ ہیبت خداداد اس درجہ تھی کہ باوجود آپ کی غایت خوش اخلاق و نرم مزاجی کے بڑے

بڑے ہمت و جرات والوں کا حوصلہ نہ ہوتا تھا کہ آپ کے سامنے زیادہ کلام کر سکیں۔

۱۵ ذکر ۹۔ آپ کی صحبت میں یہ اثر تھا کہ کیسی ہی پریشانی یا دُساؤس کی کثرت ہو جوں ہی آپ کی صحبت

میں بیٹھے اور قلب میں ایک خاص قسم کا سکینہ اور جمعیت حاصل ہوتی جس سے سب کمورات رفع

ہو گئیں اور قریب قریب آپ کے کل مریدوں میں عقائد کی دُستی دین کی پختگی خصوصاً حُبِّ فی

اللہ و بَعْضِ فی اللہ بدرجہ کمال مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ یہ سب برکت آپ کی صحبت کی ہے اور ان

کلمات کی شہادت میں بے شمار واقعات موجود و مشہود ہیں۔

۱۶ ذکر ۱۰۔ یہ بعض واقعات و کمالات حضرت قدّس سرّہ کے متعلق عالم یقظہ کے ہیں اور عالم

رُؤیا میں بھی بعض امور مبشّرہ معلوم ہوئے گو اس احقر کا فِی الْأَقْوَالِ وَ کَاذِبِ الْأَحْوَالِ کے اکثر خواب

بھی میرے قال و حال ہی کے مثل ہیں اور وہ کسی طرح استناد و اعتماد کے قابل نہیں مگر محض دوستوں

کے جی خوش کرنے کے لیے حضرت کے متعلق اپنے دو خواب ذکر کرتا ہوں ابھ حضرت کی حیات میں

دیکھا تھا اور ایک بعد وفات۔

خوابِ اوّل یہ ہے کہ کوئی مجھ سے کہتا ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب قطب ہیں یا یوں

کہا قطب الارشاد ہیں۔ دوسرا جو بعد وفات دیکھا یہ ہے کہ میں نے حضرت کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ

کہا تو کسی نے یوں کہا کہ نہیں قدّس سرّہ یا قدّس اللہ سرّہ کہو۔ خوابِ اوّل تو محتاج تعبیر نہیں اس لیے

صرف دوسرے خواب کے معنی حسب اپنے فہم کے لکھتا ہوں کہ اس خواب کا یہ مطلب نہیں کہ رحمۃ اللہ

علیہ کہنا ممنوع ہے یا یہ کہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مفہوم میں قدّس سرّہ سے گھٹا ہوا ہے بلکہ اصل یہ ہے

کہ بعض اوقات الفاظ و عبارات مُتَّجِدَّةُ الْمُعْنٰی میں حسب عرف کچھ تمانز اور تخائر بھی ہوا کرتا ہے

چنانچہ اسی بنا پر صلی اللہ علیہ وسلم بجز انبیاء کے کسی کے لیے اطلاق نہیں کیا جاتا۔ رضی اللہ عنہ اس وقت



بجز سلف کے کسی کے لیے استعمال نہیں کیا جاتا پس اسی طرح اس وقت عرفا رحمۃ اللہ علیہ عموماً صلیاً کے لیے بولا جاتا ہے اور قدسِ برترہ خاص اکابر اولیاء کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ پس مقصود اس سے تلبیہ ہے کہ حضرت اس درجہ کے اکابر ہیں سے ہیں۔ واللہ اعلم۔

۰۰ تذکرہ ۲۷۔ حضرت قدسِ برترہ کی بعض تحریرات عام اور خاص مضامین کی بھی میرے پاس تھیں جو میں نے کمری مولانا محمد یحییٰ صاحب کو دے دی تھیں جن میں بعضی خاص دست مبارک کی لکھی ہوئی ہیں اور بعضی بعد معذوری بصر کے دیگر خواص معتمدین سے لکھوائی ہوئی ہیں چونکہ مولوی صاحب بشرطِ مصلحت ان کی اشاعت فرما سکتے ہیں لہذا میں نے ان اوراق میں اس کو شامل کرنے کی ضرورت سمجھی۔

۰۰ تذکرہ ۲۸۔ اخیر میں یہ بات بھی افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتی ہے کہ بعض حضرات کو قلتِ ہنم یا غلبہ حسد کی وجہ سے حضرت پر کچھ اعتراضات بھی ہیں مگر ان سب کے مباہوتی اور مناشی اعلیٰ درجہ کے کمالات ہیں جو حسبِ قول سعدیؒ

عیب نماید ہنرشیں در نظر

بعض کو بشکلِ اعتراض نظر آتے ہیں۔ ان سب کا جواب یہ ہے۔

۰ وَلَا عَيْبَ فِيهِمْ غَيْرَ أَنْ سَيُوفَهُمْ بِهِمْ فَلَوْلَ مِنْ قَرَأِ الْكُتَابِ

۰۰ تذکرہ ۲۹۔ حضرت قدسِ برترہ کی وفات کا تاریخی مادہ احقر کے خیال میں یہ آیا تھا۔

مَوْلَانَا عَاشَ حَمِيدًا - مَاتَ شَهِيدًا

جس سے ۱۳۲۳ھ نکلتا ہے۔

۰۰ تذکرہ ۳۰۔ چونکہ حضرت قدسِ برترہ کے خواص اور اخصّ الخواص حضرت سوانح مبارک لکھنے پر متوجہ ہیں جو علم میں اطلع میں فہم میں تحقیق میں درجہ ہلیا رکھتے ہیں اور جن کے ساتھ خود اس ناکارہ کو نسبتِ خادمیت و نیاز مندی ہے اس لیے اس قدر لکھنا بھی اگر بعض قاصدِ احباب کو حکم برداری اور خود بھی شمولِ برکت کی اتمید نہ ہوتی تو غیر ضروری اور خلافِ ادب تھا۔ یکم ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

## تَمَّتْ

معہ مراد اس سے مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھی ہیں۔ مولانا مرصوف سوانح کے دو حصہ شائع کر رہے ہیں۔ میں میں حصہ حالت موجد ہیں۔



# مرزارِ قُطْبِ الْإِشَادِ

خاتمِ المحدثین شیخ الاسلام و المسلمین سید الاصفیاء الکاملین مجدد العصر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ  
(م۔ ۹ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء) کے حضور میں مندرجہ ذیل نعتیں

ہے یہ کس کی خوابگاہِ حسین، یہ نفیس کس کا مزار ہے  
کہ نفسِ نفس کو جو ہے سکوں تو نظرِ نظر کو قرار ہے  
یہاں اک نگار ہے خیمہ زن، یہ حریمِ حسنِ نگار ہے  
یہاں محوِ جلوةِ سردی، وہ ہزار رشکِ بہار ہے  
یہ فرود گاہِ رشید ہے، یہ مقامِ ندرِ فرید ہے  
یہ مکانِ خلدِ نشان ہے، یہ مکینِ عرش و قار ہے  
جو ابوحنیفہ وقت تھا، جو کبھی محبتِ عمارتی عصر تھا  
جو جنید و شبلی دہر تھا، یہ اسی کی خاکِ مزار ہے  
یہ مزارِ بقعہ نور ہے، یہ جہانِ عشق کا طور ہے  
یہاں آفتابِ جمال ہے، یہ تحلیوں کا دیار ہے

۱۔ ابوحنیفہ وقت: حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کو تفقہ میں مقامِ بلند کی بنا پر "ابوحنیفہ عصر" کا لقب دیا تھا۔ وہ اپنے عہد میں اسی لقب سے معروف تھے۔



یہاں قدسیوں کا نزول ہے، یہ دلیلِ حُسنِ قبول ہے  
یہاں سو رہا ہے وہ نازنین، جو نبی کا عاشق زار ہے  
جو کلامِ دوست کا نور ہے، تو حدیثِ یار کا فیض ہے  
اسی فیض سے، اسی نور سے، یہ مزارِ مقتدہ زار ہے  
یہ جنوں کا مَجلِ شوق ہے، یہ نظر کی منزلِ شوق ہے  
میرا عشق حاصلِ شوق ہے، میرا عشق اس پہ بنا رہا ہے  
وہ کہ تھا مجاہدِ شامی<sup>۲</sup>، صفیں جس نے اٹھیں فرنگ کی  
اسی صفتِ شکن کی یہ گھات ہے، اسی شیر کا یہ کچھار ہے  
کوئی دیدہ ور ہو تو دیکھ لے، بڑے معرکے کا یہ مرد ہے  
یہ جو کہکشاں کی سی گرد ہے، اسی گرد میں وہ سوار ہے  
کبھی جامِ پینے پہ آگتے، تو سمندروں کو چڑھا گتے  
یہ جو آج تک نہیں ہوش ہے، فے عشق ہی کا خمار ہے

۲ شامی: آپ ۱۸۵۷ء کے جہاد میں خانقاہِ قدوسی سے مردانہ وارنکل کر انگریزوں کے خلاف صفتِ آراء  
ہو گئے اور اپنے مُرشد حضرت حاجی ابداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے رفقاء کے ساتھ قصبہ شامی کے معرکہ جہا  
میں شامل ہو کر خوب دادِ شجاعت دی۔ ۱، ۲، قاری محمد طیب نور اللہ مرقدہ

(پچاس مثالی شخصیاتِ کحوالہ تالیخ دارالعلوم دیوبند)



یہ عنایتیں ، یہ نوازشیں ، ابھی آپ مجھ سے نہ پوچھیے  
 مری آنکھ محوِ جمال ہے ، مرے سامنے رُخِ یار ہے  
 میں نگاہِ شوق کا کیا کروں ، دلِ ناصبور سے کیا کہوں  
 ابھی حشر میں بڑی دیر ہے ، ابھی دُور رُوزِ شمسار ہے  
 کوئی نکتہ چیں ہو ، ہوا کرے ، مگر اے نگاہِ کمال ہیں  
 ذرا کر کے دیکھ مُشاہدہ ، یہاں نور ہے وہاں نار ہے  
 کسی خشک طبع سے کیا غرض ، کسی تنگ ظرف سے کام کیا  
 مری اہلِ دل سے ہے دوستی ، مجھے اہلِ درد سے پیار ہے  
 یہی میرا ناز و نیاز ہے کہ اسیرِ زلفِ رشید ہوں  
 اسی سلسلے کا مُرید ہوں ، مرا اس پہ دار و مدار ہے  
 میں فدائے عشقِ رسول ہوں ، میں نبی کے پاؤں کی دُھول ہوں  
 مرادِ دلِ خدا کے حضور میں ، بہ نیازِ سجدہ گزار ہے



سہارنپور ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۹۰ھ  
 ۲۷ جنوری ۱۹۷۰ء



# قُطْبَيْن

قُطْبِ آفاق ، آلِ شَيْخِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

جانِ جانان ، حائلِ خُلُقِ عَظِيمِ

پاکِ بَطِينَتِ ، صَاحِبِ قَلْبِ سَلِيمِ

روحِ وَهْمِ ، بَمِزَانِ قُرْآنِ حَكِيمِ

اللَّهُ اللَّهُ ، خَانِقَاهِ رَانِپُورِ

بے گماں ، بُرْجِ صِراطِ مُسْتَقِيمِ

اِس تَجَلّی گاہِ عَبْدِ الْقَادِرِ اسْت

بَزْمِ مہر و ماہِ عَبْدِ الْقَادِرِ اسْت

”قُطْبِ ارشاد“ اَزْرَهُ صِدْقِ وَ صَفَا

مُرشدِ ما شاہِ عَبْدِ الْقَادِرِ اسْت

نَفِيسِ السَّيْنِي

۲۳ رجب ۱۴۲۳ھ

حضرت مولانا ماشق الحق میر نوری رحمدل

## حضرت مولانا رانپوری قدس سرہ

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا کہ میرے نطق نے یوسے مری زباں کے لئے  
 حضرت ممدوح اس صدی کی وہ مقتدر ہستی تھی جو گذشتہ صدیوں کے بزرگان مشاہیر کا نمونہ بن کر  
 دنیا میں آئی تھی۔ شانِ تفویض کی مجسم تصویر بجز توحید کی خواص تسلیم و رضا میں غرق اور توکل و اعتماد  
 سے سرے پیر تک جہاں کہیں میں دیکھتا ہوں ناز اندازوں کا دامن کھینچ لیتا ہے کہ بس جگہ یہی ہے۔ سہ ہر بات کو خدا تعالیٰ  
 کے سپرد کرنا۔ سہ غوطہ لگانے والے۔



اس فناءِ شریعت میں آپ عالمِ شجر تھے مگر طریقت کا آپ پر غلبہ تھا کہ دیکھنے والا آپ کو مولوی و عالم نہ سمجھتا تھا۔ یکسوئی اور وحدت نشینی آپ کی طبیعتِ ثانیہ تھی مگر حق تعالیٰ کو آپ کے نورِ فیضان سے عالم کو معور کرنا تھا اس لئے جس گنہگار و سپہانی کے آپ متمنی و شیدا تھے اس میں کامیاب نہ ہوئے۔ مخلوق کو قدرتی طور پر آپ کی طرف کشش ہوتی اور آپ جتنا دنیا سے بھاگتے گھبراتے اور دامن چھڑاتے تھے اسی قدر دنیا آپ کا تعاقب کرتی لپکتی اور دامن پکڑتی تھی۔ آپ کے حالاتِ عجیبہ بیان کرنے سے زبان عاجز ہے۔ محبوبیت آپ پر سایہ افکن تھی اور اس لئے مخلوق کو آپ کے وجودِ باہر سے ظاہری و باطنی ہر قسم کا ہر وقت نفع پہنچا رہتا تھا۔ آپ کا قیام قصبہ رانپور ضلع سہارنپور میں بستی سے باہر ایک باغ میں تھا جس کے نیچے نہر جاری تھی اور دنیا ہی میں حق تعالیٰ نے آپ کو جنتِ فقیری من تحتہا الاغفار کا مصداق بنا رکھا تھا۔ آپ حضرت انگڑھی قدس سرہ کے اجلِ فلک میں تھے اور غلبہ کتمان و اخلاص کی وجہ سے نقشبندیہ کا آپ پر غلبہ تھا کہ باغ کے پتہ پتہ اور نہر کے قطرہ قطرہ سے ذکر اللہ سنائی دیتا اور بے حس و بے لمس شخص بھی حاضر خدمت ہو کر اس اندر فی لذت کو محسوس کرتا تھا جس میں آپ کا اور آپ کے متوسلین کا ہر لمحہ گزرا کرتا تھا۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالاراند کہ برندازرہ پہنان بحرم قافلہ را

**قرآن و سنت سے عشق** | آپ سنتِ نبویہ کے عاشق تھے اور تعلیمِ قرآن مجید سے بالخصوص مانوس کہ تمامی علومِ دینیہ بلکہ دین کی اصل یہی ہے اور عام طور پر اس کی طرف سے توجہات کے قلیل ہو جانے سے آپ کی توجہ اس طرف اور زیادہ بڑھ گئی تھی۔ جگہ جگہ مکاتبِ قرآنیہ جاری کرنے کے آپ حریص تھے اور بچوں کو صحیح و صاف لہجہ میں قرآن مجید پڑھتا ہوا دیکھ کر آپ بہت خوش ہوا کرتے تھے۔

**مثالی مدرسہ قرآن** | خود آپ کے بلوغ میں بھی ایک مدرسہ تھا جو توکل کا مجسمہ تھا کہ نہ کوئی جائداد اس کے لئے وقف تھی نہ کہیں سے چندہ مقرر تھا بلکہ حاضر ہونے والے مخلصین ہیں کوئی اہل مال یا خوش حال حاضر ہوتے تو ان کے سامنے مدرسہ کا تذکرہ کرنا بھی آپ کو گراں گذرتا تھا کہ یہ تذکرہ بھی ایک قسم کا سوال ہے اور مخلوق پر اپنی حاجت کا پیش کرنا یا اس میں کسی قسم کی ان سے مدد چاہنا آپ کی طبعی غیرت کو گوارا نہ تھا۔ باایں ظاہری بے سرو سامانی کے بستی کا یا باہر کا جو کچھ بھی پڑھنے کے خیال سے آتا وہ بشوق و رغبت لیا جاتا اور اس کو اپنا محسن سمجھ کر محبت و شفقت کے ساتھ فوراً داخل کر لیا جاتا تھا۔

ماشاء اللہ اس مکتب میں ستر سے زیادہ طلبہ تھے جن کے کھانے اور کپڑے کی تمامی ضروریات خزانہ غیب سے

لے آکھلا بیٹھا۔ لے وہ باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ یہ قیامت میں مومنین کیلئے فرمایا۔ لے خود کو چھپانا۔

لے نقشبندی بزرگ بھی عجیب راہبرانِ قافلہ ہیں کہ چھپے راستے سے ہی قافلہ کو حرم شریف پہنچا دیتے ہیں۔



پوری ہو کرتی تھیں۔ ان طلبہ میں اندھے اور معذور بھی ہوتے تھے جن کی کفالت والدین اور کنبہ کو بھی بار معلوم ہوتی تھی اور اس لئے وہ مدرسہ میں آجاتے تھے کہ یہاں ماں باپ سے زیادہ شفقت کرنے والے ان کو ملتے تھے۔ نیز یہاں ایسے چھوٹے نو عمر بچے بھی تھے جن کو خود منہ دھونا بھی اچھی طرح نہیں آتا تھا اور ان کے ماں باپ ناداری کی وجہ سے ان کو مکتب میں پہنچا دیتے تھے۔ یہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی کہ مدرسہ میں پہنچ جانے کے بعد ان بچوں کا ایسا دل لگتا تھا کہ پھر نکالے بھی نہ سکتے تھے ہر خورد سال اور نابینا و معذور بچہ کسی سمجھدار بڑے طالب علم کی نگرانی میں دیدیا جاتا تھا کہ وہی اس کی بول و براز اور خورد و نوش کی تمام ضروریات کا کفیل بنتا، ہاتھ پکڑ کر جنگل لے جاتا، واپس لا کر حمام و سقاہ بتاتا، لوٹے میں پانی لے کر منہ دھوتا اور آہستہ آہستہ ہر ستمرائی و صفائی کی پیار کے ساتھ اس کو تعلیم دیتا رہتا تھا۔ تمام طلبہ عموماً گاؤں کے باشندے تھے جن کی گزران سادہ اور جفاکشی طبعی عادت تھی۔ اس لئے حضرت کو اس کا لحاظ بھی زیادہ تھا کہ طلبہ کا ہل نہ بنیں۔ لہذا ان کی اور مدرسہ کی تمامی ضروریات کا بار خود انہی پر تھا کہ چند طلبہ کے متعلق روٹی پکانا تھی اور وہ مدرسہ سے چھٹی ملتے ہی سارے مدرسہ کے طلبہ کی روٹیاں پکایا کرتے اور چند طلبہ کے ذمہ پانی لانا تھا کہ وہ وقت آتے ہی گھر لے کر نہر پر جاتے اور جس قدر پانی کی بھی مدرسہ کے تمام طلبہ کو ضرورت ہوتی وہ گھر لے اور ٹکے لبریز کر دیا کرتے تھے مسجد کا سقاہ بھی وہی بھرتے اور جنگل سے خود رو لکڑی کاٹ کر یا جن کر بھی طلبہ ہی لاتے تھے۔ آٹھویں دن اپنے اور ان نا سمجھ بچوں کے جوان کی تحویل میں ہوتے کپڑے دھوتے اور نہر پر جا کر خود نہاتے اور ان کو مل کر نہلایا کرتے تھے۔

غرض ضروریات بشریہ کا کوئی کام ایسا نہ تھا جو ان سے نہ لیا جاتا ہو، اور اس طرح پر نہ ان میں کاہلی آنے پاتی تھی اور نہ ان میں وہ مادہ پیدا ہوتا تھا جس کی وجہ سے آئندہ اپنی ضروریات پورا کرنے میں ان کو عار آوے یا کسی کام کو خلاف شان سمجھیں۔ جس پوش مکان جس کی دیواریں بھی پھونس اور بانس کی تھیں ان کا مدرسہ تھا اور جنگل کی زمین جو نہ کبھی میلی ہو کہ دھلنے کی ضرورت پڑے نہ پھٹے اور پرانی ہو کہ بدلنے کی حاجت پیش آوے ان کا فرش تھا جس پر دینی و دنیوی ضروریات سے فارغ ہو کر آرام سے لیٹے اور منہ ہی خوشی سو کر ہنستے خوش ہوتے اٹھ بیٹھا کرتے تھے۔

صبح صادق سے ڈھائی گھنٹہ قبل آخر شب میں سب کو جگا دیا جاتا اور وہی وقت ان بچوں کے اپنا سبق یاد کرنے کا ہوتا تھا کہ چار چار پانچ پانچ طلبہ دو ر بنا کر ایک چراغ بیچ میں رکھ کر تھوڑے تھوڑے فصل پر بیٹھ جاتے اور دن میں پڑھا ہوا سبق یاد کر کے اٹھا کرتے تھے۔ اس طرح بچپن ہی سے ان کو آخر شب میں اٹھنے کی عادت ہو جاتی اور وہ برکات جو اس مبارک وقت میں قدرت نے رکھی ہیں باسانی



ان کو حاصل ہو جاتی تھیں۔ نو وارد طلبہ شروع شروع میں کسماتے مگر ساٹھ ستر طلبہ کا باواز بند پڑھنا ان کو بیٹھی نیند سونے نہ دیتا اور آخر چار دن کے بعد وہ خود اپنے زمرہ میں شامل ہو جاتے تھے کہ نہ نیند رہتی تھی نہ خمار۔ یہ سزاں گھڑیوں کے چڑھتے جس میں معدہ بھی صاف اور ہلکا ہوتا تھا اور کسوئی بھی بدرجہ کمال تھی وہ دن کے چند گھنٹوں سے بڑھ کر حفظ میں مدد دیتے اور صبح کو سبق ایسا فر فر سنا تے تھے کہ تمام دن رٹتے والا بھی ایسا نہیں سنا سکتا۔

**صبغة اللہی مکتب** | مکتب کیا تھا نائب رسول جامع شریعت و طریقت شیخ کی خانقاہ تھی جس میں کچی لکڑیوں کو یا سانی سیدھا کیا جاتا اور ان اخلاق حسنہ کو عادت و خوبیاں کر دلوں میں رچایا جاتا تھا جو بڑے ہو کر برسوں کے مجاہدہ سے بھی حاصل نہیں ہو سکتیں۔ ایثار و شفقت علی الخلق کا ان بچوں میں ایک خاص مضمون ہوتا تھا اور قناعت و صبر کا ایک مخصوص رنگ۔ ایک مرتبہ صبح سویرے بندہ خس پوش مسجد میں چلا گیا جو خس پوش مدرسہ کے متصل تھی تو میں نے ایک بچہ کے رونے کی آواز سنی جس کی عمر سات آٹھ برس کی تھی کہ سبکیاں لے رہا اور اس کا نگران طالب علم بڑے پیار کے ہجے میں اسی اپنی دیہاتی سادہ زبان میں اس سے پوچھ رہا تھا کیوں رووے ہے؟ کیا ماں یاد آرہی ہے؟ یا پیٹ میں درد ہے؟ میں تو تیرے پاس موجود ہوں اور تیری ہر خدمت کو حاضر ہوں کچھ تو بتا کیوں پریشان ہے؟ تاکہ اس کا انتظام کروں دیر ہو گئی کہ نہ بچہ کی سبکیاں ہمیں اور نہ طالب علم پوچھنے اور بہلانے پھسلانے سے اکتایا۔ آخر جماعت کا وقت آیا تو اس کو گود میں اٹھا کر یا ہر لایا اور خدا جانے کیا تدبیر کی کہ اس کو منالیا اور وضو کر کے اس کو سنتیں پڑھانے میں لگا دیا۔ سلام پھیر کر دیکھتا ہوں تو وہ پیچھے بچوں کی صف میں بیٹھا دعا مانگ رہا ہے۔

**مسجد نبوی کا نقشہ** | صرف یہی ایک جگہ تھی جہاں مسجد نبوی کا نقشہ نظر آتا تھا اور بارش میں ٹپک کر سجدہ گزار پیشانی کو تری زمین سے مانوس کیا کرتی تھی۔ اور بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ جو لطف پھونس کے سایہ میں اس ستھرے ریتیلے فرش پر نماز پڑھنے میں نصیب ہوا وہ آج تک کبھی اور کبھی نصیب نہیں ہوا۔ قرآن شریف کے ساتھ آرد کی دینیات اور نماز روزہ کے مسائل ضروریہ کے رسائل بچوں کو پڑھاتے جاتے تھے لکھوائی جاتی اور اس قابل بنا دیا جاتا تھا کہ مدرسہ سے جا کر اپنی کھیتی کے کام میں لگیں مگر جنگلی بن کر نہیں بلکہ آدمی اور ولی بن کر لگیں کہ دین کا کوئی پہلو کمزور نہ ہو اور ان کی سادہ راحت کی گڈران میں نقصان نہ آوے۔

۱۔ بچوں کو درست کیا جاتا۔ ۲۔ مسجدوں کی اصل زینت تو یہی خلوص ہے نہ کہ پختگی اور نقش و نگار بلکہ یہ تو قرب قیامت کی علامت قرارایا گیا ہے۔



اصیلت اور تصنع میں بڑا فرق ہے | اصل طبیعت میں اور تصنع و بناوٹ میں بہت فرق ہے کہ اول

الذکر کا انجام برکت و کامیابی ہے اور ثانی الذکر کا ثمرہ زلت و ناکامی۔ پس ایک شخص کسی بڑے رئیس کا ملازم ہو اور رئیس نے وعدہ کر لیا ہو کہ تمہاری تنخواہ تازیت بند نہ کی جائے گی اس کے دل کو ٹٹو لو کہ اپنی معاش کی طرف سے اس کو کیا بے فکری ہوگی اور وقت پر تنخواہ مل جانے کا کتنا بھروسہ ہوگا اور اس کے مقابل اس کا حال دیکھو جو سز میں لئے ہوئے طلبِ ملازمت میں جگہ جگہ درخواستیں پیش کرتا پھرتا اور ہر جگہ سے یہ جواب سنتا ہے کہ اس وقت کوئی جگہ خالی نہیں ہے ہاں آئندہ خیال رکھا جائیگا اس شخص پر جو پریشانی مسلط ہوگی اس کا یہ اثر ہوگا کہ اب کسی محکمہ میں درخواست دینے پر بھی اسی جواب کے واہمہ و خوف میں اس کو سکون حاصل نہ ہوگا اور یہ توقع ہی کی راحت ملے گی کہ یہاں کامیاب ہو جاؤنگا پس یہ شخص لاکھ دعویٰ کرے کہ مجھے معاش کی طرف سے اطمینان ہے اور میں صرف سبب کے درجہ میں جگہ جگہ درخواستیں دے رہا ہوں مگر اس کا یہ دعویٰ غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ پس حق تعالیٰ کے وعدہ رزق رسائی پر کسی قلب کا سچا اعتماد درحقیقت ایک بڑی نعمت ہے اور اس پر بلاشبہ ہر ضرورت کے انجام دینے کا وہ شہنشاہ کفیل ہے جس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں مگر اس اعتماد کا محض دعویٰ کرنا یا اعتماد والوں کی سی صورت بنانا کہ دل میں اعتماد کا نام بھی نہیں کچھ کام نہیں دے سکتا اور نہ اس وعدہ کا مستحق بنانا ہے جو *ومن يتوكل على الله فهو حسبه* کے ذریعہ تمامی بندوں کے لئے عام ہے۔ پس درحقیقت ضعف ہمارا ہے کہ سنی سنائی باتوں پر توکل کی صورت بناتے اور جگہ جگہ ٹھوکریں کھاتے ہیں ورنہ جو توکل کی حقیقت ہے اگر قلب کو میسر آجائے تو ہم سے زیادہ کوئی غنی و بے نیاز نہیں۔ ضعف و ناکامی کا نام توکل رکھنا ہماری نادانی ہے اور اس لئے اس کا نتیجہ ہمیشہ زلت و پشیمانی ہے۔

توکل کی نعمت | حضرت کو حق تعالیٰ نے توکل کی نعمت نصیب فرمائی تھی اور اس لئے مدرسہ کا یہ

بڑا کارخانہ کسی محصل کا حاجت مند تھا نہ سفرو مبلغ کا بمقتضائے ہر کے راہ پر کارے ساختند آپ کا ایک رنگ خاص تھا جس میں آپ مستغرق تھے اور اس لئے بلا اسباب ظاہری آپ کے سارے کام متجانس بنا کر انجام پایا کرتے تھے کیونکہ آپ کا قدم ابتدا و امتحان کے وقت ڈگمگاتا تھا۔

ایک مرتبہ ملا عبد العزیز صاحب نے کہ آپ کے قدیم مخلص خادم اور مدرسہ کے نگرانِ اعظم تھے آکر اطلاع دی کہ آٹا بھی ختم ہو چکا اور لکڑیاں بھی تمام ہو گئیں۔ کل کے لئے نہ جنس کا دانہ ہے نہ پاس کوئی پیسہ۔ آپ سن کر خاموش ہو گئے اور کچھ جواب نہ دیا مگر خود فرماتے تھے دل میں اپنے مالک سے یہ عالمی

ہے۔ اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو کافی ہیں۔ لہٰذا ہر ایک شخص کو ایک ایک کام کے واسطے نایا ہے۔



کہ اے کریم آقا تیری مخلوق جو تیرے کلام کی تلاوت و تعلیم میں مشغول ہے کیا فاقہ کرے گی؟ اس کے بعد خود ہی یہ مضمون دل پر جما کہ توجان تیرا کام، اگر فاقہ ہی کرانا منظور ہے تو صبر کی توفیق بخشے کہ یہ بھی آپ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ رات ہوئی اور موجودہ غلہ پک پکا کر ٹکے خالی ہو گئے مگر آپ کی طبیعت پر نہ اس و پریشانی آئی۔ کسی سے قرض مانگنے کا وسوسہ ہوا۔

صبح نہ ہوئی تھی کہ طالب علم جو نہانے کے لئے ندی پر گئے تھے دوڑے ہوئے آئے اور کہا حضرت جی ندی میں تو لکڑیاں ہی چلی آرہی ہیں خوشی کے مارے آپ کا چہرہ دیکھنے لگا اور آپ نے فرمایا کہ کریم رزاق انے تمہاری روزی کا سامان بھیجا ہے جاؤ جتنی سمیٹی جائیں سمیٹ لاؤ۔ چنانچہ سارے طالب علم دوڑ پڑے اور روک لگا کر لکڑیاں لادنا شروع کر دیں کہ دو گھنٹہ میں اتنا اونچا ڈھیر لگ گیا جس سے زیادہ کی گنجائش بھی نہیں تھی۔ لکڑیوں کی آمد بھی بند ہو گئی اور اب آٹے کی ضرورت رہ گئی۔

دو گھنٹہ بعد ڈاکیہ آیا اور ڈیڑھ سو روپیہ کا منی آرڈر پیش کیا جس میں لکھا تھا کہ مدرسۃ القرآن کے لئے بھیجتا ہوں اس کے خرچ میں لائیں۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے بھیجنے والے کا نام پوچھا تو ایسا شخص جس کو میں جانتا بھی نہ تھا۔ میں نے بار بار کہا کہ کسی اور کا ہو گا کیونکہ بھیجنے والا میرے ذہن میں نہیں آیا۔ مگر ڈاکیہ نے کہا کہ پتہ آپ کا نام آپ کا مرسل کو آپ پہچانیں یا نہ پہچانیں مگر اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ آپ کا ہے پس آپ نے وصول فرمایا اور یہ کہہ کر بلا عبدالعزیز کے حوالہ کیا لو ملا جی اللہ نے اپنے ہمانوں کے آٹے لکڑی کا سامان کر دیا۔ روٹی کا وقت آ گیا ہے اس لئے جلدی آکا منگا لو کہ لکڑی موجود ہی ہوئی موٹی روٹیاں پکا کر نیک سے سب کھالیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہ لکڑیاں پورے چھ مہینے کام آئیں اور روپیہ کا تو آج تک پتہ نہ چلا کہ کس نے بھیجا تھا۔ الحمد للہ اس کے بعد مدرسہ کو کبھی ایسی صورت پیش نہیں آئی اور نہ میں نے جانا کہ مولیٰ کریم کہاں سے بھیجتے ہیں اور کس سے دیواتے ہیں۔

کار سازِ مابسا ز کارِ ما فکرِ مادرِ کارِ ما آزارِ ما

صبر و شکر، قناعت، اخلاص، علم و یقین، تفویض و توکل، رضا و تسلیم کی آپ مجسم تصویر تھے ہر چیز دوست می رسد نیکوست آپ کی خوشی، مرض اور تکلیف کا کتمان آپ میں اتنا بڑھا ہوا تھا کہ

لہ برسات میں پانی برس کر بہہ کرنا لوں ندیوں میں جانا اور پڑی گری لکڑیوں، خس و خاشاک کو بہا لیا جاتا ہے یہ لکڑیاں عام ہوتی ہیں جو لے لے اس کی ہیں اس لئے لی گئیں۔

لہ ہمارے کام بنانے والا تو ہمارے کاموں کے بنانے میں ہی ہے اب ہمارے کاموں میں ہمارا سوچ بچار کرنا یہ خود ہماری تکلیف ہے۔ لہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے حوالہ کر دینا۔ لہ محبوب کی طرف سے جو کچھ بھی پہنچتا ہے بہتر ہے۔ لہ چھانا۔



اس کا ظاہر کرنا یا زبان سے نکالنا بھی آپ اپنے اللہ جل جلالہ کی شکایت کرنا سمجھتے اور مخلص سے مخلص حاضر باش کو بھی پتہ نہ چلتا تھا کہ آپ کو تکلیف ہے۔

**صبر و تحمل** ایک بار حاضرین نے دیکھا کہ نماز کے لئے مسجد کو جاتے وقت آپ کے پاؤں میں لنگ ہوتی ہے اور پوچھا بھی کہ حضرت کیا کچھ تکلیف ہے مگر آپ نے فرمایا کہ نہیں الحمد للہ ہر طرح راحت ہے۔ کئی دن متواتر اسی حال پر گزرے آخر چھٹے ساتویں دن مسجد کو جاتے ہوئے پا جامہ پیپ اور خون سے بھر گیا اور اس وقت خدام کو پتہ چلا کہ دُئل تھا جو اندر ہی اندر پک رہا تھا اور آپ نہ زبان سے ذکر فرماتے تھے نہ چلنے میں اثر محسوس ہونے دیتے تھے کہ زبان حال اظہار نہ ہو جائے۔

ایک بار آپ سخت بیمار ہوئے کہ زلیست کی امیرہ تھی حکیم جمیل الدین صاحب معالج تھے ایک دن بندہ بھی حاضر تھا کہ اشاروں سے باتیں فرمائیں، ہر چند حکیم صاحب نے دریافت کیا کہ کیا تکلیف ہے مگر آپ چہرہ کی بتاؤ اور ہاتھ کے اشاروں سے صحت و راحت ظاہر فرماتے رہے۔ آخر تین دن اسی حالت پر گزرے اور چوتھے دن معلوم ہوا کہ سارے منہ کے اندر آبلے پڑ گئے تھے جن کو کھول کر دکھانا تو کیا گوارا ہوتا بات کرنے میں منہ کا کھلنا اور آبلوں کا دیکھ جانا بھی آپ کو گوارا نہ ہوا اس لئے اشاروں سے باتیں کیں۔

**دکھائی و مدارات** اس کے ساتھ مخلوق کی دکھائی و مدارات بھی آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری گئی تھی کہ ہر شخص یوں سمجھتا تھا حضرت کو سب سے زیادہ محبت میرے ساتھ ہے۔ اس لئے دونوں کے جمع ہوجانے کے وقت آپ کو بڑی صیق پیش آتی کہ جب آپ کا مرض کھل جاتا تو خدام کا اصرار ہوتا تھا دوا استعمال کرنے کا اور آپ طبعی اقتضا سے دوا کا استعمال مکروہ سمجھتے تھے کہ جس مالک نے مرض دیا وہی معالج کافی ہے۔ اور ادھر خدام سے صاف انکار فرما کر ان کی دل شکنی بھی نہ کر سکتے تھے اس لئے مفید و مضر ہر دوا یہ سمجھ کر کہ یہ بھی متجاہل شہر آپ پیتے اور دوا کے مؤثر ہونے کا کسی درجہ میں بھی آپ کو واہمہ نہ ہوتا تھا۔

۱۔ یعنی شکایت کی صورت بنا دینا ہے کہ گویا ہم اس کے مستحق نہ تھے ہم پر ظلم و زیادتی ہو رہا ہے مگر ریاض کی یہ صورت نہیں ہوتی اس لئے شکایت نہیں شکایت کی صورت ہے بلکہ یہ حکایت ہے کہ نقل کرنا کہ ایسا ہوا ہے بعض بزرگ اس صورت سے بھی بچتے ہو اور بعض اپنی عاجزی اور خدا کی مدد کی حاجت مندی ظاہر کرنے کے لئے ظاہر بھی کر دیتے ہیں جیسی نیت اور حال ہو وہی مناسب ہوتا ہے۔ ۲۔ محبوب کی طرف سے ہونے کی وجہ سے جب ذہن یہ حاضر ہو تو تکلیف نہ ہونا کہنا صحیح ہے۔

۳۔ پھوڑا۔ ۴۔ حکیم اجل خاں کے استاد دہلی والے۔

۵۔ دوسروں کی باتوں کو برداشت کر کے بجائے ناگواری کے خوش خلقی کرنا۔

۶۔ گو علاج کرنا جائز طریقے سے جائز بھی ہے اور کامل درجے کے لوگوں کو کمال توکل میں ترک درست ہے۔

۷۔ ان کا بھی حق ہے کہ وہ مخدوم کے لئے جائز علراجات کر کے سکون دل حاصل کریں۔

۸۔ خود بخود اثر کرنے والی۔ بلکہ حق تعالیٰ کے فضل کا ذریعہ قرار دے کر۔



ایک دفعہ ایک نادان طبیب نے مخلصانہ خدمت کا حق ادا کرتے ہوئے آپ کو زہر دیدیا کہ فوراً آپ کو قے ہوگئی اور مرض ترقی کر گیا۔ ڈاکٹری تشخیص سے پتہ چلا کہ چند قے نہ ہوتی تو جانبری محال تھی۔ حضرت کے جس کو ذرا بھی تعلق تھا وہ حکیم صاحب پر آنکھیں نکالتا اور ان کی صورت سے بیزار ہو گیا۔ مگر آپ کو حکیم صاحب کی ندامت اور اپنے خدام کی ان سے یہ وحشت ایک مستقل تکلیف بن گئی کہ وہ بھی کتمان و ضبط میں رہی جس کا اثر یہ تھا کہ حکیم صاحب تشریف لاتے تو آپ ان کو سب سے الگ اپنے پاس چار پائی پر بٹھاتے اور کسی کی بھی دوا کا استعمال ہو مگر حکیم صاحب سے مشورہ لیا کرتے اور وہ اس کو مناسب مرض بتاتے تو آپ استعمال فرماتے ورنہ ان سے ایسی ہی باتیں کرتے جس سے ان کو یقین ہو جاتا کہ حضرت میرے معالجہ کے معتقد اور میری صداقت و مزاج شناسی کے معترف ہیں۔ اور مخلص خدام سے ایک مرتبہ نرم لہجہ میں اس طرح فرمایا کہ ”حکیم صاحب تو میرے محسن ہیں۔ غلطی تو ہر بشر کے ساتھ لگی ہوتی ہے مگر جو کچھ کیا وہ محبت و شفقت ہی کی نیت سے کیا، ان کو کوئی تڑپھی نظر سے دیکھتا ہے تو میرے دل پر ایک برچھی لگتی ہے، فاعل مختار بجز مولیٰ کریم کے کوئی نہیں جو ہوا وہ اس کی مشیت سے ہوا پھر کسی کو کیا حق ہے کہ آلہ وادزار کو سرزنش کرے“ مجھے خوب معلوم تھا کہ حضرت دوا کا استعمال محض مخلوق کی دلداری کے لئے مجاہدہ سمجھ کر کیا کرتے تھے مگر با اینہم میں نے دیکھا کہ یہ حکیم صاحب آئے تو فوراً حضرت نے اس اہتمام سے بلایا گویا حضرت دیر سے ان کا انتظار کر رہے تھے اور چپکے چپکے ان سے باتیں کرتے اور یہ سمجھا سمجھا کر حضرت کو جواب دیا کرتے کہ یوں کر ناچاہئے اور اس دوا کا استعمال ہونا چاہئے۔ حضرت اس پرفرحت کا اظہار فرماتے اور ان کا دل باغ بلوغ ہو جاتا کہ حضرت کو میری تشخیص و معالجہ کے سوا کسی پر اعتماد نہیں ہے۔

**سفر حج میں رفا کی دلداری** | دلداری خلق کا رنگ آپ پر اتنا غالب تھا کہ پیاری سے پیاری چیز اس کے مقابلہ میں ہیچ تھی۔ آپ سفر حج کو چلے اور اسی بیانیہ نفر آپ کے ساتھ ہوئے جن میں مختلف طبقات اور مختلف خیالات کے لوگ تھے۔ اتنا جم غفیر اور ان کی خبر گیری کوئی آسان بات نہ تھی خصوصاً جبکہ آپ کے ساتھ اہلیہ اور بہو اور صاحبزادہ عبدالرشید مرحوم بھی تھے کہ اپنے ہی انتظامات کی سنبھال مشکل تھی مگر اللہ رے ہمت نہ ہوئی بچہ کا فکر ہوانہ اپنی جان کا۔ رفا میں ہر شخص کی راحت کا خیال مقدم تھا۔ بمبئی پہنچے تو جہاز تیار مگر سب کے ٹکٹ ملیں تو آپ سوار ہوا لہذا اختیار کے ساتھ مرنے والا۔ اللہ اجازت اور چاہئے سے۔ اللہ جب کرنے والے وہ ہیں تو بندے مثل آلہ وادزار کے ہوئے ان کو مزادینا ٹھیک نہیں۔ اللہ طبیعت کے خلاف کیونکہ طبیعت پر توکل کامل غالب تھا مگر خادموں کے دل کے سکون کا بھی حق تھا۔



اور وہاں دس بارہ سے زیادہ ٹکٹ ہی باقی نہیں۔ آخر رفقا کو آپ نے رطونہ کیا اور خود دوسرے جہاز کے انتظار میں پندرہ دن پڑے رہے۔

بیٹا بیٹا ہے مگر رفیقوں کا خاص خیال | مکہ مکرمہ پہنچ کر عبدالرشید مرحوم پیش میں مبتلا اور اتنا بیمار ہوا کہ کروٹ لینا مشکل مگر آپ کو رفقا کے سامنے

نہ اپنی تکلیف کا حس نہ بچہ کی تکلیف کا احساس۔ جوں توں اونٹ پر لاد کر حج ہوا اور اب مدینہ منورہ کے لئے قافلہ کی تیاری کا وقت آیا تو ہر شخص کا تقاضا کہ جلدی چلو ہمارے پاس خرچ کم رہا ہے اور اس لئے مکہ میں زیادہ ٹھہر نہیں سکتے۔ عبدالرشید کی یہ حالت کہ اونٹ پر لیٹنا بھی مشکل چہ جائیکہ بارہ دن مسلسل کا کٹھن سفر مگر آپ نے تیاری کر دی اور مطوف کو سب کا کرایہ پہنچا دیا کہ اسی قافلے میں ہمارے چلنے کا انتظام کرو۔

اتفاق سے بندہ بھی اپنے حضرت کے ساتھ بعد میں حاضر حرم شریف ہو کر حضرت سے مل لیا تھا۔ یہ حال دیکھ کر حضرت تشریف لائے اور بندہ ساتھ تھا۔ حضرت نے تیز لہجہ میں مولانا سے فرمایا کہ آپ مکہ میں جنگل میں نہیں اس لئے اس حالت میں کہ عبدالرشید کسی طرح سفر کے قابل نہیں آپ کیوں عجلت کر رہے ہیں؟ مولانا چونکہ حضرت کا بہت ہی زیادہ احترام فرماتے تھے کہ شاید کوئی مرید اپنے پیر کا بھی اتنا احترام نہ کر سکے اس لئے گھبرا گئے اور عرض کیا کہ حضرت کیا کروں رفقا کو اپنی خاطر تکلیف میں نہیں ڈالا جاتا کہ ان کو عجلت ہے اور خرچ کم ہو چلا وہ میری وجہ سے رُکے تو ان کا مکہ میں بادلِ ناخواتہ وحشت کے ساتھ قیام ان کے لئے موجب وبال ہو جائے گا۔ حضرت نے اپنے صاف گوئی کے دوسرے رنگ میں غرق تھے۔ بساختہ فرمایا تمہیں ان کے روکنے کی ضرورت نہیں کہدو جس کا دل چاہے جائے اور میں اس وقت عبدالرشید کی شدتِ علالت کے سبب سفر نہیں کر سکتا، آخر رفقا کی مراعات آپ پر ضروری ہے تو عبدالرشید کی مراعات ان سب سے زیادہ ضروری ہے کہ رفیق سفر بھی ہے اور بیٹا ہے جس کے حقوق سب پر مقدم ہیں۔

مولانا گردن جھکا کر چپ ہو رہے اور جب حضرت چلنے لگے تو اشارہ سے مجھے رک جلنے کا امر فرمایا اور پھر تنہائی میں اپنی پریشانی و ضیق ظاہر فرمائی کہ سمجھتا سب کچھ ہوں مگر یہ لوگ میری معیت کے لئے گھروں سے چلے ہیں اب کس منہ سے جواب دوں کہ تم جاؤ میں نہیں جاتا، ان کے دل کیا کہیں گے کہ عبدالرحیم کی معیت کے شوق میں حج کو گئے اور اس نے معیت چھوڑ کر نکاسا جواب دیدیا۔ اب دوسری ضیق حضرت کی گرانی خاطر

لے گوتی پوری اور طبی بات کا اثر تھا مگر ان پر ظاہر نہ فرمایا۔ اے گو پیر بھائی تھے اور دونوں خلیفہ ہونے کی وجہ سے ایک درجہ میں تھے مگر پیر کا فرق مراتب کا لحاظ ہوتا ہے۔ اے کیونکہ عبدالرشید کی ضرورت اپنی ضرورت تھی



کی پیش آگئی کہ حضرت کے خلاف مزاج سفر کس طرح کروں۔

رہا عبدالرشید کا قصہ سو موت ہے یا حیات امر مقرر ہے اور وقت مقرر ہے جتنے دنوں کی بیکریا ہے اس میں ایک لمحہ کی کمی یا بیشی نہیں ہو سکتی سب گزر ہی جائے گی۔ اب معاملہ تیرے سپرد کرتا ہوں کسی طرح حضرت سے بخوشی اجازت دلا دے کہ میری تو حضرت کے سامنے عرض کی ہمت ہی نہیں۔“

مجھے درحقیقت دونوں حضرات سے محبت و عقیدت تھی کہ حضرت اگر دہنی آنکھ تھے تو مولانا میری بائیں آنکھ تھے۔ اور واقعہ ہے کہ ان دونوں حضرات کو بھی اس ناکارہ کے ساتھ اسی نسبت کا تعلق شفقت و تربیت تھا اس لئے دونوں حضرات کے رنگ سے اس و مناسبت رکھتا اور ہر ایک کا نرا لالہ لیا کرتا تھا۔ میں وہاں سے رخصت ہو کر حضرت کے پاس آیا اور عرض کیا کہ حضرت مجھ سے زیادہ حضرت کو علم ہے کہ مولانا پر رفقا کی مراعات و دلداری خلق کا اتنا غلبہ ہے کہ اس کے ترک پر قدرت نہیں رکھتے اور عبدالرشید کی تکلیف چونکہ بیٹا ہونے کی حیثیت سے خود حضرت کی تکلیف ہے اس لئے رفقا کی اتنی دیکھوئی پر کہ ساتھ بھی نہ چھوٹنے پائے اپنی ہر تکلیف کا برداشت کرنا حضرت کو سہل ہے مگر اس وقت حضرت کے ارشاد پر ایک بڑی صینق مولانا کو یہ پیش آگئی کہ نہ دلداری و معیت رفقا چھوٹ سکے اور نہ حضرت کے خلاف حکم کچھ کر سکیں۔ عجب پریشانی ہے کہ مجھے اندیشہ ہے حضرت اس کشاکشی میں خود غلیل نہ ہو جاویں۔ حضرت کو مولانا سے خود محبت بھی یہ سن کر متاثر ہوئے اور فرمایا ”اچھا بھئی بنام خدا سفر کریں خدا حافظ و ناصر ہے“ میں اسی وقت واپس آیا اور عرض کیا کہ حضرت اپنا قصد پورا فرمادیں کہ حضرت کی طرف سے اجازت ہے۔ چنانچہ آپ نے بیعت رفقا سفر کیا اور اسی حالت میں مدینہ منورہ سے ینبع ہو کر جہاز میں سوار ہوئے۔

لخت جگر عبدالرشید کا انتقال | حتیٰ کہ عدن کے قریب عبدالرشید مرحوم راہی عالمِ قدس ہوا اور آپ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر بیٹے کی نعش کو سمندر کے حوالہ کر کے اسی سکون سے بیٹھے رہے جو آپ کے لئے گویا فطری تھا۔

سلطہ۔ مقام نازک مقام ہے مولانا کے نزدیک حق خدام کا جو دینی تعلق کا ہے اور بہت افراد کا ہے وہ مقدم تھا مگر حضرت نے فرمایا کہ بیٹے کا تعلق دنیوی بھی ہے اور دینی بھی اور شدت و قوت میں یہ مقدم ہے اس کو صرف اپنا حق سمجھ کر مؤخر نہ کیا جائے ہونا کے نزدیک ان کا رکنا بادل نا خواستہ ہوا ادب مکہ کے خلاف اور وبال کا خطرہ ہے۔ حضرت کا جواب یہ ہوا کہ اپنے فعل کے وہ مختار ہیں دل لگانا ان کا کام ہے ورنہ جائیں۔ مولف کتاب نے غلبہ حال سے استدلال کیا تو حضرت نے قبول فرمایا اجازت دیدی کہ غلبہ حال میں یہ مقدم و مؤخر ہونا معاف ہے۔ اللہ اکبر کس قدر باریک نظریں تھیں اور حضرت کی۔



عبدالرشید - سربراہ العزیز خاں بھی شریک حج تھے اور مرحوم کی خدمت و تیمارداری انہیں کے حوالہ تھی۔ بستہ جب سفر سے واپس ہو کر اپنی پورپہنچا تو کمال حسرت کے ساتھ فرمانے لگے کہ مرحوم کے آخری سانس سے لیکر اب تک اس ارمان میں ہوں کہ حضرت کی زبان سے عبدالرشید کا نام سنوں مگر حضرت سے کوئی تذکرہ ہی ایسا نہ سنا جس میں مرحوم کا نام لیں، تیرے انتظار میں ٹھہرا ہوا تھا کہ مجھے حضرت سے مرحوم کا نام سوادے۔ میں نے کہا بہتر ہے کوشش کروں گا۔

چنانچہ حاضر ہوا اور سمجھتا تھا کہ حضرت کو درحقیقت میرے ساتھ بید محبت ہے اس لئے سارے سفر کی باتیں کر کے میں نے عرض کیا کہ حضرت معلوم ہوا کہ عبدالرشید مرحوم جان بر نہ ہوا اور عدن کے قریب رخصت ہوا۔ حضرت اس کو گھول گئے اور کچھ جواب نہ دیا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے عبدالرشید جیسا بیٹا سمجھیں۔ بس اس پر جوش آگیا اور بے ساختہ فرمایا عبدالرشید جیسے پچاس ہوں تو تجھ پر قربان اور تیرے ساتھ محبت کا مقابلہ عبدالرشید کی محبت کیسے کر سکتی ہے؟ حضرت کی یہ شفقت دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور حاجی عبدالعزیز صاحب کا ارمان پورا ہو گیا کہ انھوں نے دو مرتبہ مرحوم کا نام حضرت کی زبان سے سُن لیا۔

حضرت مولانا قدس سرہ کی ذات اور خود حضرت کے ساتھ میرا خادمانہ تعلق اس کو مقضی تھا کہ جداگانہ مستقل سوانح لکھتا کہ میری اصلاح و تربیت میں حضرت کا ایک خاص حصہ ہے جس کے احسان سے میری گردن نہیں اٹھ سکتی۔ مگر حضرت کا رنگ اخفا و کتمان کے متعلق مجھ کو کئے ہوئے ہے کہ لاکھوں سے ایک بات بھی بیان نہیں کر سکتا۔ آپ دائم الفکر اور دائم السکوت تھے کہ بلا ضرورت بولنا ہی نہیں باتے تھے مگر جب امر بالمعروف کا وقت آتا تو آپ کی عالمانہ تقریر ایسی نرالی طرز پر ہوتی تھی کہ دلوں میں بیٹھتی اور آہن کو موم بناتی چلی جاتی تھی۔

صحابہ کی باہمی جنگوں کی عجیب توجیہ | ایک مرتبہ بعد عصر حسب معمول آپ صحن باغ میں چار پائی پر بیٹھے ہوئے اور چار طرف موندھوں پر خدام حاضرین کا ایک کثیر مجمع چاندکا ہال بنا بیٹھا تھا کہ راؤ مراد علی خاں صاحب نے حضرات صحابہ کی باہمی جنگ رنجش کا تذکرہ شروع کر دیا اور اس پر رائے زنی ہونے لگی کہ فلاں نے غلطی کی اور فلاں کو ایسا نہ کرنا چاہئے تھا۔ یہاں تک نوبت پہنچی تو دفعۃً حضرت کو جوش آگیا اور مہر سکوت ٹوٹ گئی کہ مجھ جبری لے کر

لے دینی تعلق اور اہل اللہ کے ساتھ کا تعلق اس طبعی سے بدرجہا افضل ہے جو صرف طبعی ہو گا یہ تعلق عقلی ہو گا طبعی نہ ہو گا اس طبیعت کے اثرات مرتب ہوں۔



حضرت سنبھلے اور فرمایا اور صاحب ایک مختصر سی بات میری سن لیجئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں مخلوق کو قیامت تک پیش آنے والی تمامی ضروریات دین و دنیا سے باخبر کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ وقت اتنی بڑی تعلیم کے لئے آپ کو بہت ہی تھوڑا دیا گیا تھا۔ اس تعلیم کی تکمیل کے لئے ہر قسم کے حوادث اور واقعات پیش آنے کی ضرورت تھی کہ ان پر حکم اور عمل مرتب ہو تو دنیا سیکھے کہ فلاں واقعہ میں یوں ہونا چاہئے۔ پس اصول کے درجہ میں کوئی واقعہ بھی ایسا نہیں ہوا جو حضرت روحی فداہ کے زیادہ بابرکت میں حادث نہ ہو چکا ہو۔ اب واقعات تھے دو قسم کے ایک وہ جو منصب نبوت کے خلاف نہیں، اور دوسرے وہ جو عظمت شان نبوت کے منافی ہیں۔ پس جو واقعات منصب نبوت کے خلاف نہ تھے وہ تو خود حضرت پر پیش آئے مثلاً تزویج اور اولاد کا پیدا ہونا ان کا مراد فنا ناکفنا وغیرہ وغیرہ تمامی خوشی و غمی کے واقعات حضرت کو پیش آگئے اور دنیا کو عملیہ سبق مل گیا کہ عزیز کے مرنے پر ہم کو فلاں فلاں کام کرنا مناسب ہے اور فلاں نامناسب، اور کسی کی ولادت وقتنہ و نکاح وغیرہ کی خوشی کے موقع پر یہ بات جائز ہے اور یہ خلاف سنت۔

مگر وہ واقعات باقی رہے جو رسول پر پیش آویں تو عظمت رسالت کا خلاف ہو اور نہ پیش آویں تو تعلیم محمدی نا تمام رہے۔ مثلاً زنا و چوری وغیرہ ہو تو اس طرح عدد تعزیر ہونا چاہئے اور باہم جنگ قتال یا نفسانی اغراض پر دنیوی امور میں نزاع و رنجش ہو تو اس طرح اصلاح ہونا چاہئے۔ یہ امور ذات محمدی پر پیش آنا کسی طرح مناسب نہ تھے اور ضرورت تھی پیش آنے کی۔

لہذا حضرات صحابہ نے اپنے نفوس کو پیش کیا کہ ہم خدام و غلام آخر کس مصرف کے ہیں، جو امور حضرت کی شان کے خلاف ہیں وہ ہم پر پیش آویں اور حکم و نتیجہ مرتب کیا جائے تاکہ دین کی تکمیل ہو جائے۔ چنانچہ حضرات صحابہ پر وہ سب ہی کچھ پیش آیا جو آئندہ قیامت تک آنے والی مخلوق کے لئے رشد و ہدایت بنا اور دنیا کے ہر بھلے بڑے کو معلوم ہو گیا کہ فلاں واقعہ میں یہ کرنا اور اس طرح کرنا مناسب ہے اور یہ کرنا اور اس طرح کرنا مناسب نہیں کوئی ہو ایسا باہمت جاں نثار جو تکمیل دین محمدی کی خاطر ہر ذلت کو عنایت اور عیب کو ہنر سمجھ کر نشانہ ملامت بننے پر فخر کرے اور بزبانِ حال کہے کہ

نشود نصیب دشمن کہ نشود ہلاک تیغت      سر دوستان سلامت کہ تو خجرا زمانی

شہرت و نیکنامی اور عزت و نام آوری سب چاہا کرتے ہیں مگر اس کا مزہ کسی عاشق سے پوچھو کہ جانتا ہے

لے تاکہ لا نصیر کا عمل مبارک ہر معاملہ میں شمع ہدایت بن جائے۔ لے مخالف۔ لے اگر اس وقت جاری نہ ہو جائیں مگر جاری کرنا اب سے باوجود بھی لوگ کنارہ کش ہو رہے ہیں۔ لے یعنی تضاد قدریں۔ لے دشمن کو نصیب ہو کہ تیری تلوار سے ہلاک ہو جو ہم دوستوں کا رہنا چاہتے

ہاں کہ تو یہ خجرا زمانے۔



میں کیا ضعف ہے اور کچھ معشوق کی سنگ و عار کیا لذیذ شے ہے ۵

ازنگ چہ گوئی مر نام زنگ ست و از نام چہ پرسی کہ مر انگ ز نام است

سچے عاشق تو اس طرح ہماری تمہاری اصلاح و تعلیم کی خاطر اپنی عزت و آبرو نثار کریں اور ہم ان کے منصف و ڈپٹی بن کر تیرے سو برس بعد ان کے مقدمات کا فیصلہ دینے کے لئے بیٹھیں اور نکتہ چینیاں کر کے اپنی عاقبت گندی کریں، اس سے کیا حاصل؟ اگر ان جو اہراتِ سینہ کے قدردان نہیں بن سکے تو کم سے کم بد زبانی و طعن ہی سے اپنا منہ بند رکھیں کہ اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوہم من بعدی عرضاً۔ دیر تک اپنے یہ تقریر فرمائی کہ دہن مبارک سے پھول جھڑتے اور سامعین کے مشامِ جان میں جگہ پکرتے رہے۔

**تلاوتِ قرآن** جس طرح آپ کو تعلیم قرآن مجید سے شغف تھا اسی طرح خود تلاوتِ کلام اللہ سے عشق تھا، آپ حافظِ قرآن تھے اور شب کا قریب قریب سارا وقت تلاوت

میں صرف ہوتا تھا۔ رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں شاید آپ گھنٹہ بھر سے زیادہ نہ سوتے ہوں۔ اور اسی لئے آپ کو لوگوں سے وحشت ہوتی تھی کہ معمولِ تلاوت میں حرج ہوتا تھا۔ عصر و مغرب کے درمیان کا وقت عام دربار اور سب کی ملاقات کے لئے مخصوص تھا اور اس کے علاوہ بغیر کسی خاص ضرورت کے آپ کسی سے نہ ملتے اور مکان کا دروازہ بند فرما کر خلوت کے مزے لوٹتے اور اپنے مولیٰ کریم سے راز و نیاز میں مشغول رہا کرتے تھے۔

**خوراک** خوراک آپ کی بہت ہی کم تھی اور ماہِ رمضان میں تو مجاہدہ اس قدر بڑھ جاتا تھا کہ دیکھنے والوں کو ترس آتا تھا۔ افطار و سحر دونوں کا کھانا بمشکل دو پیالی چاء اور ادھی یا ایک چپاتی

ہوتا تھا۔ شروع میں آپ قرآن مجید تراویح میں خود سناتے اور دو بجے ڈھائی بجے فارغ ہوتے تھے مگر آخر میں دماغ کا ضعف زیادہ بڑھ گیا تو سامع بنتے اور اپنی تلاوت کے علاوہ تین چار ختمے لیا کرتے تھے۔ ماہِ مبارک میں چونکہ تمام رات اور تمام دن آپ کا مشغلہ تلاوتِ کلام اللہ رہتا تھا۔۔۔ نامِ ہمانوں کی آند آپ روک دیا کرتے تھے اور مراسلت بھی پورے ہیٹے بند رہتی تھی کہ کوئی خطا کی کا بھی عید سے

۵۔ شام و عار کو کیا کہتے ہو مجھے تو اس عار سے ہی نام میرا ہے اور نامِ آدمی کو کیا پوچھتے ہو مجھے تو نامِ آدمی سے ہی عار آتی ہے۔  
۶۔ علی بن ابی طالب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے متعلق کہ ان کو میرے بعد نشانہ ملامت نہ آئے گی۔ اسی حدیث میں یہ ہے کہ جو ان سے محبت کرتا ہے میری محبت کی وجہ سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا مجھ سے بغض کی وجہ سے رکھے گا یعنی اگر حضور سے محبت کرے تو ان سے محبت ہوگی حضور سے بغض ہوگا تو ان سے بھی ہوگا لہذا جو شخص کسی ایک صحابی سے بھی بغض رکھے اس کو اس حضور سے بغض ہی اور نبی سے بغض رکھنا خدا سے بغض ہے اب اس کا نتیجہ غور کرو کیا ہوگا۔

۷۔ روح کی سوچھی کی تھی۔ ۵۔ ہر رنگ کے مختلف ہوتے ہیں ہمیں ذاتی عبارات کا غلبہ ہوتا ہے کہیں تبلیغ و اصلاح کا اس لئے

۸۔ وہ ہے جس کے لئے عیسیٰ اشارہ ملتا ہے وہ اس میں رجعت کرتے ہیں۔



قبل دیکھا یا سنا جاتا تھا۔ اللہ جل جلالہ کا ذکر جس پر یہ پہنچا ہوا آپ کی اہل غذا تھی اور اسی سے آپ کو وہ قوت پہنچتی تھی جس کے سامنے دوار المسک اور جواہر نہرہ بیچ تھا۔

**معارف و حقائق سے بیماری کا علاج** | ایک مرتبہ آپ سخت بیمار ہوئے اور ضعف کی وجہ سے کروٹ بدلتا مشکل ہو گیا۔ پھر مرض سے کچھ آفاقہ ہوا مگر ضعف کی وہی حالت رہی کہ دودھ پینے کے لئے چمچہ ہاتھ میں تھامتے تو ہاتھ کانپتا اور چمچہ پکڑا نہ جاتا تھا۔ ایک مزاج شناس غلام نے طبیب کو رائے دی کہ مقویات و مفرحات کا استعمال بیکار ہے کوئی کتاب جس میں معارف و حقائق ہوں سنا شروع کر دیجئے کہ روزانہ قوت بڑھتی رہے گی۔ چنانچہ غالباً حجۃ اللہ البالغہ کا اشراق کے وقت سنا حکیم صاحب نے معمول بنالیا۔ حضرت بڑے شوق سے سنتے اور بے اختیار سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے ہوئے بعض دفعہ جوش میں اٹھ بیٹھا کرتے تھے۔

**دو متعارض حدیثوں کی نفیس توجیہ** | اسی زمانہ میں بندہ حاضر اور شریک سماعت ہوا تو ایک جگہ یہ حدیث آئی ومن یتال علی اللہ یکذبہ۔ جو شخص اللہ پر قسم کھاتا مثلاً یوں کہتا ہے کہ واللہ فلاں کام اس طرح ہوگا تو حق تعالیٰ اس کو جھوٹا بتاتا اور اس کی قسم و دعویٰ کے خلاف فرماتا ہے۔ یہ سن کر آپ جوش میں اٹھ بیٹھے اور بندہ کی طرف رخ فرما کر ارشاد فرمایا ایک حدیث میں تیوں ہے: منہم من لواقم علی اللہ لابرہ۔ خدا کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اللہ پر قسم کھا بیٹھیں تو حق تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرماتا ہے۔ حضرت کا منشا یہ تھا کہ دونوں حدیثیں متعارض کس طرح رفع ہو اور تطبیق کی کیا صورت ہے۔ حضرت کا فیضان چونکہ پاس بیٹھنے والوں پر بھی برستا تھا اس لئے فوراً ایک بات ذہن میں آئی اور میں نے عرض کیا کہ حضرت وہاں لفظ قسم آیا ہے اور یہاں یتال جو کہ باب تفعیل سے ہے اور اس کی خاصیت ہے تصنع و تکلف۔ لہذا مطلب صاف ہے کہ قسم بیباختہ کسی جوش قلبی سے نکلے تو اس پر ثمرہ مرتب ہوگا کامیابی کا اور اگر بناوٹ و تصنع سے قسم کھائی جو دعویٰ ہے اپنے تقرب اور مجاب الدعوات ہونے کا تو اس پر ثمرہ مرتب ہوگا ناکامی اور جھٹلائے جانے کا، لہذا متعارض ہی نہیں کہ تطبیق کی ضرورت ہو، حق تعالیٰ کے ہاں قدر و منزلت اخلاص کی ہے نہ کہ نفاق و تصنع کی۔ ایک چرواہے نے جوشِ محبت میں اپنے اللہ سے باتیں کیں کہ آپ مجھے مل جاویں تو پاؤں دباؤں اور دودھ پلاؤں، وہ خدا کو اتنا پیارا ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے الفاظ پر نظر کر کے اس کو گستاخ قرار دیا اور ایسے الفاظ کے استعمال سے روکا تو حق تعالیٰ کا سیدنا موسیٰ کو حکم ہوا کہ

لے خدا کے قرب اور دعاؤں کے قبول ہونے کا۔



تو برائے وصل کردن آمدی نے برائے فصل کردن آمدی

اور منافقین نے پیغمبر کے ساتھ نمازیں پڑھیں اور محبت و عظمت رسول کے بڑے بڑے دعوے کے نگر حکم آیا کہ ان المنافقین فی الدارک الاسفل من النار۔ پس با فرق ہے اخلاص و سادگی میں اور بناوٹ و تصنع میں حضرت کا چہرہ اس تقریر کو سن کر خوشی سے دکنے لگا اور سبحان اللہ سبحان اللہ فرماتے ہوئے پھر تکبیر پڑھ رہے۔ کامل تین گھنٹہ آپ کتاب سنتے اور پتہ بھی نہ چلتا کہ آپ بیمار ہوئے تھے اور ضعف ہے حتیٰ کہ چند ہی روز میں آپ کی کمزوری قوت سے بدل گئی اور آپ نماز کو اپنے پاؤں سے مسجد تک جانے لگے۔

**حقائق و معارف کا فیضان** | حقائق و معارف آپ پر بارش کی طرح برسا کرتے مگر آپ کسی پر ان کا اظہار نہ فرمایا کرتے تھے کسی خاص موقع پر کوئی بات زبان سے نکل جاتی ورنہ ہر وقت آپ ایک اندرونی لذت میں غرق رہتے اور بزبان حال فرمایا کرتے تھے

ستم است اگر ہوست کشد کہ بسیر سرو سمن در آ تو ز غنچہ کم ند میدہ دیدل کشا چمن در آ

**حق و باطل کی معرفت کا معیار** | ایک دن آپ کی مجلس میں بدعت و سنت کے مسائل اختلاف کی بحث ہوئے لگی، آپ دیر تک سنتے رہے اور آخر میں فرمایا کہ

میرے نزدیک علاوہ دلائل علیہ کے حق و باطل پہچاننے کا ایک معیار اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ قدرت نے ہر چیز میں اس کے ہمجنس کی طرف کشش کا مادہ رکھا ہے کہ بوتل یا بوتل باز یا باز۔ اور یہ قدرت کا عطیہ جس کو فطرت

کہنا چاہئے اجسام ہوں یا اعراض سب ہی میں جاری و ساری ہے۔ پس جس فعل کے متعلق یہ شبہ ہو کہ معلوم حق ہے یا باطل، اس میں یہ دیکھنا چاہئے کہ اس کی طرف میلان کن قلوب کا ہوا اور کشش کس قسم کے

لوگوں کی ہے؟ پس اگر دیکھو کہ بدین فساق و فجار کو ابتداءً اس کی طرف حرکت ہوئی اور وہی قلوب جوش و خروش کے ساتھ اس کی طرف لپکتے ہیں تو سمجھ لو کہ اس فعل میں ضرور ظلمت ہے اگرچہ ظاہری صورت

نورانی اور دینی معلوم ہوتی ہو، کیونکہ اس میں نور ہوتا تو ظلمانی قلوب کو جذب نہ کرتا بلکہ وہ اس سے بھاگتے اور نورانی قلوب اولیاء و صلحا کے اس کی جانب کھینچتے۔ اور اگر کسی فعل کو دیکھو کہ دیندار اہل اللہ

نہ تم تو سب کو ہم سے ملانے کے واسطے آئے ہو ہم سے جدا کرنے کیلئے نہیں آئے۔ سہ جیشک منافق لوگ جنم کے نیچے کے طبقہ میں ہیں۔ سہ بڑا ظلم ہے اگر ہوس تم کو اس طرف کھینچے کہ جنسی و سرور کی میر کے لئے داخل ہو تم خود پھول سے کم نہیں کھلے ہوئے

دل کا درکھو لو اور جن میں داخل ہو جاؤ۔ سہ بہلا مصرعہ یہ ہے کہ ہم جنس با ہم جنس پرواز۔ کہ ایک جنس جنس کے ساتھ ہی ڈاکرئی ہے کہ توڑ کوڑ کے ساتھ باز کے ساتھ۔ سہ لمبائی جوڑائی موٹائی والی چیز جسم ہے اور جو بغیر دوسرے کے الگ

۲۰۰۰ سے ۲۰۰۰ ہے اور جمع۔



اس کی طرف جاتے اور عوام و بازاری اس سے بھاگتے ہیں تو سمجھ لو کہ ضرور اس فعل میں نورانیت ہے کہ اہل نور کے قلوب کو اس طرف کشش ہوئی اور ظلمانی قلوب نے اس سے وحشت کھائی۔

پس عوام کا کسی اختلافی مسئلہ کے متعلق یہ کہنا کہ ہم تو بے پڑھے ہیں اور دونوں طرف مولوی ہیں پھر ہم کیونکر سمجھیں کہ کون حق پر ہے "خدا کے نزدیک معتبر اور عذر مقبول نہ ہوگا۔ بالخصوص جبکہ وہ دونوں طرف علماء ہونے کے قائل ہو کر بھی ایک طرف جھکے ہوئے ہیں جو دلیل ہے کہ ایک شق کو ان کے نفوس نے تزیح دے کر اختیار کیا اور اپنے اوپر سے الزام اتارنے کے لئے مولویوں میں فیصلہ نہ کر سکنے کا عذر تراشا ہے۔ اس طرح پتلا غور کرنے سے ہر بے پڑھے سے بے پڑھا حق اور باطل سمجھ سکتا ہے کیونکہ دیکھ رہا ہے کہ رسومات و بدعات رائجہ کی طرف یا وہ بازاری عوام جھکتے ہیں جن کو نماز روزہ تک سے وحشت بے تعلقی ہے اور یا وہ پڑھے لکھے مائل ہوتے ہیں جن کی نورانیت قلوب کو جب جاہ و مال نے دبا لیا ہے اور اگر کوئی مخلص دھوکہ کھا کر ادھر چلا بھی گیا تو خود اپنے قلب کو ٹوٹول لے کہ وہ کشش نہ ہوگی جو درود نماز روزہ جیسی کھلی اور صاف عبادتوں کی طرف اس کو ہوتی ہے اور اس لئے امید ہے انشاء اللہ کہ اس کا قلب اس کی رہبری کرے گا اور وہ متنبہ ہو کر نور سنت کی طرف ضرور آجائے گا۔

یہ سننے کے بعد میرے ذہن میں یہ مصنون آیا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے قصہ ہجرت میں آپ کی برائت و پاکدامنی کا ثبوت دیتے ہوئے آخر میں حق تعالیٰ نے ایک دلیل یہ بھی بیان فرمائی ہے۔  
 الخبيثات للخبيثين والخبيثون للخبيثات والطيبات للطيبين والطيبون للطيبين  
 گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے علیٰ ہذا سترہ و عورتیں سترے مردوں کے لئے خاص ہیں اور سترے مرد ستری عورتوں کے لئے۔ پس اگر تعلق زوجیت مراد ہو لے لیا جائے کہ حضرت صدیقہ چونکہ اطیب الخلق پیغمبر کی بی بی ہیں لہذا فحشاء کی گندگی سے پاک رہنا ہونی چاہئے۔ تو یہ دلیل منقوض ہو جائے گی۔ حضرت آسیہ اور حضرت لوطؑ کی بی بی سے کہ اول ذکر ہو کر خبیثت بلکہ اجنبیت کی زوجیت میں آئیں اور امراة لوط خبیثۃ النفس ہو کر طیب النفس پیغمبر کی زوجہ بنی اور دلیل حق تعالیٰ کی خصوصاً ایسے نازک قصہ کی برائت کے لئے مخدوش نہیں ہو سکتی۔ پس کشش اور محبت مراد لی جائے گی کہ دنیا جانتی اور ہر موافق و مخالف آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ حضرت صدیقہؑ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ ہیں کہ اطیب الخلق کا قلب مصبران کی طرف جھکتا اور مائل ہوتا ہے۔

لے ساری مخلوق سے زیادہ عمرہ لے ٹوٹ جلدی لے بڑا خبیث و عوان ہے خبیث روح و دل۔



پس لامحالہ ماننا پڑے گا کہ حضرت صدیقؓ میں طیب ضرور ہے اور بے عفتی سے جو کہ اصل گندگی ہے وہ پاک صاف ہیں ورنہ گندری طبیعت رکھتے ہوئے پاک اور ستھرے قلب کا میلان اس طرف کبھی نہ ہوتا۔ پس کہیں زوجیت کے تعلق میں اس کا خلاف ہوا بھی تو یہ کوئی نہیں ثابت کر سکتا کہ کشش اور دلی محبت بھی دونوں میں ہوئی ہو۔ یہ قاعدہ کلیہ جس کو حق تعالیٰ نے آخری اور قطعی دلیل بنا کر ہر قریب و بعید اور ذکی و بلید کے لئے فیصلہ فرادید کیا کہ اگر حضرت صدیقؓ پر واہمہ ہو گندگی بے عفتی کا تو اس کا اثر پڑے گا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناقد رشناس بلکہ پھر حق تعالیٰ کی سبوحیت کے ساتھ گستاخ بننے پر، جس میں ایمان ہی ہاتھ سے گیا کہ آپ محبوب ہیں حق تعالیٰ کے، اور اگر حضرت کو بحیثیت رسالت و محبوبیت اطیب النفس سمجھا جیسا کہ ایمان کا مقتضا ہے تو حضرت عائشہؓ کو ضرور طیبۃ النفس ماننا پڑے گا کہ حضرت عائشہؓ کی محبوبیت اور آنحضرتؐ کے قلب کا اس طرف انجذاب و میلان اس زیادہ والوں کے لئے مشاہدہ سے اور ہمارے لئے تو اثر و شہرت سے ثابت ہو کر محقق و یقینی بن چکا ہے۔ اب جس کا بھی دل چاہے ہر امر میں حق و باطل ہونے کا فیصلہ کر لے کہ قد تبین المرشد من الغی پس اگر اپنے اللہ سے معاملہ صاف کرنا مقصود ہو تو انشاء اللہ انشاء اللہ حق واضح ہوئے بغیر نہ رہے گا۔

اس کے بعد فرمایا المرء مع من احب میں بھی یہی راز ہے کہ محبت سے کشش ہوتی ہے اور کشش محبوب کو محب کے رنگ دیتی ہے کہ جس درجہ کی کشش ہوگی اسی درجہ کی معیت لامحالہ مرتب ہوگی۔ اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ اسی لئے یہ بھی ہیں کہ اہل اللہ کی محبت بڑی نعمت ہے کہ جو کچھ ملتا ہے اسی کی بدولت ملتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو تمامی صحابہ پر فضیلت اسی محبت پر نصیب ہوئی ورنہ آپ کا مجاہدہ عملی اس درجہ نہ تھا کہ تمام صحابہ سے بڑھادے، اور محبت و کشش کے یہ اثرات تھے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے میں کبھی اجتہادی غلطی ہوئی تو ابوبکرؓ کی رائے بھی اس غلطی میں شریک اور شامل رہی کہ یہ غلطی کا اثر دوسروں کی اصابتہ رائے سے بہتر اور عند اللہ زیادہ وقع تھا۔ اسی محبت کا ملہ نے حضرت صدیق کو خلافت بلا فصل کا اہل بنایا جس کو حضرت نے یا ایہذا ارشاد فرمایا کہ ابی اللہ والمؤمنون الا ابابکر

لہ عمدگی و پاکیزگی۔ لہ کندہن۔ لہ پاکی یہ کہ حضور حق تعالیٰ کے محبوب اور حضرت صدیقؓ حضور کی محبوب حضرت صدیقؓ پر واہمہ ہونے سے حضور پر اور پھر خدا تعالیٰ تک اثر پہنچے گا۔ لہ کھنہ۔ لہ حضور کے زیادہ سے اب تک اتنے روایت کرنے والوں سے جن کا جھوٹا ہونا عقل سے محال ہے۔ لہ ہدایت مگر اسی سے ظاہر ہو چکی۔ لہ انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرے گا یعنی قیامت میں۔ لہ ساتھ۔ لہ مگر انبیاء کی اجتہادی غلطی کو فوراً وحی سے درست کر دیا جاتا ہے جیسے بدر کے قیدیوں کو فدہ لیکر چھوڑنے میں آیت نازل ہو گئی تھی وہاں بھی حضرت ابوبکرؓ کی رائے حضور کے ساتھ تھی۔ لہ امک ناگوار بات فرمایا تھا۔



کہ جس طرح ذاتِ محمدی کے ہوتے ہوئے اللہ اور اس کے ایماندار بندے کسی دوسرے کی حاکمیت کی طرف میلان نہیں کر سکتے اسی طرح وفاتِ محمدی کے بعد آپ کے محب مجانس کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کی جانشینی کی طرف جھک ہی نہیں سکتے، کہ حقدار کے حق کو قائم رکھنا ایک نور ہے اور نورانی ذات و نورانی قلوب کا نور کی طرف طبعی میلان ضروری اور فطری امر ہے۔

غرض دیر تک تقریر فرمائی کہ سننے والے محو و مستغرق تھے اور رحمتِ الہیہ کی پھوار دلوں پر پڑ رہی تھی۔ اس قسم کے حقائق کا ہر لمحہ آپ پرورد ہوتا تھا جن کو اول تو آپ ہی زبان سے نہ نکالتے تھے اور کبھی کچھ بیان فرمایا تو میرا دل نہیں چاہتا کہ حضرت کے خلاف طبع ان کی اشاعت کروں۔

وساوس و خطرات پر آپ کو اطلاع زیادہ ہوتی اور بلا ارادہ آپ اس پر مطلع ہوتے تھے۔ حافظا مختار احمد صاحب سیوہاروی جب پہلی مرتبہ رات پور حاضر ہوئے تو مہمان خانہ میں اترے۔ اور چونکہ چار کے زیادہ عادی تھے اس لئے حضرت کو اطلاع ہونے سے قبل ان کے ملازم نے چار طیار کرنے کا قصد کیا۔ ابھی ارادہ ہی تھا کہ ایک صاحب آئے اور کہا آپ کو حضرت بلا رہے ہیں۔ ان کو بغیر اطلاع پائے حضرت کی طلبی پر تعجب ہوا اور جلدی جلدی حضرت کے پاس حاضر ہوئے۔ مصافحہ کرتے ہی حضرت نے خادم سے فرمایا ملاجی سے کہو کہ چودھری صاحب کے لئے چار جلدی لے آویں۔ اس پر ان کو دوسری حیرت ہوئی مگر ساتھ ہی ان کو یہ خیال آیا کہ میری چار کی طلب کا تو حضرت کو کشف ہو گیا لیکن میری عادت تو یہ ہے کہ صبح کو چار نہیں پیتا جب تک انڈانہ کھا لوں۔ یہ خیال آنا تھا کہ حضرت نے خادم کو آواز دی اور فرمایا بلاجی سے کہنا دو انڈے بھی لیتے آویں۔“

اس قسم کے واقعات کثوف کوئی اور اطلاع خطرات کے ہزاروں کی تعداد میں پیش آئے اور رات دن پیش آتے تھے مگر نہ آپ کے نزدیک واقع تھے نہ آپ اس کا قصد فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ بندہ حاضر ہوا اور حاج احمد حسن صاحب کو حضرت کے خادم اور میرے دوست اس وقت دہرہ دون میں صنلعداری نہر پر تعینات تھے میری موجودگی میں حضرت کی زیارت کے خیال سے ایک گھوڑے پر آئے جو کسی دوست سے مانگ لیا تھا۔ گھوڑا باغ میں چھوڑ کر حضرت کے پاس حاضر ہو گئے اور باتوں میں دیر لگ گئی مغرب کے قریب باہر آئے تو گھوڑے کی تلاش ہوئی۔ چار طرف دیکھا کہیں پتہ نہیں، فکر ہوا کہ گھر کا راستہ نہ لیا ہو کہ اب بغیر سواری پہاڑی راستہ وقت پر دہرہ پہنچا بھی مشکل۔ ملا عبد العزیز سے کہا کہ حضرت کو اطلاع دیدو اور سنو حضرت کیا فرماتے ہیں۔ وہ حضرت کے پاس گئے اور قصہ عرض کیا حضرت نے فوراً گردن جھکانی اور پھر فرمایا ملاجی کسی طالب علم کو نہر کی سیدھی پٹری پر تو ذرا بھیجو کہ تلاش کرے۔ ملاجی خوش خوش



یہ کہتے ہوئے آئے کہ لوگھوڑا مل گیا اور اس کے بعد طالعیم کو تہر کی پٹری پر بھیج دیا، عشا کا وقت ہوا چاہتا تھا کہ طالب علم گیا اور دو ڈھائی فرلانگ چلا ہوگا کہ گھوڑے کو رائی پور کی طرف رخ کئے کھڑا پایا اور وہ اس کی رسی پکڑ کر اپنے ساتھ لے آیا۔

کم کھانا، کم سونا، کم بولنا | قلت طعام، قلت مقام اور قلت کلام کا آپ مجسمہ تھے۔ امرام سے آپ کو وحشت اور فقر سے انس تھا۔ اس کے ساتھ ہی ہمان نوازی آپ کی حد سے بڑھی ہوئی تھی کہ ہمان پر اپنی راحت کا بچھا کرنا آپ کی عین مراد تھی۔

ایک دفعہ بندہ حاضر ہوا تو بعد مغرب دیکھا کہ مکان سے جو کہ بستی میں بلغ سے دو فرلانگ فاصلہ پر تھا کھانا خود لے آ رہے ہیں۔ شرم کے مارے مجھے پسینہ آ گیا اور میں نے عرض کیا کہ حضرت کیا کوئی خادم نہ تھا کہ حضرت نے تکلیف فرمائی، بیاختہ فرمایا دل بول ہی چاہا کہ خود لیکر چلوں کہ اس سے زیادہ خوشی کا وقت کون سا ہوگا۔ ایک مرتبہ حاضر ہوا تو شب کو آنکھ کھلی، دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت لاٹھی لے باغ میں پھر رہے ہیں۔ اٹھ کر بیٹھ گیا تو حضرت پاس آئے اور فرمایا جنگلی بھینسا کبھی کبھی باغ میں گھس آتا ہے اس کی نگرانی کرنا تھا کہ ہمانوں کی نیند خراب نہ کرے، آپ اطمینان سے سو جائیے۔ صبح کو معلوم ہوا کہ حضرت کی تو تمام رات پہرہ داری ہی میں گزری۔

ایک مرتبہ مولوی وہاج الدین صاحب جو کہ حضرت گنگوہی سے بیعت تھے رائی پور آئے۔ رات زیادہ جا چکی تھی اور سفر کا مکان بہت تھا ایک طرف لیٹ کر سو گئے۔ ذرا دیر بعد آنکھ کھلی تو دیکھا ایک شخص پائنتی بیٹھا ہوا آہستہ آہستہ ان کے پاؤں دبا رہا ہے مگر اس احتیاط سے کہ آنکھ نہ کھل جائے۔ اول تو سمجھے کہ شاید حضرت نے کسی خادم کو بھیج دیا مگر پھر غور کی نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ یہ تو خود حضرت مولانا ہیں۔ یہ گھبرا کر اٹھے اور کوڈر چار پائی سے نیچے آئے کہ حضرت یہ کیا غضب کیا۔ فرمایا بھائی اس میں حرج کیا ہے آپ کو تکان بہت ہو گیا ہوگا ذرا لیٹ جائیے کہ آرام مل جائے۔ انھوں نے کہا بس حضرت معاف فرمائیے میں باز آیا ایسے آرام سے کہ آپ سے پاؤں دباؤں سے

تواضع اور مروت گر کوئی شخص مجسم ہو تو وہ سرتا قدم عبدالرحیم باصفا ہوگا  
تعبیر خواب میں دستگاہ | خواب کی تعبیر میں آپ کو بہت مناسبت تھی مگر تفصیل بہت کم بیان فرمایا کرتے تھے۔ چودہری حافظ مختار احمد صاحب نے ایک مرتبہ خواب دیکھا

کہ کم کھانا، کم سونا، کم بات کرنا۔ اے جب تک ہمان کو علم نہ ہو اہمان نوازی اور تواضع رہی، علم ہونے پر جب کلفت کا سبب ہوگا۔ وائرک فرمایا کہ اب راحت میں کلفت رہی، بات تواضع نہ رہی تھی، کس قدر رعایت ہے حدود کی۔



کہ چت لیٹے ہوئے ہیں اور سیدھی جانب سر کے برابر ایک مونڈھے پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور آپ سے کچھ نیچے قلب کے مقابل سیدنا یوسف علیہ السلام ہیں۔ قلب بجائے بائیں جانب کے دائیں جانب ہے اور کھلا ہوا ہے کہ نہ اس پر کوئی کپڑا ہے اور نہ گوشت، کھال کو چیر کر اس کے اوپر ہٹا دیا گیا ہے اور قلب پر حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے فیضان کا ترشح ہو رہا ہے جس کی لذت بائیس سال گزر جانے پر اب بھی محسوس ہوتی ہے۔ خواب ہی میں یہ خیال ہے کہ نور بھرا جا رہا ہے۔ چند علماء سے انھوں نے خواب ذکر کیا اور ہر ایک نے تعبیر دی مگر ان کے دل کو نہ لگی۔ راپور حاضر ہوئے تو حضرت کو خواب سنایا فرمایا بارک اللہ بہت اچھا خواب ہے جس کی تعبیر کھلی ہوئی ہے کہ آپ کو نسبت یوسفی حاصل ہے انھوں نے عرض کیا کہ حضرت ذرا اس کو مشرح فرمادیں کہ نسبت سے کیا مراد ہے؟

فرمایا چودھری صاحب دیکھیے جس طرح دنیا میں جس کسی کو جو کچھ بھی انعام اکرام عطا ہوتا ہے وہ سب حقیقتاً پادشاہ کی جانب سے ہوتا ہے مگر اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ خزانہ شاہی سے وزیر کو دیا جاتا ہے اور وزیر اس کے یہاں سے ہر محکمہ کے سردار کو اور پھر اس سردار کی طرف سے ہر اس شخص کو ملتا ہے جو اس کا مستحق اور اس افسر کا ماتحت ہوتا ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ بھی روحانی برکات و فیوض بندوں کو عطا ہوتے ہیں وہ سردار و جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے سیدنا موسیٰ سیدنا عیسیٰ اور سیدنا یوسف غرض جملہ انبیاء علیہم السلام تک پہنچتا ہے، اور یہ حضرات اپنی صفات اور کمالاتِ خصوصی کی بنا پر جس جس محکمہ کے سردار و امیر کا قلمہ قرار پائے ہیں اسی خصوصی انعام سے بہرہ یاب ہونے والوں کو وہ فیوض و انعامات الہیہ پہنچاتے ہیں اور وہی صفاتِ خصوصی نسبت کہلاتے ہیں کہ کوئی نسبت ابراہیمی ہے اور کوئی نسبت یوسفی کوئی موسوی اور کوئی عیسوی، اس وقت چودھری صاحب کو انشراح صدر ہوا اور سمجھے کہ سر کی جانب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف فرما ہونا اور قلب کے محاز میں سیدنا یوسف علیہ السلام کا قلب پر انوار و برکات کا ڈالنا یہ حقیقت رکھتا ہے۔

سنتِ محبت، بدعتِ نفرت | ہر چند کہ آپ خلقِ مجسم تھے مگر خلافِ سنت عقیدہ والوں سے آپ کو کمالِ نفرت تھی۔ ایک مرتبہ آپ کے کسی مرید نے ضلعِ رتھک کے ایک عالم کی صفائی کرتے ہوئے یوں کہا کہ حضرت وہ تو حضور کے رشتہ دار ہیں اور بالکل ہمارے ہم خیال ہیں صرف بعض عقائد میں کچھ یوں سا جزوی اختلاف ہے جیسا باہم ائمہ میں۔ وہ صاحب اپنی تقریر ختم کرنے نہ پائے آپ کے چہرہ پر ناگواری کے آثار پیدا ہو گئے اور آپ نے تعجب کے ساتھ فرمایا کہ ہائیں عقائد میں اور اختلاف؟

میل کر۔ ۳۷ دل کا کھل جانا اور قبول کر لینا۔ ۳۷ مقابلہ۔



یہ توجہ دینی ہو یا آپ کو خود ہی تسلیم ہے میرا تجربہ تو یہ ہے کہ عقائد میں جُز توجہ اگر بالکل بھی اختلاف نہ ہو مگر شک اور شبہ کا درجہ ہو تو وہ بھی برباد و گمراہ ہوئے بغیر نہیں چلتا پھر اس کو ائمہ کے اختلاف سے تشبیہ دینا تو بڑی ہی دلیری کی بات ہے۔ پس چاہے عمل میں کتنی ہی کمزوری ہو مگر خدا نہ کرے کہ کوئی مسلمان بدعت کو سنت سمجھے یا سنت کے سنت ہونے میں شک لائے کہ یہ بلائے بے دربان ہلک اور سم قاتل ہے۔“

**اصلاح اور امر بالمعروف کا انداز** | آپ کے امر بالمعروف کا طریق بھی عجیب پیارا تھا کہ کوئی کے سننے سچ در سچ سمجھے۔ مگر جب دیکھتے کہ اس کو تعلق ہو گیا اور اب نصیحت کرنا بے اثر نہ ہو گا تو چپکے ہی نہایت نرم اور پیٹھے لفظوں میں اس کو ابتداء شریعت کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

ایک بار میرے ساتھ ایک صاحب حاضر خدمت ہوئے جن کی انگلی میں سونے کی انگوٹھی تھی حضرت کے اخلاق و مہمان نوازی دیکھ کر وہ حیران ہو گئے اور جب رخصتی مصافحہ کرنے لگے تو عرض کیا کہ حضرت میرے لئے دعا فرمائیں۔ حضرت نے ہاتھ تھامے ہوئے ان سے ارشاد فرمایا بہت اچھا انشاء اللہ حکم کی تعمیل کروں گا مگر ایک عرض میری بھی ہے اس کو آپ قبول فرمائیں وہ یہ کہ طلائی انگوٹھی کو شریعت نے مردکے لئے حرام کہا ہے۔ اگر اس گناہ بے لذت کو ترک فرمادیں تو پھر خوش ہو کر دل سے دعا نکلے گی۔ یہ سن کر وہ صاحب شرمائے کہ پیشانی پر پسینہ آ گیا اور فوراً انگوٹھی اتار کر ہاتھ میں لے لی۔

**الفتح الربانی کا اردو میں ترجمہ** | حضرت پیران پیر کے مواعظ الفتح الربانی ایک مرتبہ مجھے ملے اور میں حضرت کو پڑھ کر سنانے لگا تو حضرت پر وجد طاری ہونے لگا اور بے اختیار باصرہ فرمایا کہ اس کا ترجمہ کر دے کہ بہت مفید ہو گا اور طباعت شروع ہونے پر جتنا بھی طبع ہوتا جاے وہ مجھے فوراً بھیج دیا کر کہ بھیجے پس کتاب پوری ہونے کا انتظار نہ دیکھیو۔ چنانچہ میں نے اس کا ترجمہ کیا اور حضرت اس سے بہت ہی محفوظ ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ وہ کتاب جس کے پاس بھی گئی اس کو خاص روحانی فائدہ پہنچا حتیٰ کہ ہاتھوں ہاتھ ختم ہو گئی اور دوبارہ طبع ہوئی جو قریب ختم ہے۔ اس کے مطالعہ سے قلب میں ایک قوت پیدا ہوتی ہے اور رضا بر قضا و شانِ تسلیم کی ایک عجیب و غریب تعلیم حاصل ہوتی ہے جو تجربہ ہی پر موقوف ہے۔

۱۔ ائمہ مجتہدین میں عقائد کا اختلاف نہیں ہوتا صرف فقہی فروعی مسائل کے راجح و مرجوح ہونے کا ہوتا ہے حتیٰ و باطل کا وہ بھی نہیں۔ ۲۔ سونے کی انگوٹھی۔ ۳۔ اس کا نام فیوض یزدانی ہے اس کے ۲۰ وعظ کی شرح عجیب طرز حد الکھی ہے جس کا نام انوار سجائی ہے۔ دونوں حضرت مولانا عاشق الہی صاحب مصنف کتاب ہذا کی تصنیف ہیں



**زندگوں اور متعلقین کی آمد سے مسرت** | آپ کو حضرت گنگوہی قدس سرہ کے متوسلین سے خاص محبت تھی کہ وہ شیخ کے تیم بچے تھے اور شیخ کی یاد تازہ کیا کرتے تھے، ان میں سے کوئی بھی آتا تو گویا آپ کے ہاں عید آجاتی اور اگر کوئی خاص تعلق والا آتا تب تو آپ کی مسرت کا کچھ ٹھکانا ہی نہ رہتا تھا، اس کی خدمت و دلداری کو تمامی نوافل و اذکار پر ترجیح دیتے اور اکابر میں سے کوئی بزرگ تشریف لاتے تب تو کچھ پوچھنا ہی نہیں کہ آپ کتنا اہتمام فرماتے اور آپ کا رواں رواں سرور ہو کر یوں پکارا کرتا تھا سہ

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت سے کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں کبھی نکاح بیوہ سے نکاح | نکاح بیوگان آپ کی قوم میں عیب سمجھا جاتا تھا اس کی اصلاح میں آپ نے بہت تکلیفیں سہیں اور مصائب برداشت کئے۔ عملاً اس کی سنت ثابت کرنے کے لئے خود بھی بیوہ سے نکاح کیا اور اس نکاح پر جو کچھ طعن تشنیع اور جان کے خطرات آپ کے رفع درجات کے لئے مقدر تھے وہ پیش آکر رہے جن کو آپ نے شکر و شکر سمجھ کر سہا اور مزہ لیا۔ آپ کے جوان صاحبزادہ عبدالرشید مرحوم کا انتقال ہوا تو صبر و رضا کی آپ مجسم تھو پرتھے کہ مرحوم کے خسر کو داماد کا نام باپ کی زبان سے سننے کی تمنا تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا گویا آپ کو اس کی وفات کا صدمہ ہی نہیں ہوا۔ مگر میں نے جہانک غور کیا حزن تو غیر اختیاری اور لازماً بشریت ہے انسان کو دو دن کے پالے ہوئے بکری کے بچے سے بھی تعلق ہوتا اور اس کے مرنے پر دل دکھتا ہے پھر بیٹا تو بیٹا ہی ہے جس کو ثمرۃ الفواد اور کلیجہ کا ٹکڑا کہا جاتا ہے اس کا نوجوانی میں مرنا حزن سے کیسے خالی رہ سکتا ہے لیکن اس موت کے حزن بشری و طبعی کے ساتھ ایک روحانی مسرت بھی آپ کے حاصل تھی جو طبیعت ثانیہ نہیں بلکہ طبیعتِ اصلیہ بن گئی تھی کہ آپ کو بیوہ ہونے کے نکاح ثانی کا موقع ملا اور مردہ سنت کے زندہ کرنے کی ایک قدرت حاصل ہوئی۔

**نصیحتِ قولی و عملی** | نصیحت کرنے اور دوسرے کو کسی کام کی ترغیب دینے اور عمل کرانے کی دوسری صورتیں ہیں ایک زبان سے سمجھانا دوم خود عمل کر کے دکھانا، زبان سے سمجھانا جو تعلیمِ قولی کہلاتی ہے اگرچہ زبان اور وقت کے لحاظ سے انفع اور زیادہ دیرپا ہے کہ عمل تو صرف دیکھنے والے حاضرین کو تعلیم دے سکتا ہے لیکن قول حاضر و غائب دونوں کا معلم بنتا اور قیامت تک آنے والی نسلوں کو سبق پڑھاتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی عمل کے ذریعے سے جو تعلیم و نصیحت ہوتی ہے وہ متعلم کے لئے قولی تعلیم کی بہ نسبت نہایت آسان اور بہت جلد سمجھ میں آنے والی ہوتی ہے۔ اسی لئے جہاں حق تعالیٰ نے بندوں کی

۱۔ بہت سے لئے لازم۔ ۲۔ دل کا بھلا۔



یہودی کے لئے آسمانی کتابیں نازل فرمائیں کہ موجودہ اور آئندہ ہر زمانے کے لوگوں کو ان کے ذریعہ سے مرضیاتِ الہی کا علم حاصل ہو وہیں کتابوں کے ساتھ ان کے احکام پر عمل کرنے والے پیغمبروں کو بھی بشر بنا کر دنیا میں بھیجا کہ خود عمل کر کے مخلوق کو احکامِ الہیہ پر عمل کرنا سکھاویں۔

ایک سمجھدار جوان کو زبانی نماز پڑھنا سکھاؤ اور کہو کہ اول تکبیر پڑھو اور پھر ہاتھ باندھو وغیرہ وغیرہ تو چند گھنٹے سکھانے پڑھانے کے بعد بھی شاید وہ پوری نماز پڑھ سکے گا لیکن اگر ایک نا سمجھ بچہ کو بھی سامنے بٹھا کر خود نماز پڑھ کر دکھا دو تو عجب نہیں تمہاری چند منٹ کی یہ تعلیم اس سے پوری نماز پڑھوادے گی، یہ دوسری بات ہے کہ اس تعلیم کا اندر دیکھنے والے ہی تک محدود ہوگا اور جو موجود نہیں یا پیدا ہی نہیں ہوئے ان کو نماز سکھانے کیلئے پھر قول کی حاجت ہوگی کہ عمل ختم ہو جانے والا ہے اور قول باقی رہنے والا۔

یہی وجہ ہے کہ انگریزی سکولوں میں یہ الزام ڈور کرنے کے لئے کہ مسلمان بچے اپنے دین سے ناواقف اور بے بہرہ رہ جاتے ہیں کتنا ہی دینیات کا نصاب کیوں نہ بڑھالیا جاوے مگر وہ مفید نہیں ہوتا اس لئے کہ وہاں صرف قول سے تعلیم دینے اور زبان سے پڑھانے اور تانے والے ہوتے ہیں خود عمل کر کے دکھانے والے اور عملی تعلیم دینے والے نہیں ہوتے۔ پھر عمل کے بھی دو درجے ہیں ایک اوپری دل سے عمل کرنا دوم دل بستگی اور محبت و شوق کے ساتھ کرنا۔ کہ پہلا درجہ کتنا ہی پابندی و مواظبت سے ہو مگر نہ اس کے بقا کا اعتبار ہے اور نہ اس میں حلاوت و شیرینی ہے۔ مگر دوسرا درجہ اگر ضعفِ بدن کی وجہ سے کمزور بھی نظر آئے تو یہی نچتو و پایدار ہوتا ہے اور اس کے اندر ایسا مٹھاس ہوتا ہے جس کی ماہیت بیان میں نہیں آسکتی یہی وجہ ہے کہ مدارس دینیہ میں بھی گو تعلیم قولی کے ساتھ عاملین کے اعمال و افعال طلبہ کو عملی تعلیم ضرور دیتے ہیں مگر وہ تعلیم صرف بدن پر مبنی ہے اور دل میں نہیں اترتی۔ اور اسی لئے اندیشہ رہتا ہے کہ متعلم کسی وقت تارک عمل اور بد حال نہ بن جائے۔

ہاں اس علم اور عمل بدن سے فراغ پانے کے بعد ضرورت ہے ان عاملین کی خدمت میں رہنے کی جن کے اعمال قلب سے صادر ہوتے اور احوال بن جاتے ہیں۔ کتاب عملی تعلیم دل میں اترے گی اور احکامِ الہیہ پر عمل کرنے کا وہ انس و شوق پیدا ہو جائے گا جو کہیں بھی رہو گے مگر معلم و راہبر اور نگران و منبہ بنا ہوا تمہارے ہر وقت و ہر ساعت ساتھ ساتھ رہے گا۔ پس ایسا معلم اگر مدرسہ ہی میں نصیب ہو جائے تو زہے نصیب ورنہ جس طرح دوفن حاصل کرنے کے لئے دو مدرسوں میں جانا ضروری ہے اسی طرح عملی ابدان مدارس میں حاصل کرنے کے بعد عملِ قلوب کی تحصیل کے لئے خانقاہوں میں جانا پڑے گا۔ کہ ہر کارے و ہر مردے۔ جن کے

۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔



اعمال ادپری اور صرف بدن سے ہوں گے ان کی تعلیم کا اثر فقط جو ارح و اعضا تک پہنچے گا۔ اور جن کے اعمال دل سے اور شوق و محبت کے ساتھ ہوتے ان کے سارے کام صورتہ وہی ہوں گے جو معلم ابدان کے تھے اور نصاب تعلیم میں کوئی اضافہ نہ ہوگا مگر ان کی تعلیم فعلی دیکھنے والوں کے دلوں میں اتریگی اور مشین کے پرزوں کو چلانے والی ایک مخفی برقی قوت پیدا کرے گی جس کو محبت کی آتش اور برقی شوق کہا جاتا ہے۔

از ساحتِ دل بخار کثرت رفتن      خوشتر کہ بہر زہ در وحدت گفتن  
مغرور سخن مشو کہ توحیدِ خدا      واحد دیدن بود نہ واحد گفتن

الحاصل نائین رسالت جن کے قلوب میں سیدالمجبین والمحبوبین صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکوٰۃ قلب سے وہ نور منتقل ہوا ہے جس کو عشق کی آگ اور حب الہی کی حرارت کہا جاتا ہے ان کا طبعی اقتضا خود ان کو عمل پر ایسا مجبور کرتا ہے جیسا قریاد کو جوئے شیر لانے کے لئے کوہ کنی پر مجبور کیا تھا اور اسی میں ان کو وہ لذت آتی ہے جو ہر کوفت اور خزن و غم کو مغلوب بلکہ معدوم کر دیتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی چونکہ وہ بخیل و تنگ خیال نہیں ہوتے لہذا ان کا دل چاہتا ہے کہ ساری دنیا ہمارے محبوب کی ہماری طرح محب و سید بن کر مال و جان اور عزت و خائیاں بچھا کر کرنے لگے۔ اس لئے برقی قوت دو چند ہو کر عمل کی محرک ہوتی اور مخلوق کے دلوں میں اس کی تعلیم اترتی چلی جاتی ہے۔

حضرت راپوری قدس سرہ کا یہ رنگ عالم آشکارا ہو چکا تھا اور آپ کی سلامی راحت و خوشی بس اس میں رہ گئی تھی کہ اللہ کا بول بالا ہو اور دنیا کا ہر فرد سنت محمدیہ پر عامل اور والہانہ شیدا۔ اس سعی میں مال اور اولاد تو کیا چیز ہے اپنا مرٹنا بھی آپ کے لئے زندگی اور فنا و ختم ہو جانا بھی عین حیات تھا۔ اسے سر بوقت ذبح اپنا ان کے زیر پائے ہے      کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

قصہ مختصر اپنی قوم کا پیوہ کے نکاح کو عیب سمجھنا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقضائے طبعی کہ آپ کی اکثر اہواج و مطہرات بیوگی ہی سے آپ کی زوجیت میں آئیں، مدعیان اسلام کے قلوب سے مٹ جانا آپ کے لئے ایسا ہی سوہان روح تھا کہ ماں باپ بہن بھائی اور بی بی اور اولاد سب ہی کی وفات کے درد و غم سے بڑھا ہوا تھا کہ آپ اندر ہی اندر چھرتے اور مرجھاتے چلے جاتے تھے۔ ہر چند کہ آپ اس کی قوی تعلیم بارہا اور مدت تک دے چکے تھے مگر صابطہ پری تو نہ تھی کہ یہ کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں اپنا کام پورا کر چکا نہیں مانتے تو جاؤ جہنم میں۔ وہ تو دل میں ایک آگ لگی ہوئی تھی جو آگے بڑھا رہی اور گوشہ میں

لے ہا تجیر وغیرہ بدن کے ظاہری اجزا۔ آگ اور شوق کی بجلی۔ آگے دل کے بعد



نہ بیٹھے دیتی تھی۔

ہر شے گویم کہ فردا ترک این سودا کنم باز چوں فردا شود امروز را فردا کنم  
آخر اپنی عملی تعلیم کے لئے خود اپنے خاندان کی ایک محترمہ خاتون سے آپ نے نکاح کیا جس نے آپ پر  
نہیں بلکہ اپنے خدا پر خاندانی ناپائیدار ناموس کو نثار کر دیا۔ مگر آپ کی سوزش اندرون میں اس سے بھی ٹھنڈک  
نہ پڑی بلکہ آپ کا دل چاہتا تھا کہ خود عورت ہوتا اور بیوہ بنتا تو نکاح ثانی کر کے اس رسم بد کو توڑنے کے صلہ میں  
قوم کی طعن و ملامت سنتا اور شاد کام ہو کر خوش ہوتا اور کہتا۔

بدم گفتی و خرسدم عفاک اللہ نکو گفتی | جواب تلخ می زید لب لعل شکر خارا  
بیوہ ہو کر نکاح ثانی کیلئے اثر انگیز نصیحت | اس طرح تسلی دی کہ بیٹی اب تک تو ہو تھی اور

آج سے میری بیٹی ہے۔ دنیا فانی ہے اور یہاں کا ہر تعلق ایک دن ٹوٹنے والا ہے۔ ہمارے عزیز ایک ایک کر کے  
ہم کو چھوڑتے جائیں تب اور ایک دن ہم سب کو یکلخت چھوڑ کر چلے جائیں تب بہر حال موت نے فراق و جدائی  
ڈال دی۔ ایک ذات وہ بھی ہے جو کبھی کسی حال جدا ہونے والی نہیں ہے، اس کی محبت میں صلاحیت بھی اتنی  
ہے کہ کسی دوسری محبت میں اس کا لاکھواں حصہ بھی نہیں ہے۔ ہم مریں یا جنیں وہ ہم سے جدا نہ ہوگا۔ ہماری  
خوش نصیبی ہے اگر اغیار کی محبت دل سے نکل کر اس کی محبت دل میں سما جائے، دنیا کی عزت و ذلت دونوں  
سچ ہیں اور صحابہؓ نے اپنے اللہ و رسول کا بول بالا کرنے کی خاطر کنبہ و برادری اور وطن و قوم سب ہی سے  
پیٹھ پھیر لی۔ اور اس کا ان کو یہ صلہ ملا کہ آج ان کا نام بھی ہمیں پیارا معلوم ہوتا ہے اس لئے اپنے اللہ سے  
دل لگاؤ، آخرت کی عزت کو عزت سمجھو جو کہ شریعت کے سامنے بے زبان اور بے شعور بن جانے کا نام ہے کہ ساری  
دنیا کسی کام کو ذلیل کہے مگر شریعت اس کا حکم دے تو ہمیں شریعت کا ساتھ دینا چاہئے۔ کیونکہ دنیا والے  
موت کے بعد دفن اور مٹی کے نیچے دبا کر سب چلے آئیں گے اور پھر اسی مالک سے واسطہ پڑے گا جس نے شریعت  
پر عمل کا حکم دیا ہے۔ جب وہ پوچھے گا کہ ہم تمہارے نزدیک زیادہ عزیز تھے یا برادری؟ تو اس وقت پشیمانی  
سے پسینہ آجائے گا اور افسوس ہوگا کہ ہائے قبر تک ساتھ دینے والوں کا میں نے ساتھ دیکر اپنے کریم مولیٰ  
سے کیوں بگاڑی۔

اس کے بعد آپ نے شوہر کی تجویز میں خیال روڑایا اور آخر ایک دن مرحوم کے خسر حاج عبدالعزیز خاں کو

۱۷۰۰ میں ہر ایک رات ککل کو یہ چھوڑ دوں گا پھر جب ککل ہوتی ہے تو آج ککل بنا دیتا ہوں۔ ۱۷۰۰ تم نے مجھ کو یہ کہا تو میں خوش ہوں  
اللہ تمہیں معاف کرے تم نے اچھا کیا شکر جانے والے ہونٹوں کے لئے گڑا جواب ہی زیب دیتا ہے۔



کہ حضرت سے بیعت بھی تھے بلا کرتہائی میں اپنا انتہائے مراد ظاہر فرمایا۔ حاجی صاحب کو عبدالرشید مرحوم کی یاد تازہ ہوئی تو رونے لگے مگر دیکھتے تھے کہ میں خسرہوں اور حضرت اس مرحوم کے باپ ہیں۔ آنسو نکلے تھے کہ حضرت نے فرمایا ہا ہا حاجی عبدالعزیز خاں یہ رونے کا مقام ہے یا ہنسنے کا۔ آج خدا نے وہ دن نصیب فرمایا کہ اس کے محبوب پیغمبر کی مردہ سنت ہم ناکارہ گنہگاروں کے ہاتھوں زندہ ہو۔ یہ سخی کی نچھاور کا وقت ہے کہ اتفاق سے میرا گیا پس لوٹ لو جتنا لوٹا جائے نہ ہوتا عبدالرشید پیدا، یا نکاح سے قبل ہی مر جاتا، یا بیوہ چھوڑ کر نہ جاتا تو ہم کیا کرتے اور کیوں کر یہ نعمت پاتے۔ اب تک جو کچھ ہوا محض عطا رب تھی جس میں ہمارے کسی فعل کو دخل نہ تھا اب ان عطاؤں کے شکر یہ کا وقت آیا اور ہمارے کسب اور عمل کا دخل ہوا تو ہم سے زیادہ بد نصیب کوئی نہ ہوگا اگر اس کی قدر نہ کریں۔ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں اور وقت نکلے پیچھے بجز افسوس و حسرت کچھ نہیں ہو سکتا۔ خدا اس کا محتاج نہیں کہ تم سے اپنی مردہ سنت کو زندہ کرائے مگر تمہارے لئے فخر کا موقع ہے کہ تم کو توشہیدوں کا اجر دینے کے لئے انتخاب فرمائے۔

ہم آہوان صحرا سر خود نہادہ برکت بامید آنکہ روزے بشکلا خواہی آمد  
پھر میرے حقوق تعلقات ادا کرنے کا دن بھی یہی ہے کہ میں چاہتا ہوں یہ نکاح ضابطہ پوری کا اور اوپری  
دل سے نہ ہو بلکہ اُنک اور چونپ سے ہو کہ حقیقت میں مسلمان کے خوش ہونے کے قابل یہی نکاح ہے۔ چونکہ  
مجھے تم سے توقع ہے کہ اس وقت دین کی خاطر میرے قوت بازو بنو گے اور کر دکھاؤ گے جو مسلمان کو ایسے موقع پر  
کرنا چاہئے لہذا مجھے تفصیل کی ضرورت نہیں۔ صرف اتنا کہتا ہوں کہ فلاں جگہ میں نے تجویز کی ہے اور زندگی  
کا اعتبار نہیں، میں چاہتا ہوں کہ جلد اس خوشی کو آنکھوں سے دیکھوں۔ چنانچہ اس پر عمل ہوا اور وہ عمل ہوا  
کہ عمل کرنے والے دنیا سے رخصت ہوئے مگر کارنامہ آب زر سے لکھا ہوا ہر دل پر مثبت ہے۔

ہو کو آپ نے باپ کے گھر پہنچایا کہ اعلان عام اسی میں تھا اور نکاح اول کا اس کو نمونہ بنانا تھا،  
بادجو دیکھ عبدالرشید کے نکاح میں آپ تشریف نہیں لے گئے بلکہ دوہما کو چند اجاب کے ساتھ بھیجا تھا کہ اس  
وقت اتباع شریعت اسی سادگی کو مقضی تھا مگر اس نکاح ثانی میں آپ نے شرکت کا وعدہ فرمایا اور حالانکہ علیؑ  
مذکور تھے مگر خاص اہتمام کے ساتھ وقت سے پہلے پہنچے۔

اجبار سنت کیلئے شاندار دعوت کا اہتمام کرانا | نکاح کا وقت آیا تو عبدالعزیز خاں کو بلایا اور چپکے فرمایا دل یوں  
چاہتا ہے کہ بستی اور نواح کی ساری قوم کو دعوت دی جائے

اس جگہ کے سب ہرن اپنا سر منہ پر رکھے ہوئے ہیں اس امید پر کہ کسی دن آپ شکار کے لئے آجائیں گے۔ تاکہ وہ سب لوگ شریک ہوں  
انہ آنکھوں سے دیکھ لیں کہ نکاح بیوہ یوں کیا جاتا ہے اور جو نفرت رواج کی اس وقت میں بیٹھی ہوئی تھی وہ جاتی رہے۔ یہ دعوت نام و نمود  
کے لئے نہیں تھی بلکہ رسم و رواج کو توڑ کر سنت نبویؐ کو زندہ کرنے کی تھی۔



اگر مای وسعت ہو تو اس خرچ کو جنت کی قیمت سمجھو کہ پھر وقت نہ ملے گا۔ عبدالعزیز خاں حیران تھے کہ پہلا نکاح  
یا تناسادہ کہ نہ خود تشریف لاتے اور نہ کسی کی دعوت پسند فرمائی اور اب خلافِ عادت خود مشورہ ہے خرچ کا  
و رانداز سے معلوم ہوتا ہے کہ خود قرض لیکر بھی اس ضیافتِ عامہ پر طیارہ ہیں۔ عرض کیا کہ حضرت حق تعالیٰ  
نے حضرت کی جنتیوں کے طفیل سب کچھ دے رکھا ہے جسے بے رشاد ہو دعوت دیدوں۔ یہ سن کر آپ کے  
ہنرہ پر خوشی کی لہر دوڑی اور فرمایا کہ آس پاس سب ہی کو بلاؤ اور ہمت ہو تو کھانا بھی سیٹھا اور نمکین دونوں  
نسم کا پکواؤ اور دل کھول کر کھلاؤ کہ تمہارے لئے اس سے زیادہ اجر و ثواب کی بکھیر لوٹنے کا کوئی موقع نہ ہوگا  
اس لئے ہمت نہ ہارو اور جتنا اعلان ہو سکے خوب کرو۔

چنانچہ سب کچھ ہوا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ شادی میں نہ خرچ کرنا منع ہے نہ بخل و تنگ۔ احب، یہ امور  
دل کی خوشی کے تابع ہیں کہ دنیا داروں کے نزدیک پہلا نکاح حوصلہ و خوشحالی دکھانے کا وقت بنتا ہے مگر  
دینداروں کے نزدیک جس نکاح میں اللہ کا بول بالا اور رسول کی مردہ سنت زندہ ہوتی ہو اس کی خوشی کے برابر  
معمولی و رسمی ہزار نکاح بھی نہیں ہو سکتے کہ رسمی نکاح محض رفع ضرورت ہے جیسا بھی سادہ ہو جائے بہتر ہے  
مگر جس خرچ میں دینی مصلحت ہو کہ حب خدا و رسول اس کے محرک ہیں وہ سب صدقات کے حکم میں ہے اور  
اس کا پیسہ پیسہ ستر ستر ہزار بن کر قیامت میں ملے گا۔ غرض آپ کا حال کچھ عجیب حال تھا کہ دنیا جسے غم کہتی ہے  
وہ آپ کے لئے عین خوشی تھی اور دنیا کے نزدیک جس کا نام خوشی ہے وہ آپ کے لئے حزن و غم ہے

معمہ حال میرا مثل ابرو برق و باران تھا میں بونے میں بھی خنداں تھا میں ہنسنے میں بھی گریاں تھا  
آپ پر محبوبیت غالب تھی ہر کہہ و مہ کا دل آپ کی طرف کھینچتا تھا، آپ کی مجلس انوار و برکات کی  
مخزن تھی۔ آپ کی صورت دیکھ کر اللہ یاد آتا تھا۔ آپ نے چاہ کنگان میں چھپنے کی لاکھ کوشش کی مگر قدرت  
نے آپ کو بازارِ مصر میں نکال کر آخر منصبِ ظہور اور تختِ عروج و شہرت پر لا بٹھایا اور آپ دانہ نخم کی طرح لاکھ  
مٹے مگر کشتِ زار ہو کر مخلوق کو شکمِ میر بنانے کے لئے باہر نمودار ہوئے بغیر نہ رہے۔ آپ دینلے کے لئے رحمتِ الہیہ  
تھے کہ اجابت آپ کی دعاؤں کا استقبال کرتی اور آپ منصبِ ارشاد و ہدایت کے ناچار تھے کہ درخت کا پتہ  
پتہ اور نہر کا قطرہ قطرہ حاضرین کو ذکر اللہ کا سبق پڑھایا کرتا تھا۔ آپ کی عمر اپنے مولیٰ کی یاد میں ختم ہوئی کہ تین  
برس کی عمر سے آپ کے قلب میں قطبِ وقت مولانا گنگوہی کی محبت کا نخم جما اور آخر اسی میں تمام ہو گئے کہ  
ہڈیوں کا گودا بھی جل جل کر خشک ہو گیا ہے

وہ راز ہوں جو عیاں ہو کے بھی عیاں نہ ہوا وہ نکتہ ہوں جو بیاں ہو کے بھی بیاں نہ ہوا  
رُواں رُواں مرا کیا عشق میں زباں نہ ہوا بیاں نہ ہونا تھا یہ حالِ دل بیاں نہ ہوا



ایک مخلص طبیب نے آپ کے آخری مرض میں نبض دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت آپ کو تو بہت پرانی  
 نپ معلوم ہوتی ہے اور ایسی ہے جیسے کسی غلبہ خزن و غم میں حادث ہوتی ہے اور اندر ہی اندر گھلاتی ہے۔  
 برسہا برس گزر جانے پر اس وقت آپ کو جوش آیا اور فرمایا ہاں حکیم صاحب سچ فرمایا مجھے تپ شروع  
 حضرت گنگوہی سے قلبی تعلق | اس دن ہوئی جس دن حضرت گنگوہی نے دنیا کو الوداع کہا اور  
 اس کا بدن پر ظہور اس دن ہوا جس دن خبر سنی کہ مولانا محمود حسن  
 اور شیخ الہند سے محبت | صاحب مالٹا میں قید ہو گئے۔ آج مولانا ہاں ہو کر تشریف لے آویں  
 تو کچھ نہ سہی ایک دفعہ تو جھجھری لیکر اٹھ ہی کھڑا ہوں گا۔ اتنا فرما کر چپ ہو گئے اور آخر اسیر مالٹا کے  
 ہندوستان آنے سے قبل ہی دنیا سے سدھار لئے۔

مراد دیت اندر دل اگر گویم زباں سوزد | وگردم در کشم تر رسم کہ مغز استخوان سوزد  
 مولانا محمد کچی سردل کی بے چینی کا اظہار | ایک مرتبہ بیماری میں بندہ اور مولوی محمد کچی مرحوم  
 حاضر ہوئے۔ دونوں سے حضرت کو کمال بے تکلفی تھی  
 اور مولانا کا دلچسپ جواب | اس لئے جب سب اٹھ گئے تو فرمایا مجھے ایک پریشانی

لاحق ہے جس میں گھلا جانا ہوں، وہ یہ کہ حدیث میں آتا ہے بندہ مومن کو لقا رب کی تمنا ہوتی ہے اور  
 میں اپنے اندر اس مضمون کو نہیں پاتا۔ مولوی کچی صاحب نے کہا حضرت یہ تمنا و شوق تو عند الموت ہوتا ہی  
 اور آپ ابھی مرنے والے نہیں۔ آپ نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا کہ مرنے کو تو پڑا ہی ہوں اور اسی لئے  
 فکر ہے کہ شوق لقا کیوں نہیں۔ مولوی صاحب نے کہا پھر حضرت ہمارے لئے تو مبارک ہے کہ ابھی خلی تعالیٰ  
 نے اس وقت کو مؤخر فرمایا کہ وہ وقت ہوتا تو شوق لقا بھی غالب آتا۔

چنانچہ آپ تندرست ہو گئے اور زندہ رہے حتیٰ کہ مولوی محمد کچی صاحب نے بھی دفعۃً انتقال فرمایا اور  
 یہ سیرا روح فرسا صدمہ آپ کو پہنچا جس کو آپ نے سابق صدقات کے پہلو میں رکھ لیا۔ آخر جب وہ وقت آیا  
 جس کے آپ منتظر تھے تو باوجودیکہ کروٹ لینا دشوار تھا اور نیاز کے لئے بھی دو آدمی سہارا دے کر اٹھاتے اور  
 پلنگ سے اتار کر مصلے پر بٹھا دیا کرتے تھے مگر آپ پر آستانہ محمدیہ کی حاضری کا غلبہ ہوا اور آپ نے سفر حج کا پختہ قصد کر لیا۔  
 کمال ضعف کے باوجود حج و زیارت کا شوق | میں حاضر ہوا تو آپ نے بڑے اہتمام سے مجمع کو اکٹھا کر  
 تنہائی حاصل کی اور مجسم شوق بن کر فرمایا میں تو تیرا

میرے دل میں ایسا سورد ہے کہ اگر کہہ ڈالوں تو زبان کو پھونک دے اور اگر سانس اندر کھینچ لوں تو ڈر ہے کہ ہڈیوں کا گودا بھی جلا جائے  
 اسلئے یہ ذوق و شوق عشق کا کرشمہ ہے اس کو قاعدوں سے نہ پرکھا جائے گا۔



انتظار ہی دیکھ رہا تھا کہ دل کی بات کہوں۔ وہ یہ ہے کہ امسال حج کا ارادہ کر چکا ہوں اور تمنا ہے کہ زندہ رہوں تو پہلے جہاز پر سوار ہو جاؤں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت آفرین ہے حضرت کی ہمت پر کہ کروٹ تو لی نہیں جاتی اور قصد ہے اس کٹھن سفر کا جس میں مستعد جوان بھی چور چور ہو جاتے ہیں۔ بھلا کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمایا حضرت بوڑھے جوان سب ہی اس راستے میں چلتے ہیں۔ پس مجھے تو کوئی پکڑ کر ریل میں ڈال دے تو پڑا پڑا انشاء اللہ چلا ہی جاؤں گا۔

میں نے دیکھا کہ یہ غلبہ شوق دینے والا نہیں تو موافقت کا پہلو لے لیا اور عرض کیا ہاں حضرت "ہمت کا حمایتی خدا ہے" جب حضرت نے قصد فرمایا تو انشاء اللہ پہنچا کچھ دشوار نہیں۔

**حضرت سہارنپوری کی اجازت حاصل کرنے کی کوشش** فرمایا الحمد للہ الحمد للہ تو نے تو موافقت کر لی اب ایک خاص درخواست ہے

وہ یہ کہ بس اب حضرت سہارنپوری کا میرے بزرگوں میں ایک دم باقی ہے جن کے حکم کے سامنے چون و چرا کی ہمت نہیں اس کا ہم چڑھا ہوا ہے کہ حضرت نے اجازت نہ دی اور منع فرمایا تو پھر کیا کروں گا۔ بس یہ خدمت تیرے سپرد ہے کہ حضرت سے بخوشی اجازت دلوادے۔ میں چونکہ سمجھ رہا تھا کہ یہ تو سرکار کے بلائیے کی علامت ہے کہ حاضری آستانہ کا شوق بیتاب بن گیا ہے ورنہ موسم حج میں ابھی اتنا وقت ہے کہ اس وقت تک حضرت جیات ہی رہیں تو رہے نصیب۔ پھر آپ کے دل کو تڑمردہ کیوں کروں اس لئے میں نے عرض کیا کہ ہاں حضرت انشاء اللہ ضرور کوشش کروں گا اور امید قوی ہے انشاء اللہ حضرت انکار نہ فرمائیں گے بلکہ کیا عجب ہے حضرت بھی قصد فرمائیں اور پھر بندہ بھی ہم کاب ہو۔ اتنا سن کر فرحت و سرور سے حضرت کا چہرہ چمکنے لگا اور "الحمد للہ الحمد للہ اب اطمینان ہو گیا" فرماتے ہوئے از خود اٹھ بیٹھے کہ تکیہ سے سہارا لگائے دیر تک اسی کی باتیں کرتے اور مزہ لیتے رہے۔

**وصیت و ہبہ کا اہتمام** آپ نے وفات سے قبل اپنا تمام سامان حتی کہ بدن کے کپڑے تک وصیت و ہبہ کے ذریعہ دوسروں کی ملک بنا دیئے تھے مگر تیرہ سو روپیہ نقد زاد راہ

بنا کر مولانا عبدالقادر صاحب کے حوالہ کر دیا تھا کہ اس کو محفوظ رکھو یہ میرے اور تمہارے سفر حج کا خرچ ہے۔ آخر جوں جوں حج کا موسم قریب آتا گیا آپ کا مرض وضعف بڑھتا اور وصال کا وقت قریب آتا گیا حتی کہ آپ نے سمجھ لیا کہ اب گنجائش نہیں رہی اور تیرہ سو روپیہ ترک بنا چاہتا ہے۔ تب آپ نے مولانا کو بلا کر وہ روپیہ بھی تقسیم کر دیا۔ کیونکہ آپ مولیٰ کریم سے ایسی حالت میں ملنے کے متمنی تھے کہ دنیا کا کوئی حصہ اور پارچہ بھی آپ کی ملک میں نہ ہو۔ بیت کے دھیان سے ہٹ کر اب آپ رب البیت کے خالص تصور میں غرق ہو گئے



اور آخر چنڈی روز بعد وہ مبارک وقت آیا جس کے شوق میں آپ کا رواں رواں پکارتا تھا سہ

خرم آن روز کہ از منزل ویراں بروم راحت جاں طلبم وز پئے جاناں بروم

نذر کردم کہ گراید بسر آید این غم روزے تادیر میکده شاداں وغزل خواں بروم

آپ کے مرض کو چونکہ امتداد زیادہ ہو گیا تھا اس لئے زائرین آتے اور چلے جاتے تھے، کس کو خیال تھا کہ قلاں وقت رخصت کا ہے

**حضرت سہارنپوری کا خواب**

اور ٹھہرنا چاہئے حضرت سہارنپوری نے خواب دیکھا کہ آفتاب غروب ہو گیا اور دنیا میں اندھیرا چھا گیا۔ حسب معمول تہجد کے وقت حضرت اٹھے اور نفلوں سے فارغ ہو کر متفکر بیٹھ گئے۔ اہلیہ نے پوچھا آج عادت کے موافق آپ نفلوں کے بعد لیٹے کیوں نہیں اور طبیعت کچھ فکر مند معلوم ہوتی ہے کیا بات ہے؟ آپ نے خواب کا اظہار کیا اور مخزون لہجہ میں فرمایا اس کی تعبیر ایک تو یہ ہے کہ مولانا محمود حسن صاحب مالٹا میں مجوس ہیں دوسرے مجھ کو یہ بھی اندیشہ ہے کہ کہیں شاہ عبدالرحیم صاحب کی حالت نازک نہ ہو۔

غرض صبح کو حضرت پیلون روانہ ہو گئے جہاں تبدیل آب و ہوا کے لئے حضرت کا قیام تھا۔ بعد مغرب حضرت نے فرمایا آج عشا کی نماز ذرا سویرے پڑھ لیجو۔ چنانچہ یہ سمجھ کر کہ آرام کی خواہش ہوگی نماز اول وقت پڑھ لی گئی اور آپ چارپائی پر لیٹ رہے۔ حضرت دوسرے کمرہ میں جا لیٹے کہ دفعۃً آپ کو آخری کرب شروع ہوا اور حضرت اپنے کمرہ سے لپک کر پاس آئے۔ مولانا نے حضرت کو محبت بھری نظروں سے دیکھا اور آپ کا ہاتھ تھام کر اپنے سینہ پر رکھ لیا۔

حضرت نے پڑھنا شروع کیا اور راپور کا آفتاب اپنے محبوب کا ہاتھ چھاتی پر رکھے ہوئے چند منٹ کے اندر شب کے انج کر

**انتقال ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ**

۱۵ منٹ پر غروب ہو لیا۔ فان اللہ وانا الیہ راجعون۔ صبح کو جنازہ راپور کی طرف چلا اور خدام کا مجمع بحسرت و اندوہ یہ کہتا ہوا پیچھے پیچھے ہو لیا سہ

لے تماشا گاہ عالم روئے تو تو کجا بہر تماشا می روی

آخر اسی باغ میں جہاں آپ کی حیات شریفہ کا آخر حصہ گذرا تھا مسجد کی جنوبی سمت آپ کا وہ حبیب اظہر جو رضا و سلیم کے جھولے میں بدتوں چڑھا اور اترتا تھا ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۵ جنوری ۱۹۱۹ء

سے میں خوش ہوں گا اس دن کہ اس اجڑے گم سے جلا جاؤں گا روح کی راحت حاصل کروں گا محبوب کے لئے روانہ ہوں گا۔  
سے جس نے منت مانی ہے کہ اگر کسی دن یہ غم میں آجاتے گا تو سیکہ کے رونا تک خوشی خوشی غزل پڑھتا ہے۔ اجاؤں گا۔  
سے وہ ذات کہ تیرا ہمہ تمام عالم کا تماشا تھا تو کجا کجا مائے گم کے لئے چہا ہے۔



یوم سہ شنبہ کو سپرد زمین کر دیا گیا مگر تنہا نہیں بلکہ ہزاروں یادگاریں چھوڑ کر اور ہزاروں کی حسرتوں اور  
نمناؤں کو ساتھ لیکر ہے۔

اکیلا کون کہتا ہے لحد میں نعشِ حاتم کو ہزاروں حسرتیں مدفون ہیں دریا کے پہلو میں  
بات بہت دوپہنچ گئی کہ سوانحِ خلیلیہ لکھتا ہے نہ کہ سوانحِ رحیمیہ مگر بے اختیاری میں قلم سے نکلا جو نکلتا تھا  
اور وہ بھی اس ضمن میں کہ حضرت کے شاگردوں میں کوئی بھی کامیاب نہ ہوتا تب بھی حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب کا  
ایک وجود باوجود جس کی جوتنیوں کے طفیل ہزاراں ہزار مخلوق کامگار و بامراد ہو گئی فخر کے لئے کافی تھا کہ اس کی  
شان یہ تھی جس پر توجہ کی اس کو بالابال بنا دیا اور جس طرف نظر ڈالی اس کو عشق و محبت کا مزہ چکھا دیا ہے  
وہ لوٹا پوٹا ہی دیکھا نگاہ کی جس پر کسی کے بس کا تر تیر بے کماں نہ ہوا  
بالخصوص جبکہ دونوں حضرات کی باہمی مخلصانہ محبت اتنی متعری بھی ہو چکی تھی کہ ان کے متوسلین  
ان کو گویا شیخ ہی سمجھتے تھے اور ان کے متعلقین ان کو پیر کے حکم میں مانتے تھے۔

حضرت مولانا اپوری کے اس رنگ کو میں نے بارہا غور سے دیکھا کہ حضرت کے تشریف رکھتے ہوئے کوئی  
صاحب آتے اور مصافحہ کرنے کے لئے ولانا کی طرف بڑھتے تو حضرت مولانا اپنے ہاتھ سیدھا لیتے اور حضرت  
کی طرف اشارہ کر کے ان کو تنبیہ فرماتے کہ گستاخ نہ بنو پہلے حضرت سے مصافحہ کرو کہ اقدم و افضل  
ہیں اور پھر مجھ سے۔

سفر حج کو جانے کے وقت حضرت کے تلامذہ کی درخواست ہوئی کہ مسلمات و رسورہ ص کی سنا کر  
باقاعدہ اجازت و سب عطا فرماؤں۔ چنانچہ حضرت نے منظور فرمایا اور کہا کہ سب لوگ دہریل کر بیٹھو، میں  
آتا ہوں۔ چنانچہ چپہا تیس طلبہ صفت باندھ کر بیٹھ گئے۔ حضرت دہریل ٹھہرے تو بندہ بھی اتھہ ہویا کہ اجازت  
میں شریک ہوں گا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ حضرت مولانا اپوری بھی طلبہ کی صف میں بیٹھ ہوئے ہیں اور حضرت  
اساذ کی آندکا انتظار فرما رہے ہیں۔ جہاں ان طلبہ کو اجازت ملے وہاں مجھے بھی یہ تشریف نصیب ہوا۔ آہ  
کیا کہوں اور کس زبان سے کہوں کہ ان آنکھوں نے کہاں کہاں اور کیسا کیسا موسم بہار دیکھا اور اب  
وہی آنکھیں چار سو خزاں کا عالم دیکھ رہی ہیں مگر نہ بہا رہیں کہ نہ کیا یا نہ خزاں میں بورت پکڑی۔ فالی اللہ  
المشتکی۔ انما اشکو ابثی و حزن الی اللہ۔ ہ

نہیدستانِ قسمتِ راجہ سید ازہر کمال کہ خضر زابِ جیواں نشہ می آرد سکندر را

سے قدم در آں۔ اللہ تو اللہ تعالیٰ ہی سے شکایت ہے۔ اللہ میں اپنی پریشانی و غم کی شکایت اللہ تعالیٰ سے ہی کرتا ہوں۔  
اللہ نعمت کے خالی ہاتھ والوں کو کاش اور بہت بھی یہ آفاقیہ کہو۔ حضرت خضر علیہ السلام چتر آب حیات سکندر کو پیسا ہی نے آئے تھے



سردیں مارا خیر اور انظر اورون خانہ بیرون در  
 ماکلیسا دوست ماسجد فروش اوز دست مصطفیٰ پیمانہ نوش اقبال  
 حضرت چاروں سلسلوں (قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ) میں  
**سلسلہ طریقت** بیعت فرماتے تھے اور چاروں سلسلوں کی نسبتیں 'عطر مجموعہ' کی طرح  
 اس سلسلہ میں لسی ہونی تھیں جو آپ کو اپنے شیخ المشائخ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب (۱)  
 رائے پوری قدس سرہ سے پہنچا تھا،

(۱) حضرت کے حالات طیبہ اور کمالات عالیہ کے تذکرہ کے لئے مستقل تصنیف درکار ہے۔

سفینہ چاہئے اس بکر بکراں کے لئے

جہ جہ واقعات جو حضرت مولانا عبدالقادر صاحب نے اپنی زبان مبارک سے کبھی ارشاد فرمائے وہ  
 اس کتاب میں اپنے موقع پر آگئے ہیں، مولانا عاشق امی صاحب نے تذکرہ انجلیل میں نہایت اسی  
 اور اجمال کے ساتھ کچھ حالات لکھے ہیں ان کو ملاحظہ فرمایا جاسکتا ہے، ناچیز مؤلف نے اس مختصر کتاب  
 میں ضمناً بطور تذکرہ لکھنے کی جرأت نہیں کی، درحقیقت حضرت مولانا عبدالقادر صاحب کے آثار و کمالات  
 انکی زندگی حضرت ہی کی کتاب زندگی اور تذکرہ کا ایک تیس ورق اور آپ کے کمالات اور مقامات کا ایک نمونہ اور نمونہ تھا۔  
 قیاس کن زگلستان من بہا ہر



حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ کے پہلے شیخ آپ ہی کے ہم نام حضرت  
میاں صاحب شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری تھے جو سلسلہ قادریہ نقشبندیہ میں اپنے وقت کے

(۱) حضرت میاں صاحب سرسارہ ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے، اگر یہ (خاندانی روایت صحیح  
ہے کہ ۸۹ سال کی عمر میں وفات ہوئی تو ولادت ۱۲۱۴ھ میں ہوئی ہوگی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں  
صاحب کے نہایت دل آویزاور بڑے رفیع حالات سناتے تھے، ان کی مدد سے ان کا ایک مختصر سا تذکرہ  
اور تعارف مرتب ہو سکتا ہے،

فرماتے تھے کہ میاں صاحب حضرت حاجی آخوند صاحب صوات کی خدمت میں حاضر ہوئے  
اور بیعت کی درخواست کی، حاجی صاحب نے بیعت فرمایا اور شرط کی کہ انگریزوں کی نوکری نہیں کرو گے  
ورنہ بیعت شکست ہو جائے گی، وہ بیعت کر کے چلے آئے، لیکن بعض حالات ایسے پیش آئے کہ انھوں نے  
نوکری کرنی، پھر جب سید و شریف حاضر ہوئے آخوند صاحب نے آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ جاؤ ہمارے کام کا نہیں  
رہا آپ پندرہ روز تک ہاں روتے رہے، آخوند صاحب نے بلوا کر دو بارہ اسی شرط پر بیعت کی اور وہیں کے  
ہوئے، وہاں سید و شریف میں ایک غار میں معمولات پورے فرماتے تھے، ایک روز اس غار کے اوپر  
اس چٹان پر شیر بر آکر بولنے لگا، اسکی آواز سے پہاڑ کی چوٹی سے پتھر گرنے لگے، فرماتے تھے ذرا  
سکون میں فرق آیا، پھر اپنا ذکر اسی قوت سے شروع کر دیا، بڑے قوی النسبت اور صاحب  
کشف و تصرف بزرگ تھے، اٹھنا بیٹھنا مشکل تھا، اس کے باوجود روزانہ سو رکعتیں نفل پڑھا کرتے  
تھے، خادم کھڑا کرتے تھے آپ نفل پڑھنے لگتے اور اٹھنے بیٹھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی،  
کشف کا یہ حال تھا کہ مرزا صاحب کی شہرت اور دعوے سے بہت دن پہلے حکیم نور الدین صاحب بہار  
جموں کی صحت کیلئے دعا لوانے کیلئے آئے، فرمایا تمہارا نام نور الدین ہے، حکیم صاحب نے کہا ہاں، فرمایا  
عاقبت تو دیان میں ایک فخر احمد پیدا ہوا ہے جو کچھ غرض کے بعد ایسے دعوے کریگا جو نہ اٹھائے جائیں گے نہ



نامور شیخ طریقت حضرت حاجی عبدالغفور صاحب (جو خود صاحبِ صوت کے نام سے مشہور ہیں) کے خلیفہ تھے، میاں صاحب نے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کو سلسلہ قادریہ نقشبندیہ

(بقیہ حاشیہ) رکھے جائیں گے، تم اسے جھکی لکھے ہوئے ہو، حکیم صاحب نے استعجاب کا اظہار کیا تو فرمایا تم میں ابھنے کی عادت ہے اور مناظرہ کا شوق ہے، یہی عادت تم کو وہاں لے جائیگی، باوجود کشف و کرامت و علوئے مرتبت کے مزاج میں بہت تواضع اور مسکنت تھی، فرماتے تھے کہ جب میں بازار سے گزرتا ہوں اور لوگ سلام کرتے ہیں تو گھڑوں پانی پڑ جاتا ہے، ندامت میں ڈوب جاتا ہوں، انتقال بھی عجیب طریقہ سے ہوا، ایک ن گھر سے خوشدامن صاحب نے آواز دی کہ میاں صاحب قیہ (چھوٹی ٹیچی) روٹھی ہوئی ہے اسکو مناؤ فرمایا کیسی قیہ اور کس کی قیہ، ہم نے اپنے روٹھے کو منا لیا، یہ کہہ کر ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا، کروٹ لی اور سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ مظاہر العلوم میں تعلیم حاصل کرتے تھے، ابتداء سے بزرگوں سے عقیدت اور ان کی صحبت میں بیٹھنے کا شوق تھا، میاں صاحب کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے، مباحثات کو بھی بڑی نظر عنایت تھی، ایک روز فرمایا امیرے چاند تھے بیعت ہی کر لوں، کچھ عرصہ کے بعد اجازت بھی مرحمت فرمائی حضرت کی انکے ساتھ اخیر تک عقیدت قائم رہی ذکر طریقہ قادریہ کا انھیں سے اخذ کیا تھا اور رائے پور کے سلسلہ میں ہی رائج ہے مولانا عبداللہ شاہ صاحب کرمانی تعلیمات رحیمی میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت پیر و مرشد (حضرت میاں صاحب سہارنپوری) بدرجہ غایت قبیح سنت اور محترزا زبدعت تھے، کسی عرس اور محفلِ قصہ و سرود و شعر خوانی میں شریک نہیں ہوتے تھے اور اپنے خادمان کو اتباع شرع کا تقید فرماتے تھے، اور بدعات سے منع فرماتے تھے (ص ۵۲-۵۳)

۲۱ ربیع الاول ۱۲۳۳ھ روز و شبہ وقت شب میاں صاحب کی وفات ہوئی، خلفاء میں مولوی محمد امیر پانہ

خان صاحب جانشین، مولانا عبداللہ شاہ صاحب کرمانی، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رانی پوری ممتاز و مشہور ہیں



میں اجازت دی تھی<sup>(۱)</sup>، اور وہ اس سلسلہ میں لوگوں کو بیعت فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس راہ کی ترقیات و کمالات، مرجحیت و مقبولیت جو نہایت عانی استعداد اور قومی النسیبت بزرگوں کو حاصل ہوتی ہے عطا فرما رکھی تھی میاں صاحب کی وفات کے بعد جب قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا آفتاب رشد و ارشاد نصف النہار پر پہونچا اور ان کی ذات گرامی سے وہ تجدیدی شان اتباع سنت کا کمال اور عقائد و اعمال میں انکے تعلق اور نسبت کے اثرات ہویا اور عشق و محبت کی وہ خصوصیات ظاہر ہوئیں جو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی رحمت اللہ علیہ کے سلسلہ کی خصوصیت ہیں تو آپ نے شیخ کامل و مکمل ہونے کے باوجود حضرت مولانا رشید احمد رضا کی طرف اس طرح رجوع کیا جیسے ایک مرید رشید کرتا ہے، حضرت نے آپ کو اجازت و خلافت دی آپ کی بقیہ زندگی حضرت کے رنگ و مسلک اور حضرت کی محبت و عقیدت میں ڈوبی رہتی تھی اور اس طرح ان دونوں سلسلوں کے اثرات و برکات اور ان کی نسبتیں آپ میں جمع ہو گئیں،



# قطب العالم علیہ السلام حضرت میرزا شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہ

م ۱۳۳۷ھ  
۱۹۱۹ء

تحریر: سید نفیس الحسینی

اے گل، نہ ہمیں معرکہ من تو گرم است  
ہنگامہ صد سوختہ خرمن تو گرم است

سلطان الاولیاء والکاملین، امام المتوکلین و الزاہدین قطب العالم حضرت مولانا حافظ ابوالفتح  
شاہ عبدالرحیم رائے پوری نور اللہ مرقدہ کی ولادت باسعادت تھیں ۱۸۵۲ء میں ضلع انبالہ (شہر تہ  
پنجاب، ہندوستان) کے ایک گاؤں تگری میں ہوئی۔ خاندانی اعتبار سے آپ شرفائے راجپوت  
میں سے تھے۔ آپ کے والد ماجد جناب راؤ اشرف علی خاں صاحب تگری کے ممتاز زمیندار اور خدایاد  
بزرگ تھے۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف شاملی کے میدان میں معرکہ آرائی کی پاداش میں  
جب حضرت اقدس حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی، حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت  
اقدس مولانا محمد قاسم نالوتوی قدس سرہم کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے تو حضرت اقدس



حاجی صاحب اسی علاقہ میں پنجلاہ کے مقام پر روپوش رہے۔ انھیں دنوں حضرت اقدس گنگوہی اپنے پیر و مرشد حضرت اقدس حاجی صاحب کی تلاش میں بتیوار و بے حال جگہ جگہ پھرتے پھرتے بنگری سے بھی گزرے۔ جناب راؤ اشرف علی خاں صاحب نے انھیں اپنے ہاں مہمان ٹھہرایا۔ حضرت اقدس گنگوہی نے ایک شب وہاں قیام فرمایا۔ اس مختصر سے قیام میں مخلص میزبان کو اجنبی مہمان سے ایسا قلبی لگاؤ پیدا ہوا کہ بیعت کی درخواست پیش کر دی۔ حضرت اقدس گنگوہی نے فرمایا میں کل آپ کو اپنے پیر و مرشد حضرت اقدس حاجی امداد اللہ صاحب سے بیعت کر آؤں گا جو قریب ہی پنجلاہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ راؤ صاحب نے اپنے صاحبزادے عبدالرحیم کو جو اس وقت تقریباً تین برس کے تھے، خدمت والا میں دعا کے لیے حاضر کیا۔ حضرت اقدس گنگوہی نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعائے رشد و ہدایت فرمائی۔ یہی سعادت آثار بچہ عبدالرحیم اپنے اوج کمال کو پہنچ کر قطب العالم اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم راپوری کے نام سے شہرہ آفاق ہوا اور ایک زمانہ اُس کے سرِ شہید عرفان سے سیراب و فیضیاب ہوا۔

بچپن ہی سے اعلیٰ حضرت راپوری کی جبین مبارک پر آثارِ ولایت و معرفت آشکار و ہویا تھے۔ سینہ مبارک صغیر سنی ہی میں حفظ کلام اللہ کی نعمت سے مہبط انوار ہو گیا۔ دینی تعلیم سہارنپور اور دوسرے شہروں میں اپنے وقت کے جتید اساتذہ سے حاصل کی۔ زمانہ تعلیم ہی میں عارف یگانہ، قطب زمانہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری قدس سرہ (م ۲۱، ربیع الاول ۱۳۰۳ھ) کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ ایک زمانہ تک اُن کی خدمت میں رہے۔ چونکہ قلب مبارک نور ایمان و یقین سے مزکی و مصفی تھا۔ اس لیے جلد ہی سلوک و معرفت کی منزلیں طے کر لیں اور مقام تسلیم و رضا کو پہنچے۔ مرشد عالی مقام نے اپنی خلافتِ خاصہ سے نوازا اور راپور (ضلع سہارنپور) میں قیام کا حکم فرمایا۔

راپور آپ کا نخیالی گاؤں تھا چنانچہ قصبہ راپور سے باہر نہر جن مشرقی کے دوسرے کنارے



آپ نے ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی جو بعد میں "خانقاہ گلزار رحیمی" کے نام سے موسوم ہوئی۔ جلد ہی آپ کی ذات مزجہ علاقہ بن گئی اور آپ کا فیضان چار اطراف میں دور دور پھیل گیا۔

۲۱۔ ربیع الاول ۱۳۰۳ھ کو آپ کے پیرومرشد نے اس جہان فانی سے رحلت فرمائی

رحمہ اللہ تعالیٰ۔

شیخ بزرگوار کی وفات کے بعد آپ چند ایک مرتبہ کلیر شریف بھی حاضر ہوئے۔ اکثر تہا سفر فرماتے کسی کو ہمراہ نہ لیتے۔ کچھ شب و روز وہاں قیام بھی فرماتے۔ ایک مرتبہ وہاں حاضر ہوئے تو عجیب واقعہ پیش آیا جسے مرشدنا و مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری (۱۳۸۲ھ) قدس سرہ بارہا اپنی مجالس میں بیان فرماتے رہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت شاہ عبدالرحیم راپوریؒ ایک شب کوتاج الاولیاء حضرت خواجہ علاء الدین علی احمد صابر کلیری قدس سرہ کے مزار مبارک کے قریب درگاہ کی مسجد سے ملحقہ صحن میں محو خواب تھے۔ نصف شب کو آپ نے بارش محسوس کی۔ آپ فوراً اندر سائے میں چلے گئے لیکن غور کیا تو معلوم ہوا کہ بارش نہ تھی۔ دوبارہ آپ باہر تشریف لاکر آرام فرما ہوئے۔ کچھ وقفے کے بعد پھر وہی کیفیت ہوئی اب آپ کو یقین ہو گیا کہ بارش انوار ہے۔ آپ اٹھے وضو کیا اور نوافل میں مشغول ہو گئے۔ اچانک آپ نے ایک آواز سنی "عبدالرحیم" عبدالرحیم آپ نے خیال کیا کہ صحن میں ان متعدد سونے والوں میں کوئی ہو گا جسے کوئی شخص بلارہا ہے۔ آخر آپ کے قلب کوشش ہوئی۔ سلام پھیر کر مزار مبارک کی طرف متوجہ ہوئے۔ آواز آئی۔ "میں تمہیں ہی بلارہا ہوں" پھر ارشاد ہوا "ہمارے سلسلہ کی نعمت اس وقت گنگوہ میں ہے۔ مولانا رشید احمد صاحب کے پاس، آپ وہاں جاؤ۔"

آپ کلیر سے عجیب جذبات و خیالات کے ساتھ لوٹے۔ یہ سفر حج کا زمانہ تھا۔ آپ گنگوہ شریف حاضری سے پیشتر ہی سفر مبارک پر روانہ ہو گئے۔ اس زمانے میں قطب الاقطاب شیخ العرب والعجم اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی قدس سرہ کے چشمہ فیوض و برکات سے ایک عالم سیراب ہو رہا تھا۔ آپ مکہ معظمہ میں ان کی خدمت مبارک میں باقاعدہ حاضر ہوتے رہے۔



حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری قدس سرہ کے والد بزرگوار بھی اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کے مرید تھے۔ ان کی بیعت کا واقعہ "تذکرۃ الرشید" اور "امداد اشتیاق" میں موجود ہے۔

اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کی شفقت حضرت رائپوری کے حال پر بے پایاں رہی۔ ایک روز آپ مجلس مبارک میں موجود تھے کہ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نے ایک عام ارشاد فرمایا: "میں آج اپنا قرآن پاک جو میرے زیر تلاوت رہتا ہے اس شخص کو دوں گا جو قرآن پاک سے کمال شفقت کے باعث مجھ سے آگے نکل گیا" اس نعمت کا اشتیاق بہت سے حاضرین کو ہوا۔ مگر یہ نعمت جس ذات والا صفات کے مقدر میں تھی اسی کو ملی۔ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نے وہ کلام پاک حضرت اقدس رائے پوری کو عنایت فرمایا۔ دیتے ہیں باوہ طرف قدح خوار دیکھ کر

اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ "مولانا! آپ سے میرا روحانی رشتہ بنے ہندوستان واپسی کے وقت مجھے بل کر جائیے گا۔"

اگرچہ حضرت اقدس رائپوری نے کلیر شریف کا واقعہ ابھی کسی سے بھی بیان نہیں فرمایا تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کو اس کا اور اک ہو گیا۔

حضرت اقدس رائپوری جب آخری ملاقات کے لیے حاضر ہوئے تو اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نے آیت مکتوب گرامی حضرت گنگوہی کے نام دیا جس میں اپنا مافی الضمیر تحریر فرمایا تھا۔

حضرت اقدس رائپوری ہندوستان واپس آکر گنگوہ شریف پہنچے۔ حضرت والا کی خدمت میں اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کا مکتوب مبارک پیش کیا۔ تین شب و روز آپ خانقاہ رشیدی میں قیام پذیر ہو کر فیضیاب ہوتے رہے۔ رخصت کے وقت حضرت اقدس گنگوہی نے آپ کے بیعت سے شرف فرمایا اور چاروں سلاسل طیبہ کی اجازت کے ساتھ اپنی دستا بردار خلافت حرمت فرمائی۔

حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہ کے خلفاء میں آپ کو ایک خاص امتیازی مقام حاصل رہا۔ بعض معاملات میں حضرت قطب الارشاد گنگوہی نے اپنی حیات ہی میں انہیں اپنی نیابت خاصہ سے نوازا۔ چنانچہ جن دنوں دارالعلوم دیوبند میں کچھ اختلافات رونما ہوئے اور مخلصین نے حضرت اقدس گنگوہی



کی خدمت میں حاضر ہو کر اصلاح احوال کے لیے درخواست پیش کی تو حضرت قطب الارشادؒ نے حضرت اقدس راپوریؒ کو اپنی نیابت میں اس کام پر فائز کیا۔ آپ نے تہمت باطنی سے بطریق احسن اُسے انجام دیا اور کامیاب رہے۔

حضرت قطب الارشاد گنگوہیؒ صرف محدث کبیر، فقیہ عصر اور مشہد زمانہ ہی نہ تھے بلکہ مجاہد جلیل اور غازی اسلام بھی تھے۔ ۱۸۵۷ء میں شاملی کے میدان میں انگریز کے خلاف جنگ کا کارنامہ عظیم بھی انجام دیا تھا۔ اس معرکہ میں اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب امام جہاد تھے — حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہیؒ قاضی متعز ہوئے جب کہ حضرت اقدس مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سپہ سالار فوج تھے۔ حضرت مولانا محمد منیر نانوتوی اور حضرت حافظ ضامن صاحب تھانوی مہینہ اور میسرہ کے افسر تھے۔ حضرت حافظ ضامن صاحب نے ۲۴ محرم الحرام ۱۲۷۴ھ (۱۴ ستمبر، ۱۸۵۷ء) پیر کو بوقت ظہر شاملی کی جنگ میں شہادتِ عظمیٰ سے سرفروشی حاصل کی۔ ۱۸۵۷ء کے جہادِ حریت میں انگریزی حکومت نے بغاوت کو بزور ختم کر دیا تو ان اہلِ فداست علمائے اچھی طرح محسوس کر لیا کہ اب انگریز کی طاقت اس قدر بڑھ چکی ہے کہ کھلی جنگ میں اس سے مقابلہ مشکل ہے۔ چنانچہ انھوں نے زیر زمین (انڈر گراؤنڈ) کام کا فیصلہ کیا۔ اسی مقصدِ عظیم کی خاطر دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی گئی۔

حضرت اقدس گنگوہیؒ نے اپنے ممتاز خلفاء کو جہاں فیضانِ سلوک و تصوف سے سیراب کیا وہاں جذبہ جہاد و سرفروشی سے بھی سرشار کیا۔ گویا سلوک و تصوف اور جذبہ حریت دونوں کا تعلق نسبت باطنی ہی سے تھا۔

۸۔ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ کو حضرت قطب الارشاد گنگوہیؒ نے اس جہانِ فانی سے رحلت فرمائی۔ ان کے ممتاز خلفاء و مسترشدین ان کی نسبت باطنی کے امین و وارث ہوئے۔

حضرت اقدس گنگوہیؒ کے خلفاء میں حضرت قطب عالم حضرت مولانا عبدالرحیم راپوریؒ اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ میں باہم نہایت درجہ محبت و یگانگت تھی جو حضرت اقدس گنگوہیؒ کے زمانہ حیات ہی سے ان کے دلوں میں راسخ ہو چکی تھی اور وہ یگانہ و دو قالب کا مصداق



بن گئے تھے۔

حضرت شیخ الہندؒ کی ذات والاصفات میں فیضانِ قاسمی و رشیدی کا قرآن السعیدین تھا۔

حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ فرماتے ہیں :

حضرت شیخ الہندؒ مرحوم کو تعلیم و تربیت کا شرف حضرت مولانا محمد قاسم صاحب

اور پھر حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس اللہ سرہما اور حضرت حاجی امداد اللہ

رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل تھا۔ سالہا سال ان کی خدمت عالیہ میں انتہائی اخلاص اور شغف

بلکہ عاشقانہ جذبات کے ساتھ رہنا ہوا تھا اور ان حضرات کی وہ مکمل ہستیاں تھیں جنہوں

نے ۱۸۵۷ء میں علم آزادی بلند کر کے شاملی، تھانہ بھون وغیرہ سے انگریزی اقتدار کا

خاتمہ کر دیا تھا۔ ان کے سینوں میں ہمیشہ آزادی اور جہاد کی مبارک آگ سلگتی رہتی تھی۔

اس لیے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ میں انگریزی اقتدار کے فنا کرنے کا جذبہ

مستقل طور پر ہونا طبعی امر ہو گیا تھا۔ (نقش حیات طلاً)

ادھر قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راپوری قدس سرہ کی ذات گرامی بھی نسبتِ رحیمی

رشیدی کا مجمع البحرین تھی۔ حضرت اقدس راپوریؒ کو جذبہ جہاد اپنے مرشد اقل حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب

سہا پوری قدس سرہ کے واسطے سے بھی حاصل تھا۔ آپ کے دادا پیر قطب الاولیاء غازی اسلام حضرت

اخوند عبدالغفور صاحب سوات (م ۱۲۹۵ھ) نے صوبہ سرحد میں ایک لشکر اسلام کے ساتھ انگریزوں

سے متعدد جنگیں لڑیں۔ میدان جنگ میں انھیں سکت فاش دے کر علاقہ سوات و بنیر میں حکومت

اسلامی قائم کر لی تھی اور اپنی حیات میں وہاں انگریز کے منحوس قدم چھنے نہ دیے۔ اس سے پہلے حضرت

اخوند صاحب قدس سرہ کے پیرو مرشد حضرت خواجہ محمد شعیب تور دھیری قدس سرہ نے بھی رنجیت سنگھ

کے خلاف لشکر آرائی کر کے داد شجاعت دی اور ۱۲۳۸ھ میں اس مجاہد اسلام نے ایک معرکہ جنگ

میں جام شہادت نوش کیا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

حضرت شیخ الہند اور حضرت اقدس راپوریؒ کے درمیان یہ اقدار مشترک بھی کیلی و یکجہتی کا



باعث بنیں۔ حضرت اقدس گنگوہی کی وفات کے بعد جب تحریک آزادی کی سرگرمیوں کو نمایاں کرنے کا وقت آیا تو حضرت رائے پوری نے شیخ الہند کے دوش بدوش اس تحریک میں حصہ لیا۔ یہ تحریک کوئی نئی تحریک نہ تھی، بلکہ علماء حق کی وہی تحریک تھی جو برطانوی حکومت کے خلاف امام المجاہدین امیر المومنین حضرت سید احمد شہید نے شروع کی تھی اور سر فروشان اسلام نے بالاکوٹ کے میدان میں جان کے نذرانے بارگاہ رب العزت میں پیش کر کے سرخروئی حاصل کی تھی۔ علماء مجاہدین کی وہی تحریک پھر ۱۸۵۶ء میں شاملی اور تھانہ بھون کے کارزاروں میں بروئے کار آئی اور حضرت حافظ صامن شہید اور ان کے کچھ ساتھی خلعت شہادت سے آراستہ و پیرستہ ہو کر رب ذوالجلال کے حضور پہنچے۔ اب ایک بار پھر اس تحریک کے منقہ شہود پر آنے کا وقت آگیا۔ حضرت شیخ الہند کو اس تحریک کا امیر الامراء اور رئیس المجاہدین تسلیم کیا گیا۔

غم لیت کہ آوازہ منصور کہن شد

من از سر نوح سلوہ دہم وارورسن ا

حضرت قطب عالم رائے پوری نے کمال مردانگی و ہمت باطنی سے تا دم حیات حضرت شیخ الہند کا ساتھ دیا۔ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری بھی ابتدا ہی سے اس تحریک میں حصہ لے رہے تھے۔ اس سلسلے میں حضرت اقدس نانوتوی اور حضرت اقدس گنگوہی کے اور توسلین بھی شریک جہاد تھے۔ مفکر انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

لان الامر ( الجہاد ) لم یکن مقصوداً علیٰ شیخنا ( شیخ الہند )

فقط بل کان معہ ، جماعتہ من اتباع مولانا محمد قاسم و طائفۃ

من اتباع مولانا رشید احمد مثل مولانا عبد الرحیم الہادی

( الامام رحمن فی تفسیر الرحمن ص ۱۳۱ ج ۱ )

حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہ انتہائی زیرک، صاحب بصیرت و فراست اور صاحب رائے بزرگ تھے۔ آپ کے صفائے باطن کا تو یہ عالم تھا کہ حسن و قبح قلب نورانی پر منکشف ہو جاتا تھا۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کا بیان ہے :



” مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب راپوری کا قلب بڑا نورانی تھا۔ میں اُن کے پاس بیٹھنے سے ڈرتا تھا کہ کہیں میرے عیوب منکشف نہ ہو جائیں۔“

حکایات اللعیا“ (ارواحِ ثلاثہ) ص ۲۶۵

حضرت شیخ الہند، حضرت اقدس راپوری کا بے حد احترام فرماتے، آپ کے قیمتی مشوروں سے استفادہ ہوتے۔ انھیں تحریک کے سلسلے میں سب سے زیادہ اعتماد و تعلق خاطر آپ ہی کی ذات گرامی سے تھا۔ حضرت مستری احمد حسن صاحب دیرہ دُونی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب راپوری، جو اس تحریک کے سرگرم کارکن اور حضرت اقدس راپوری کے معتقد تھے، اوائل شوال ۱۳۹۰ھ میں (راقم سطور کے قیام راپور کے دوران) خانقاہ رائے پور تشریف لائے تو فرمایا:

” حضرت شیخ الہند تحریک کے سلسلے میں مشورے کے لیے پہلے خود ہی راپور تشریف لایا کرتے تھے جب اُن کی تحریک نمایاں ہو گئی تو انھوں نے خود مصلحت تشریف لانا بند کر دیا اور جب کبھی تشریف لاتے رات کو آتے تاکہ کسی کو خبر نہ ہو، بعد میں پیغام رسانی کے لیے قاصد آتے جاتے تھے۔“

بہمی تعلق و محبت کا معاملہ صرف تحریک تک ہی محدود نہ تھا بلکہ اس کا دائرہ وسیع تر تھا خانقاہ راپور کے ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ جن دنوں حضرت شیخ الہند نے ترجمہ قرآن پاک دیوبند میں شروع کیا تھا۔ وقتاً فوقتاً رائے پور تشریف لاتے اور حضرت اقدس راپوری کو ترجمہ سناتے۔ آپ اگر کچھ فرماتے تو شیخ الہند فوراً اسے قبول فرمایتے۔ حضرت شیخ الہند فرمایا کرتے تھے کہ میں جب ترجمہ مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب راپوری کو سناتا ہوں تو مجھے اطمینان ہو جاتا ہے۔ حضرت اقدس راپوری ترجمہ شیخ الہند کے بے حد قدردان تھے۔ اور آپ کی حیات مبارکہ میں یہ کام پورا ہو گیا۔



ترجمہ کی تکمیل حضرت شیخ الہند نے اسارتِ مالٹا کے دوران فرمائی۔ ثقہ روایت کے مطابق یہ ترجمہ حضرت اقدس راپوری قدس سرہ ہی کی آرزو کے پیش نظر حضرت شیخ الہند نے کیا تھا۔

حضرت مولانا نور شاہ صاحب محدث کشمیری فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں تو حضرت مولانا راپوری کے مرتبہ و مقام کا علم اس وقت ہوا جب ہم نے دیکھا کہ حضرت شیخ الہند راپور تشریف لے جاتے ہیں اور انھیں اپنا ترجمہ سناتے ہیں۔

۱۳۳۳ھ میں جب حضرت شیخ الہند حجاز تشریف لے گئے۔ روانگی سے پیشتر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے کتب خانے میں مخفیہ مشورے ہوتے رہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب اپنے ایک مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں :

”شوال ۱۳۳۳ھ میں جب کہ حضرت سہارنپوری اور حضرت شیخ الہند کی حجاز

کی روانگی ہو رہی تھی اور حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ کی غیبت میں اس تحریک کی قیادت اعلیٰ حضرت راپوری کے سپرد ہوئی تھی۔ وہ مظاہر العلوم میں طے ہوئی تھی اور اس سے ان حضرات کے آپس کے تعلقات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ شوال ۳۳ھ کے پہلے ہفتے میں حضرت شیخ الہند دیوبند سے اور اعلیٰ حضرت راپوری راپور سے اور مولانا احمد صاحب راپوری راپور سے سہارنپور تشریف لائے اور ۴، ۵ روز تک مدرسہ کے کتب خانہ میں یہ سب تجاویز طے ہوئی تھیں۔ چاروں حضرات صبح کی نماز کے بعد چائے اور اشراق سے فارغ ہو کر مدرسہ کے کتب خانہ میں اور تشریف لے جاتے تھے اور سب طرف کے کواٹر اندر سے بند ہو جاتے تھے۔ پانچویں کا وہاں گذر نہ تھا۔“

(مکتوب از مدنیہ سنورہ بنام عبدالرشید ارشد۔ ۱۰ صفر ۱۳۹۶۔ ۱۰ ذی قعدہ ۱۹۷۶ء مطبوعہ الرشید لاہور دارالعلوم مئیں)

راپوری حضرات کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت راپوری کی یہ رائے نہیں تھی کہ حضرت شیخ الہند ہندستان سے باہر تشریف لے جائیں۔ اُن کا ارشاد یہ تھا کہ اس وقت حجاز میں بھی انگریزی ہی مسلط ہے۔ ہندستان میں تحریک کے نسبتاً زیادہ مواقع ہیں اور یہاں شیخ الہند کی گرفتاری پر نقص امن کا اندیشہ بھی انگریز



کے خیال میں ہوگا۔ اگر گرفتاری پیش بھی آگئی تو تحریک ختم نہیں ہوگی بلکہ اور زور سے چلے گی لیکن  
ہوا وہی جو کارکنان قضا و قدر کو منظور تھا۔ مرضی مولیٰ ازہمہ لولیٰ

حضرت شیخ الہند قدس سرہ بکیرہ روم کے راستے حجاز تشریف لے گئے وہیں گرفتاری عمل  
میں آگئی اور مالٹا جزیرے میں نظر بند کر دیے گئے۔ حضرت شیخ الہند کی عدم موجودگی میں تحریک  
آزادی کی کمان اعلیٰ حضرت رائے پوری نے سنبھالی۔ آپ بکمال استقامت و غرمت اس فریضے کو انجام  
دیتے رہے۔ حضرت شیخ الاسلام مدنی فرماتے ہیں :

” حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نہایت دلسوزی اور استقلال ادا عالی تہمتی سے

انتہائی رازداری کے ساتھ امور متممہ کو انجام دیتے رہے لہذا ان کے خاص قدم بھی

دکھپی لیتے رہے۔“ (نقش حیات ص ۱۱۱)

مولانا عبید اللہ سندھی کے حضرت شیخ الہند کے نام ریشمی خطوط برطانوی حکومت کے ہاتھ  
لگ گئے اور یہ تحریک آزادی (جسے انگریزوں نے ریشمی رومال سازش کا نام دیا) افشا ہو گئی تو مجاہدین  
اور حریت پسندوں کی گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ تحقیقات شروع ہوئی مختلف جگہ چھاپے مارے گئے۔  
انگریزی آئی ڈی افسر مع عملہ خانقاہ رائے پوری پہنچا۔ اعلیٰ حضرت رائے پوری قدس سرہ ان دنوں صاحبِ فاش  
تھے لیکن آپ نے نہایت استقلال اور شان بے نیازی سے جواب دیے۔

افسر نے پوچھا! مولانا آپ کا شیخ الہند سے کیا تعلق ہے؟

حضرت اقدس نے فرمایا: ” تعلق کی پوچھتے ہو؟ تعلق کا معاملہ تو یہاں تک ہے کہ جس دن  
سے میں انھیں سفر حجاز کے لیے دہلی سے رخصت کر کے آیا ہوں، بیمار ہوں، بخار میرے بدن میں سما گیا  
ہے، چارپائی پر پڑا ہوں، آج بھی اگر ان کی واپسی کی خبر سن پاؤں تو مجھ میں جان آجاتے اور میں ایک  
بار پھر ٹھہر ٹھہری لے کر اٹھ کھڑا ہوں گا۔“

افسر: شیخ الہند جو حکومت کے خلاف تحریک چلا رہے ہیں اس کے بارے میں

آپ کا کیا خیال ہے؟



حضرت رائے پوری: میں اس تحریک کو بالکل حق سمجھتا ہوں۔  
 افسر رپورٹ ملی ہے کہ تحریک کو یہاں سے مالی امداد پہنچ رہی ہے۔  
 حضرت اقدس رائے پوری نے اس بات کا بحکال تدبیر و فراست ایمانی کچھ ایسا جواب دیا کہ افسر  
 ان کی بات کی تہ تک نہ پہنچ سکا۔

ملاجی عبدالعزیز جو حضرت رائے پوری کے ہمراز تھے اور خفیہ طور پر مجاہدین کے لیے مالی امداد فراہم  
 کرنے کا کام ان کے سپرد تھا۔ جیسے وہ حضرت رائے پوری کے حکم سے انجام دیتے تھے، اس وقت خانقاہ  
 میں موجود تھے۔ حضرت اقدس رائے پوری کو اندیشہ ہوا کہ اگر ان سے پوچھ گچھ ہوتی تو سوال و جواب  
 میں کہیں نرم نہ پڑ جائیں۔ آپ نے فوراً ان کو اپنے پاس بلایا اور افسر سے مخاطب ہو کر بڑے جوش  
 سے ملاجی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ان لوگوں کی کیا مجال اور طاقت ہے جو میری مرضی کے خلاف  
 ایک قدم بھی اٹھائیں۔ اس علاقے میں انھیں میرے ایما کے بغیر ایک پیسہ بھی نہیں مل سکتا۔ اور  
 میں تو خدا کے فضل و کرم سے یہ کہتا ہوں کہ حکومت بھی چاہے تو یہاں سے کچھ حاصل نہیں کر سکتی۔  
 اس افسر پر کچھ بہیت سی چھا گئی۔

کچھ اور سوالات بھی انگریزی آئی ڈی افسر نے کئے۔ ان کے جوابات بھی کچھ اسی طرح ہی  
 دو ٹوک دیے گئے۔ حتیٰ کہ وہ ناکام واپس ہوا۔ اگر ایک طرف انگریزی حکومت کی سی آئی ڈی  
 پوری طرح سرگرمی سے کام کر رہی تھی تو دوسری طرف حضرت اقدس رائے پوری بھی اس سے غافل  
 نہیں تھے۔ چنانچہ اپنے انخانے کے پورے پورے اہتمام کے ساتھ جوابی کاروائی کا سلسلہ بھی  
 زیر زمین قائم کر رکھا تھا۔ مسوری پہاڑ پر انگریزوں کا جو فوجی سروے آفس تھا اور جس میں جنگی نقشے  
 تیار کئے جاتے تھے۔ حضرت مستری احمد حسن صاحب دیرہ دونی راجہ کو وہاں مامور کر رکھا تھا۔ وہ  
 سروے آفس میں ملازم تھے اور یہاں تک افسروں پر اپنا اعتماد قائم کر رکھا تھا کہ وہ اتوار کو ٹھپی  
 کے روز دفتر کی چابیاں ان کے سپرد کر جاتے تھے۔ حضرت مستری صاحب خفیہ طور پر نقشے لے کر خانقاہ  
 رائے پوری پہنچ جاتے تھے۔ حضرت اقدس رائے پوری کمال انخانے سے ان نقشوں کو رات کے وقت اپنا حجرہ



بہارک بند کر کے موسم تہی کی روشنی میں ملاحظہ فرمایا کرتے تھے۔ اس طرح یہ سرفروشان دین و وطن حالاتِ زمانہ سے پوری طرح باخبر اور انگریزی منصوبوں کو خاک میں ملانے کے لیے سرگرم عمل رہتے تھے۔

اسیرِ مالٹا حضرت شیخ السنہ قدس سرہ کا فراق حضرت اقدس رائپوری کے لیے سوہانِ لوح تھا۔ آپ اُن کی یاد میں بیقرار رہتے۔ اُن کے تذکرے سے آپ کو سکون و قرار حاصل ہوتا تھا۔ اُن کے فضائل و مناقب میں طب اللسان رہتے تھے۔ اسی زمانہ میں کار پر دازانِ دارالعلوم نے دیوبند تشریف آوری کی درخواست کی۔ اصرار تک نوبت پہنچی تو علامتِ حضرت رائپوری آمادہ ہو گئے۔ دیوبند ریلوے سٹیشن پر آپ کا استقبال کیا گیا۔ میزبانوں نے دارالعلوم میں قیام کا انتظام کر رکھا تھا۔ حضرت مستری احمد صاحب بھی حضرت کے ہمراہ تھے۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ ریلوے سٹیشن پر بہت بڑی تعداد میں تانگے موجود تھے۔ ایک خوبصورت تانگہ علامتِ حضرت رائپوری کے لیے مخصوص کیا تھا۔ آپ اس میں تشریف فرما ہوئے اور تانگہ والے سے حضرت شیخ السنہ کے مکان پر چلنے کو فرمایا۔ آپ وہیں فرودکش ہوئے اور ایک ہفتہ قیام پذیر رہے۔ دن رات حضرت شیخ السنہ کا ذکرہ و در زبان رہتا تھا۔ اُن کی جلالتِ شان حاضرین پر واضح کرتے اور فرماتے کہ حضرت شیخ السنہ کو اس جہاد کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تمام بلند نصیب فرمادیا ہے۔ جہاد کے فضائل بھی علماء و عوام کے سامنے بیان فرماتے۔

حضرت اقدس شیخ السنہ قدس سرہ کی اہلیہ محترمہ کی خدمت میں آپ نے بیس روپے بطور نذر بھجوائے۔ وہ بہت غمزدہ تھیں، فرطِ غم سے رونے لگیں، انہوں نے آپ کی خدمت میں دریافت کرایا کہ حضرت، وہ مالٹا سے واپس بھی آئیں گے یا نہیں؟ اُس زمانے میں رہائی کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی بلکہ ناممکن خیال کی جاتی تھی لیکن آپ نے بزبانِ الہام یہ ارشاد فرمایا کہ کوئی فکر نہ کیے حضرت شیخ السنہ انشاء اللہ ضرور تشریف لائیں گے اور یہ الفاظ پورے یقین سے تکرار ڈہرائے۔ اہلیہ محترمہ کو بہت کچھ تسلی و تسفی دی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسا ہی طہور میں آیا۔



حضرت شیخ الہند ابھی مالٹا ہی میں اسیری کی مدت گزار رہے تھے کہ ادھر علیحضرت اپوری  
 شدید طود پر علیل ہو گئے۔ اس مرض الوصال میں آپ نے مرشدنا و مولانا شاہ عبدالقادر راپوری قدس سرہ  
 کو اپنی خانقاہ میں متعین فرمایا اور وصیت فرمائی کہ میرے بعد سلوک کے بارے میں ضرورت محسوس ہو  
 تو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری سے مشورہ کرنا اور حضرت شیخ الہند جب مالٹے سے  
 رہا ہو کر واپس ہندوستان تشریف لائیں تو ان کے سیاسی مشوروں پر عمل کرنا اور تھوڑے دنوں  
 میں ان کا بھروسہ ساتھ دینا۔ اپنے نواسے حضرت مولانا حافظ عبدالغزیز صاحب کو بھی ان کے سپرد  
 کیا کہ اس کا خاص خیال رکھنا۔ حافظ صاحب کی عمر اس وقت چودہ برس تھی۔

آخر زمانہ میں علیحضرت راپوری پر شتیاق زیارت حرمین شریفین نے بیحد غلبہ کیا۔ اگرچہ  
 اس سے پیشتر بھی چند مرتبہ سعادت حج بیت اللہ سے مشرف ہو چکے تھے لیکن اس مرتبہ ذوق و  
 شوق کا ایک اور ہی عالم تھا۔ حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی فرماتے ہیں :

"باوجودیکہ کروٹ لینا دشوار تھا اور نماز کے لیے بھی دو آدمی سہارا دے کر  
 اٹھاتے اور پنگ سے اٹار کر مصلے پر بٹھایا کرتے تھے مگر آپ پر آستانہ محمدیہ علی  
 صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی حاضری کا غلبہ ہوا اور آپ نے سفر حج کا پختہ قصد کر لیا۔  
 میں حاضر ہوا تو آپ نے بڑے اہتمام سے مجمع کو اٹھا کر تنہائی حاصل کی اور مجسم شوق  
 بن کر فرمایا، میں تو تیرا انتظار ہی دیکھ رہا تھا کہ دل کی بات کہوں۔ وہ یہ ہے کہ ہمال  
 حج کا ارادہ کر چکا ہوں اور تمنا ہے کہ زندہ رہوں تو پہلے جہاز پر سوار ہو جاؤں۔ میں  
 نے عرض کیا، حضرت، آفرین ہے حضرت کی ہمت پر کہ کروٹ تولی نہیں جاتی اور  
 قصد ہے اس کٹھن سفر کا جس میں مستعد جوان بھی چڑھ چھو ہو جاتے ہیں۔ بھلا کیسے ہو  
 سکتا ہے؟ فرمایا، حضرت بوڑھے جوان سب ہی اس راستے میں چلتے ہیں۔ بس مجھے  
 تو کوئی پڑ کر ریل میں ڈال دے تو پڑا پڑا انشا اللہ چلا ہی جاؤں گا۔ میں نے دیکھا



کہ یہ غلبہ شوقِ دینے والا نہیں تو موافقت کا پہلو لے لیا اور عرض کیا، ہاں حضرت !  
ہمت کا حمایتی خدا ہے۔ جب حضرت نے قصد فرمایا تو انشاء اللہ پہنچنا کچھ دشوار نہیں  
فرمایا الحمد للہ الحمد للہ تو نے تو موافقت کر لی۔ (تذکرہ انجیل ص ۱۷۱)

”آپ نے قبل از وفات اپنا تمامی سامانِ حشی کہ بدن کے کپڑے تک وصیت و ہبہ کے ذریعے  
دوسروں کی ہلک بنا دیے تھے مگر تیرہ سو روپیہ نقد زاد راہ بنا کر مولانا عبدالقادر صاحب کے حوالے  
کر دیا تھا کہ اس کو محفوظ رکھو کہ یہ میرے اور تمہارے سفرِ حج کا خرچ ہے۔ آخر جوں جوں حج کا موسم  
قریب آتا گیا آپ کا مرض و ضعف بڑھتا رہا اور وصال کا وقت قریب آتا گیا حشی کہ آپ نے سمجھ لیا  
کہ اب گنجائش نہیں رہی اور تیرہ سو روپیہ ترکہ بنا چاہتا ہے، تب آپ نے مولانا کو بلا کر وہ روپیہ  
بھی تقسیم کر دیا۔ کیونکہ آپ مولیٰ کریم سے ایسی حالت میں ملنے کے متمنی تھے کہ دنیا کا کوئی جبہ اور پارچہ  
بھی آپ کی ہلک میں نہ ہو۔ بیت کے دھیان سے ہٹ کر اب آپ رب البیت کے خاص تصور  
میں غرق ہو گئے اور آخر چند ہی روز بعد وہ مبارک وقت آیا جس کے شوق میں آپ دان و ان بکا رہا تھا

۴ خرم آن روز کہ از منزل ویران بروم ۵ راحت جان طلبم و ز پئے جانان بروم  
نذر کردم کہ گر آید سب این علم روزے تا در سیکدہ شادان و غزلخوان بروم  
آپ کے مرض کو چونکہ امتداد زیادہ ہو گیا تھا، اس لیے زائرین آتے اور چلے جاتے تھے،  
کس کو خیال تھا کہ فلان وقت رخصت کا ہے اور ٹھیرنا چاہیے۔ حضرت سہارنپوری (مولانا خلیل احمد  
صاحب قدس سرہ) نے خواب دیکھا کہ آفتاب غروب ہو گیا اور اندھیرا چھا گیا۔ حسب معمول تہجد کے  
وقت حضرت اٹھے اور نفلوں سے فارغ ہو کر مستغک بیٹھ گئے۔ اہلیہ نے پوچھا، آج عادت کے  
موافق آپ نفلوں کے بعد بیٹھے کیوں نہیں اور طبیعت کچھ فکر مند معلوم ہوتی ہے، کیا بات ہے؟  
آپ نے خواب کا اظہار کیا اور مخزون لہجہ میں فرمایا، اس کی تعبیر ایک تو یہ ہے کہ مولانا محمود حسن صاحب  
ماٹا میں مجبوس ہیں، دوسرے مجھ کو یہ بھی اندیشہ ہے کہ کہیں شاہ عبدالرحیم کی حالت نازک نہ ہو۔  
عرض صبح کو حضرت پیون روانہ ہو گئے جہاں تبدیل آب و ہوا کے لیے حضرت (شاہ عبدالرحیم)  
کا قیام تھا۔ بعد مغرب حضرت نے فرمایا، آج عشا کی نماز ذرا سویرے پڑھ لیجو۔ چنانچہ یہ سمجھ کر کہ آرام



کی خواہش ہوگی، نماز اول وقت پڑھ لی گئی اور آپ چارپائی پر لیٹ رہے۔ حضرت دوسرے کمرے میں جا بیٹھے کہ دفعہ آپ کو آخری کرب شروع ہوا اور حضرت سہارنپوری اپنے کمرے سے لپک کر پاس آئے، مولانا (شاہ عبدالرحیم صاحب) نے حضرت (سہارنپوری) کو محبت بھری نظروں سے دیکھا اور آپ کا ہاتھ تھام کر اپنے سینے پر رکھ لیا، حضرت سہارنپوری نے پڑھنا شروع کیا اور رات پور کا آفتاب اپنے محبوب کا ہاتھ چھاتی پر رکھے ہوئے چند منٹ کے اندر شب کے ۱۱ بجکر ۱۹ منٹ پر غروب ہو گیا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ صبح کو جنازہ رات پور کی طرف چلا اور خدام کا مجمع بکثرت اندوہ یہ کہتا ہوا پیچھے پیچھے ہویا۔

اے تماشا گاہِ عالم رُوئے تو تو کجا بہر تماشا می روی  
(تذکرۃ النخیل ص ۲۷۲)

”آخر اسی باغ میں جہاں آپ کی حیات شریفہ کا اخیر حصہ گزرا تھا، مسجد کی جنوبی سمت آپ کا وہ جسدِ اطہر جو رضی و تسلیم کے جھولے میں مدتوں چڑھا اور اترتا تھا ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۹ جنوری ۱۹۱۹ء یومِ سہ شنبہ کو سپردِ زمین کر دیا گیا، مگر تنہا نہیں بلکہ ہزاروں یادگاریں چھوڑ کر اور ہزاروں کی حسرتوں اور تمنائوں کو ساتھ لے کر۔

اکیلا کون کتا ہے کد میں نقشِ حاتم کو ہزاروں حسرتیں مدفون ہیں دریا کے پہلو میں  
(تذکرۃ النخیل ص ۲۷۲)

۸ جون ۱۹۰۸ء حضرت رات پوری قدس سرہ کے وصال کے بعد ان کی پشینگوئی کے مطابق آخر ۲۰ رمضان ۱۳۳۸ھ کو حضرت شیخ السنڈ ملٹے سے بمبئی لا کر رہا کر دیئے گئے۔ ہر جگہ فقید المثال استقبال کیا گیا ہزاروں مشتاقانِ دید کے جلو میں دیوبند تشریف لائے۔ چند روز وہاں ٹھہر کر باوجود ضعف و ناتوانی کے رات پور تشریف لائے اور فرار مبارک پر دل گرفتہ حاضر ہوئے، ان کے دل پر کیا بتی؟ ہر کوئی اس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ امیر خسرو کے اس شعر کی عملی تفسیر دیکھی گئی

کشتی کہ عشق دارد نگذار دت بدینساں  
بجنازہ کر نہ آئی بمزار خواہی آمد



ہمارے حضرت فرماتے تھے

"حضرت شیخ السنڈ جب مالٹا سے رہا ہو کر آئے تو راپور بھی تشریف لائے عالم حیرت میں ادھر ادھر دیکھتے رہے۔ میں نے محسوس کیا کہ اب یہ بھی زحمت ہونے والے ہیں۔"

(ملفوظات قلمی جمع کردہ مولانا علی احمد مرحوم ص ۵۹)

علمحضرت راپوری قدس سرہ کے وصال کے ایک سال چند ماہ بعد حضرت اقدس شیخ السنڈ مالٹا سے رہا ہو گئے۔ اُس وقت سخت علالت، ضعف و ناتوانی کے باوجود راپور میں مزار مبارک پر حاضر ہوئے۔

علمحضرت راپوری کے وصال کے حادثہ جانکاہ کی خبر جب ایسراٹا کے سمیع مبارک تک پہنچی تو فرط غم سے بیقرار ہو گئے۔ شدت جذبات میں ایک نہایت پرورد مرثیہ لکھا جو مستدسراٹا کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت شیخ السنڈ کو علمحضرت راپوری سے کتنا تعلق خاطر تھا اور ان کی نظر میں حضرت کا مقام کتنا بلند تھا اس کا اندازہ اس مرثیہ سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ راقم سطور کے خیال میں اگر علمحضرت راپوری کی حیات مبارک پر کوئی کتاب نہ بھی لکھی جائے تو یہ مرثیہ ان کی ایک تہنیت سوانح کی حیثیت رکھتا ہے اور ان کے مرتبہ و مقام پر شاہد عادل ہے۔

علمحضرت راپوری کے وصال مبارک پر دوسرے اکابر علماء دیوبند نے بھی عربی، فارسی اور اردو زبان میں بلند پایہ مرثیے لکھے جن میں ختم المتدین حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری ہفتی عظم حضرت مولانا عزیز الرحمن، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، شیخ الادب حضرت مولانا اعجاز علی، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب مہمند جیسے سرآمد روزگار علماء و فضلا شامل ہیں۔

اس مجموعہ مرثیوں کو "شعر الفراق" کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے۔ "شعر الفراق" میں علمحضرت راپوری کے جانشین و خلیفہ عظم قلب الارشاد مرشدنا و مولانا حضرت شاہ عبدالقادر راپوری قدس سرہ کی وفات حسرت آیات پر لکھے گئے مرثیے بھی شامل کر دیئے گئے ہیں کہ مرشد و مرشد اور مخدوم و خادم بہر بنوع لازم و مطروم ہیں۔



# شہرِ لہذا

حضراتِ قُطْبِیْنَ کی وفات پر لکھے گئے مرثیے



تألیف : نفیس الحسینی



## شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ

قبلہ و کعبہ امانی مُرد عالم و حافظِ مثنوی مُرد  
عارفِ حکمتِ یمانی مُرد طاہرِ عرشِ آشیانی مُرد

زینتِ وزیرِ الفِ ثانی مُرد

شاہِ عبدِ الرحیمِ ثانی مُرد

حاملِ دین و حاصلِ حنات خازنِ خیر و کافلِ برکات  
قاسمِ فیض و جامعِ اہتمام سایہِ لطفِ رحمتِ مہمدات

زینتِ وزیرِ الفِ ثانی مُرد

شاہِ عبدِ الرحیمِ ثانی مُرد

رہنمائے مسالکِ ایمان رگبرگے ستارے ایتقان  
رہ نوردِ مراحلِ احسان ساقیِ بزمِ وحدت و عرفان

زینتِ وزیرِ الفِ ثانی مُرد

شاہِ عبدِ الرحیمِ ثانی مُرد

نورِ چشمِ اکابر و عہدِ سلام نلجاً و تامنِ خواص و عوام  
سرپرستِ مدارسِ اسلام مردمِ دیدہ رشیدِ امام

زینتِ وزیرِ الفِ ثانی مُرد

شاہِ عبدِ الرحیمِ ثانی مُرد



تھی ہمیشہ سے تیری جائے قرار جنتۃ مآء نہرہا مدرار

اب وہ بنے نہر چشم دریا بار ہاتھ مل مل کے کہتے ہیں اشجار

زینت وزیب الف ثانی مُرد

شاہ عبد الرحیم ثانی مُرد

یچھی علم تھے امام عنزال تم تھے اچھا کندہ اعمال

کرتے تھے مُردہ سنتوں کو کجال آج ان کی کرے گا کون سنبھال

زینت وزیب الف ثانی مُرد

شاہ عبد الرحیم ثانی مُرد

کہتے تھے سن کے حادثے سپہم کریں کس کس کا غم الہی ہم

بن گیا سب غموں کا آج یہ اک غم ہو گئے ایک غم میں سب مدغم

زینت وزیب الف ثانی مُرد

شاہ عبد الرحیم ثانی مُرد

چھوڑ جانا ہمیں اور اتنی دُور بے کس و کور، بے بس و مجبور

تھام روت سے آپ کی بس دُور اب بجز اس کے کچھ نہیں متدور

زینت وزیب الف ثانی مُرد

شاہ عبد الرحیم ثانی مُرد

خستہ حالوں سے اے ستودہ صفا بے نیازی نہیں کمال کی بات

کیوں نہ ہو پھر حیاتِ رشکِ تما باوفا جب کرے جفا بہت

زینت وزیب الف ثانی مُرد

شاہ عبد الرحیم ثانی مُرد



نازش و فخر دوستان رہا زور بازوئے ہمرہاں نہ رہا  
 قدر افزائے خادماں نہ رہا لوحی خوانِ کارواں نہ رہا

زنیت وزیر العثمانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

سینہ کل تک تھا محشرِ آمال آج بیٹھے ہیں کیسے فارغ بال  
 جی میں کوئی ہوس رہی نہ خیال جینا آتا نظر ہے کیوں جنجال

زنیت وزیر العثمانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

قبر ہو تیری جب دل صد چاک آرزوئیں نہ کیوں ہوں سب خاک  
 ہو تبدل جو ایسا حیرت ناک دل نہ ہوں آرزو سے کیسے پاک

زنیت وزیر العثمانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

ہوئے عثمانُ جاسعِ قرآن وہ بیدہ تم تھے قاسمِ فرقاں  
 تم بلا شک تھے نائبِ عثمانُ آج سُنانِ کیوں نہ ہو میداں

زنیت وزیر العثمانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

آئی ہے جن کجا میں کو خبر تلخ ہی وہ رہیں گے نامحشر  
 آہر ابھیں ہیں علم میں سب انصر موحیں کہتی ہیں سمجھے کوئی اگر

زنیت وزیر العثمانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد



آتا یورپ میں غم بھلا یہ کہاں تیرے دلدادہ گرنہ ہوتے یہاں  
کس کے گھر ہوتا آن کرہاں کس سے سُنا کہو یہ آہ و فغاں

زینت وزیب الف ثانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

سر پہ اس کوہ کو اٹھتا کون گردن اس کے لیے جھکتا کون  
دل کے انداز سے بٹھاتا کون ٹپھ کے یہ رونا اور رُلانا کون

زینت وزیب الف ثانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

ہم جو اس کو روہ میں آدھکے پیش خیمہ تھے تیرے ماتم کے  
ہم ہی مونس ہیں یاں تیرے غم کے لب پہ آلتے ساتھ ہر دم کے

زینت وزیب الف ثانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

تم نے تنہا سفر کیا یاں سے پہنچے پڑاں جہاں ہیں سب اپنے  
رحم اس پر جو دشمنوں میں پھنسے مشغلہ کچھ نہ ہو بجز اس کے

زینت وزیب الف ثانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

تیرے بطنے کی اک تمت پر زندگانی جو کر رہے تھے بسر  
کہیے اب کیا کریں یہ خستہ جگر جینا آج ان کو کیوں نہ ہو دو بھر

زینت وزیب الف ثانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد



تو نہ ہو جب جہاں میں جسلوہ فرا نیم جہاں کچھ دنوں بیچے بھی تو کیا  
اب رہائی کا بھی مزار نہ رہا ہند ہے مالٹا سے آج سوا

زینت وزیر العثمانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثمانی مُرد

ہند چلنے سے ہے کسے انکار سر کے بل چلنے کو ہیں ہم تیار  
پر سمجھ لے یہ خوب او غنم خوار نار ہے جب دیار ہے بے یار

زینت وزیر العثمانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثمانی مُرد

درد و فرقت میں تیرے رُوحی فداک دل میں غمناک سینے میں صد چاک  
ہے زمیں سخت اور دُور افلاک نالہ ہے اور یہ شعر حسرت ناک

زینت وزیر العثمانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثمانی مُرد

راپور تجھ سے تھا محیطِ رجال ہوتا تھا ہر طرف سے سدِ حال  
اہلِ مصر و قری کا تھا اک حال ہو گیا آج سب خوابِ خیال

زینت وزیر العثمانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثمانی مُرد

ایک دم سے ترے بفضلِ خدا تھا وہ اقمِ القریٰ و اقمِ قریٰ  
آج ہو کا مکان ہے لے وا گو بجتی پھرتی ہے فقط یہ صدا

زینت وزیر العثمانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثمانی مُرد



راہیں صلحاء و سید علماء      رونق افزائے حلقہ فقراء  
مند آرائے محفل عرفاء      شمع و باج مجلس غرباء

زنیت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

بجر الطاف و ابرجود و سخا      روح اخلاق و جان صدق و صفا  
کوہ تمکین و کانِ حلم و حیا      بدر آفاق و شمس عز و علا

زنیت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

چشمہ فضل و معدن احسان      کاشف رمز علم القرآن  
محمل صدق قول و مختار زمان      خیرکم من تعلم القرآن

زنیت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

قاصع شرک و بدعت و اکساد      پاک رو، پاکباز و پاک نہاد  
رہرو و رہبر و ہاد و نخباد      شفیق و جان نثار اہل و داد

زنیت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

صوفی و صافی و صفی آواب      فانی و باقی و تقی توآب  
خاشع و خاضع و رضی رحاب      لم یکن فاحشا ولا متخاب

زنیت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد



آپ کے ضبط و حلم سے ہے بعید قید ہستی کو سمجھواتنا شدید  
سخت جانی ہے ان کی قابل دید قید دہری اور اُس پہ ہو یہ مزید

زنیت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبد الرحیم ثانی مُرد

قید دہری ہے اور تری لبند آپ کو ایک بھی ہوتی نہ پسند  
چل دیے کیسے خُترم و خورسند مستندوں کو چھوڑ کر پابند

زنیت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبد الرحیم ثانی مُرد

سب غموں میں تو آگئی بخت پر ترے غم میں ٹرہ گئی شدت  
یہی ادغام کی ہے خاصیت نوحہ اب یہ ہے، ہو کوئی آفت

زنیت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبد الرحیم ثانی مُرد

بار اجاب کون اٹھائے گا آنکھوں پر کون انھیں ٹھائے گا  
ماتھ کون ان کا اب بٹائے گا فتنوں کو کون اب ہٹائے گا

زنیت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبد الرحیم ثانی مُرد

رُوٹھوں کو کون اب منائے گا ٹوٹوں کو کون اب ملاتے گا  
بگڑوں کو کون اب بنائے گا جھگڑوں کو کون اب مٹائے گا

زنیت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبد الرحیم ثانی مُرد



بہمد مہورائے کس سے لوگے کہو! مشوئے کس سے اب کرگے کہو!  
 رازِ دل کس سے اب کہو گے کہو! رائے پور بھی کبھی چلو گے کہو!

زینت وزیر الفِ ثانی مُرد

شاہِ عبد الحسیم ثانی مُرد

ہو مبارک تمہیں باذن اللہ رحمت و فضل و قرب حق یا شاہ  
 غرُبت و حسرت و فراق میں آہ و ردا پنا تو ہے یہ شام و پگاہ

زینت وزیر الفِ ثانی مُرد

شاہِ عبد الحسیم ثانی مُرد



از  
مولانا محمد انور شاہ محدث کشمیری علیہ رحمۃ اللہ  
شیخ الحدیث والعلوم دیوبند

أَمْتَادَهَاكَ الْأَمْرُ تَذَرِي وَتَدْمَعُ فَهَلْ فِي بُكْيٍ مِنْ مَفْرَعٍ لَكَ مَفْرَعٌ

کیا اس حادثہ جانکاه کے پیش آجانے کی وجہ سے تیرے آنسو بہ رہے ہیں اور کیا طجا و ماوی کے ہاتھ سے نکل جانے پر رونے کی وجہ سے کوئی ٹھکانا مل سکتا ہے

وَقَدْ عَيْلَ صَبْرِي ذَلِكَ وَالْجِدْعُ مَيْتًا إِذَا فَاتَهُ ذِكْرُ يَحْيَىٰ وَيَجْزَعُ

میں صبر کے اختیار سے بالکل باہر ہو گیا ہوں اور جب کہ خشک ٹکڑی کا ایک تہہ سرور عالم کی زبان مبارک سے اللہ کا ذکر سننے سے محروم ہو گیا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا (استن خانہ)

وَسَطَ مَزَارٌ بَعْدَ مَا كَانَ أَحْطَىٰ فَصَبْرًا وَإِنَّ الْأَمْرَ أَذْهَىٰ وَأَفْرَعُ

حضرت شیخ کی زیارت سے اکثر شرف حاصل ہوتا رہتا تھا لیکن اب یہ شرف کوسوں دور ہے، تو اب کسی نہ کسی طرح صبر کرنا ہی چاہیے لیکن حقیقت یہ ہے، یہ حادثہ جانکاه حادثہ ہے

تُكَلِّفُنِي مَا لَا يَرَادُ لِجَمَلِهِ وَكَأَيْسَ مَرَدٍّ لِلْقَضَاءِ وَمَدْفَعُ

میں ناقابل برداشت بوجھ اٹھانے پر مجبور ہوں اور خداوند تعالیٰ کے حکم کو کوئی بھی روک نہیں سکتا  
أَجْهَلُ خَطْبِي لَا أَبَالِكَ أَوْ تَرَىٰ خَلِيًّا دَخَىٰ الْبَالِ لَا يَتَوَجَّعُ

خدا کے بندے! کیا اس مصیبت عظیمہ سے جو مجھ پر پڑی ہے تو غافل ہے اور کیا تو نے کوئی شخص بھی دیکھا ہے جو کہ محبت سے غالی اور نرم دل ہو، مگر کبھی منگیں نہ بُرا ہو

وَمِنْ تَمِّ مِثْلِ الشَّيْخِ يَهْدِي وَيَهْتَدِي وَمَوْلَى الْوَرَىٰ عَبْدِ الرَّحِيمِ فَاقْنَعُ

اب دنیا میں شیخ العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم کاسا ہدایت کرنے والا ہدایت یافتہ کون ہے کہ میں اس پر قناعت کر سکوں



وَدَعْوَتُهُ فِي اِذْمَةِ الْمَحَلِّ وَالسَّرْدِ وَفَلْبُ رَدَائِفِ حَالًا سَيَّرَجِعُ

سخت قحط اور وبا کے زمانے میں آپ کی دعا یا قلب و روکا سنوں طریقہ حالات کے بدلنے کا ایک یقینی نشان تھے۔

فَسُبْحَانَ مَنْ أَعْلَى مَقَامًا عِبَادَةً قَوَادِمُهُمْ فِي النُّورِ أَوْ تِلْكَ أَرْفَعُ

وہ خدا بزرگ و برتر ہے جس نے اپنے بندوں کو اعلیٰ مقام عطا کیے۔ ان پر نورِ خداوندی ہے بلکہ وہ اس سے زیادہ اچھی حالت میں ہیں

أَقَامَهُمْ فِي مَقْعَدِ الصِّدْقِ مَرَّةً وَأُخْرَى بِجَوْفِ اللَّيْلِ وَاللَّيْلِ أَسْمَعُ

خداوند نے توفیق بخشی کہ وہ دن کو جاس خیر میں تشریف فرما ہوں کبھی اس لہر کی توفیق دی کہ راتوں کو اٹھ کر دعاؤں میں مشغول ہوں اور رات

کی دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں

تَرَى هَدْيَهُمْ فِي الْحُبِّ وَالْإِنْسِ ثَابِتًا وَوَقْتَهُمْ لِلْفَرْقِ وَالْجَمْعِ أَجْمَعِ

تم دیکھو گے کہ ان کو محبت خداوندی میں ملکہ راسخ حاصل ہو گیا ہے اور ان کا وقت فرق اور جمع کا جامع ہے۔

ن۔ یہ اصطلاحات صرفیہ میں فرق جمع اور جمع الجمع (دیکھو ملحوظات حضرت رائے پوری قدس اللہ سرہم)

وَتَمَّ عِبَادَتِي فِي الْفَنَاءِ بَقَاءَهُمْ حَيَاتُهُمْ فِي الْمَوْتِ وَالشَّيْخِ أَجْمَعِ

خدا نے تمہارے عبادت کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ ان کی بقا و فنا میں ہے اور ان کی حیات و موت میں ہے مگر حضرت رائے پوری ان تمام اصناف کے جامع

أَقَامَ عَلَيَّ مَرْمِيَّ ابْنِ الذَّرْدَهْرَةَ وَكَانَ أَبَا وَقْتٍ مُطَاعًا مُطَوَّعًا

مولانا رائے پوری نے تمام عمر ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے طریقہ کے موافق گزار دی۔ ان کے اوقات بیکار نہ تھے تمام مخلوق ان کی مطیع تھی اور وہ

خداوند تعالیٰ کے مطیع تھے

مَعَارِفٌ مَعْرُوفٌ وَأَدَابٌ حَاتِمٌ سَلَامَةٌ سَلْمَانٌ فَهَلْ تِلْكَ تَرْجِعُ

مولانا رائے پوری میں معروف کرخی کے سے اوقات تھے اور حضرت حاتم کے سے آداب تھے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

کی کسی سلامت روی تھی تو کیا اس قسم کے جامع صفات حمیدہ انسان ہم کو ان کے بعد بھی دیکھنے نصیب ہوئے

وَهَلْ تَسْمَعُ الدُّنْيَا بِهَدْيِ كَهْدِيهِ وَمَا انْ أَرَى دَهْرًا تَوَاتِي وَيَصْنَعُ

اور کیا دنیا کسی ایسے شخص کو ہمارے سامنے لائے گا جس کی صفات مولانا رائے پوری جیسی وہ میرے خیال میں نہ ہو سکتے

نہیں ہو سکے



وَهَلْ تَسْمَعُ الدُّنْيَا بِهَدْيِ كَهْدِيهِ وَمَا نِازِي دَهْرًا يُوَانِي وَيَنْصَعُ

اور کیا زمانہ ایسے شخص کو ہمارے سامنے لائے گا جس کی عادات مولانا راہپوری کی سی ہوں؟ میرے خیال میں تو زمانے بزرگ نہیں بچتا

خَلِيفَةُ حَقِّ نَوْلٍ صِدْقٍ لِشَيْخِنَا رَشِيدِ الْبَرَايَا فَاتٌ شَا وَاتْرَفَعُ

حضرت قطب العالم مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس اللہ سرہ کے آپ سے خلیفہ اور بیش بہا عطا تھے۔

مَقِيمٌ عَلَى ذِكْرِ وَفِكْرِ زَمَانَهُ قَرِيرًا بِقُرْآنِ تِنَاجِيٍّ وَيَسْمَعُ

مولانا راہپوری رات دن ذکر خداوندی اور فکر امور آخرت میں مصروف رہا کرتے تھے۔ قرآن پاک کی تلاوت کے ذریعے سے

خداوند عالم سے باتیں کرتے اور سنتے اور خوشدل رہا کرتے تھے

فِيَا عَجَبًا كَيْفَ اسْتَطَاعَ عُلُومَهُ وَإِنْ جَبَالًا لَا تَزَالُ تَصَدَّعُ

بہت زیادہ قابل تعجب یہ ہے کہ انہوں نے قرآنی معارف کو باوجودیکہ ان سے پہاڑوں کے جگر بھی پارہ پارہ ہو جاتے ہیں کیونکر حاصل کر لیا

وَيَا عَجَبًا مِنْ رَاسِخِ الْجِبَالِ ثُبْتِهِ ، عَلَى قَدِيمِ كَالطُّوْدِ أَرْسِي وَأَوْقَعُ

آپ کی حالت راسخ تھے اور آپ کو ذرا جھنجھٹا حال تھا شریعت کے راستے میں آپ کے قدم ٹپٹپے پہاڑوں کی طرح جگہ ان سے بھی زیادہ مضبوط تھے

يُفَسِّرُهُدَى الْوَاصِلِينَ طَرِيقَهُ وَيَشْرَحُ مَا مِنْ مَنبِتِ الصِّدْقِ يَنْبَعُ

مولانا کا طریقہ ان لوگوں کے طریقہ کو بتاتا تھا جو اصل الی اللہ ہو چکے ہیں اور خداوندی خزانہ سے جو کچھ ملتا تھا اس کی شرح کرتے تھے

حَظِيرَةٌ قَدِيسٌ هُمُهُ أَوْاهْتُهُ سَمِيرٌ بِخَطْبِ الْقَوْمِ كَيْفَ يَرْقِعُ

خداوند عالم کی بارگاہ تک پہنچنا ہی مقصود اصل تھا یا یوں کہو کہ ان کے تمام مقاصد میں سے سب زیادہ ان کے نزدیک ضروری تھا۔ اور اگر

دیکھو کہ خداوند عالم خود ہی کسی کو مرتب رفیع عطا فرماتا ہے تو پھر مرتب کے حاصل کرنے میں کابلی کرنا مناسب نہیں

أَنْيَسُ بِذِكْرِ اللَّهِ فِي طَوْلِ عَمْرِهِ سَمِيرٌ بِخَطْبِ الْقَوْمِ كَيْفَ يَرْقِعُ

مولانا رحمت اللہ علیہ کو تمام عمر ذکر خداوندی ہی سے دلچسپی رہی اور شب روز مسلمانوں کے تذکرہ اس غرض سے آپ کی خدمت میں عرض

جاتے تھے کہ مسلمانوں کی اصلاح کا کوئی طریقہ تجویز ہو سکے

مَتَى تَأْتِيهِ تَعَشُّوْا إِلَى نُورِ صَدْرِهِ مَجْدُ نُورِهِ كَالصُّبْحِ أَوْ ذَاكَ أَصْدَعُ

جب تم ان کے پاس آئے انوار سینہ سے مستفیض ہونے کی غرض سے جاؤ تو تم کو معلوم ہوگا کہ انکا نور صبح صادق کی طرح روشن جگہ اس سے بھی زیادہ صاف







يَقُومُ بِأَمْرِ اللَّهِ فِي كُلِّ حَالٍ ۖ وَفِي رَوْضَةِ الْجَنَّةِ يِرْعَى وَيَرْتَعُ

احکام خداوندی کی مراعات آپ ہر حالت میں کرتے تھے اور اب باغ جنات میں آرام فرما رہے تھے

تَحُلُّ صَعَابَ الْأَمْرِ أَنْفَاتُ رَوْعِهِ ۖ وَخَفَضُ جَنَاحِ كَيْفَ مَا جِئَتْ مَخَضَعُ

اُن کے انفاس قلب بڑے بڑے لایخیل امور کی گرد کھول دیا کرتے تھے وہ اس قدر منکر الزاج تھے کہ تم کسی شان سے

اُن کے پاس جاؤ۔ ان کے انکار میں فرق نہ آتا تھا

أَمِيرُهُمْ فِيمَا أَتَى وَسَمِيرُهُمْ ۖ وَغَرَّتُهُ تَجَلُّو الظَّلَامَ وَتَدَفَعُ

مسلمانوں کے تمام حوائج میں وہ اُن کے سالار قافلہ ہوتے تھے ان کی چمکتی ہوئی پیشانی کا نور صامی کی تاریکی کو بالکل دور کر دیتا تھا

فَمَنْ بَعْدَهُ لِلنَّاسِ وَالْهَدْيِ وَالْهُدَى ۖ وَمَنْ ذَا يُرِي الخَلْقَ وَالْأَمْرَ اسْرِعُ

اب لانا کے بعد مسلمانوں اور احکام شریعیہ کا کون حامی ہوگا اور اب ایسا کون ہے جو کہ مخلوق کی تربیت کے سچا تربیت ہے کہ انہیں اور دنیا بہت ہی جلد پروردگار

فَلِلَّهِ دَرُّ الْحَبِّ حَتَّى أَقَامَنِي ۖ عَلَى غُصَصِ الْأَيَّامِ ارْتَبِ وَأَدْمَعُ

پروردگار عالم اس محبت کا بھلا کرنے جو مجھ کو مولانا سے ہے کہ مولانا کی وفات کے مصائب کے باوجود میں اس وقت کھڑے ہو کر

ان کے مرثیے پڑھنے اور ان پر آنسو بہانے کے قابل ہوں

وَأَرْتِي جَمَالًا أَوْ كَمَالًا وَسِيرَةً ۖ وَزُهْدًا وَحِلْمًا تَمَّ عِلْمًا فَشَتِعُوا

اور میں مولانا کا مریضہ تو کیا پڑھ رہا ہوں بلکہ فی حقیقت جمال، کمال، علوات زہد، علم اور علم پروردگار ہوں۔ اب ان سب اپنے سے جدا ہونے والا کبھی

وَمَا تَمَّ إِلَّا عِبْرَةٌ بَعْدَ عِبْرَةٍ ۖ كَذَاكَ الْيَلْبَانِي لَا تُؤَانِفُ وَتَصْنَعُ

اور اب اس دنیا میں تو عبرت پر عبرت کے سوا اور رکھا ہی کیا ہے۔ کیونکہ زمانہ تو کسی وقت اپنے کاموں سے غافل رہتا ہی نہیں ہے۔

وَلَمَّا حَبَبْتُ الْعَامَ عِنْدَ رَحِيلِهِ ۖ فَجَاءَ دُعَاءُ يُسْتَجَابُ وَيُسْمَعُ

مولانا کے وصال کے وقت حب میں نے سن ارنج کا خیال کیا تو اسی وقت میرے قلب میں یہ غایہ کلام پڑے جو کہ یقیناً مقبول ہو چکے ہیں

سَقَى اللَّهُ مَشَاوَاهُ بِأَرْعَى كَرَامَةٍ ۖ فَسَقَى وَرَعَى مِنْهُ أَوْلَى وَأَنْفَعُ

نہ اور مولانا کی ماہ آقاہت پر ہی حسرت کی، ہائیں نازل فرما آ رہے کیونکہ مخلوق خداوندی نے مولانا کی ذات سے بہت

... ..



خَلِيفَةُ حَقِّ نَوْلٍ صِدْقٍ لِشَيْخِنَا رَشِيدِ الْبَرَايَا فَائْتِ شَاوِ تَرْفَعِ

حضرت قطب العالم مولانا وشيخنا رشید احمد قدس سرہ کے خلیفہ برحق تھے اور بیش بہا عطا تھے۔

مَقِيمٌ عَلَى ذِكْرِ وَفِكْرِ زَمَانِهِ قَرِيرٌ بِقُرَابِ يُنَاجِي وَيَسْمَعُ

مولانا راہپوری ہر وقت ذکر خداوندی اور فکر میں مشغول رہا کرتے تھے۔ قرآن پاک کی تلاوت کے ذریعے سے خداوند تعالیٰ سے باتیں

کرتے اور سنتے، خوش دل رہا کرتے تھے

أَنَيْسٌ بِذِكْرِ اللَّهِ فِي طَوْلِ عُمُرِهِ سَمِيرٌ يَخْطُبُ الْقَوْمَ كَيْفَ يَرْقَعُ

مولانا کو تمام عمر ذکر الہی سے دلچسپی رہی اور شب و روز مسلمانوں کے تذکرے آپ کی خدمت میں کیے جاتے تھے کہ مسلمانوں کی

اصلاح کی سبیل نیکل آئے

مَتَى تَأْتِيهِ تَعْشُوَالِي نُورِ صَدْرِهِ تَجِدُ نُورَهُ كَالصُّبْحِ أَوْ ذَاكَ أَصْدَعُ

جب تو ان کے پاس ان کے سینے کے نور سے مستفیض ہونے کی غرض سے جائے تو تم کو معلوم ہوگا کہ ان کا نور صبح صادق کی

طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ صاف ہے

تَحُلُّ صِعَابَ الْأَمْرِ أَنْفَاسُ رُوعِهِ وَخَفِضُ جَنَاحِ كَيْفَ مَا جِئْتَ مَخْضَعُ

ان کے انوار بڑے بڑے شکل امور کی گرد کھول دیتے تھے اور اس قدر منکسر المزاج تھے کہ تم کسی شان سے ان کے پاس جاؤ

ان کے انگار میں فرق نہ آتا تھا

يَقُومُ بِأَمْرِ اللَّهِ فِي كُلِّ حَالَةٍ وَفِي رَوْضَةِ الْجَنَاتِ يَرْعَى وَيَرْعَى

اللہ تعالیٰ کے احکام کی مراعات وہ ہر حال کرتے تھے اور اب وہ باغ جنات میں خدا کی نعمتوں سے شمتیغ ہو رہے ہیں

أَمِيرُهُمْ فِي مَا آتَتْ وَسَمِيرُهُمْ وَعِزَّتُهُ تَجْلُو الظَّلَامَ وَتَدْفَعُ

مسلمانوں کے تمام حوائج میں وہ ان کا سالار قافلہ ہوتے تھے اور ان کی روشن پیشانی کا نور اندھیرے کو دور کر دیتا تھا

فَلِلَّهِ دَرُّ الْحَبِّ حَتَّى أَقَامَنِي عَلَى غُصَصِ الْأَيَّامِ أَرْتِي وَأَدْمَعُ

اللہ تعالیٰ اس محبت کا بھلا کرے جو مجھے مولانا سے ہے۔ ان کی موت کے مصائب کے باوجود میں اس وقت کھڑے ہو کر

ان پر آنسو بہانے اور ان کا ریشہ پڑھنے سے تباہ ہوں



فَيَا عَجَبًا كَيْفَ اسْتَطَاعَ عُلُومَهُ وَإِنَّ جِبَالَ لَا تَزَالُ تَصَدَّعُ

سہت قابل تعجب یہ امر ہے کہ انھوں نے قرآنی معارف کو باوجودیکہ ان سے پہاڑوں کے جگر بھی شق ہوتے ہیں، کیسے تمام لیا

وَيَا عَجَبًا مِنْ رَأْسِخِ الْحَالِ تَبَّتْهُ عَلَى قَدَمِ كَالطُّورِ أَرْسَى وَأَوْقَعَ

آپ کے حالات راسخ تھے۔ آپ کو درجہ ثبات حاصل تھا۔ شریعت کے بارے میں آپ کے قدم بڑے پہاڑوں کی طرح بلکہ ان سے

زیادہ مضبوط تھے

خَضِيرَةٌ قُدْسٍ هُمْ أَوْاهُمْ وَمَا لِلتَّوَانِي إِنْ تَوَى الرَّبَّ يَرْفَعُ

خداوند تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنا ہی آپ کا اصل مقصود تھا یا یوں کہو کہ ان تمام مقاصد میں سب سے ان کے نزدیک ضروری تھا اور

اگر دیکھو کہ خداوند تعالیٰ خود ہی کسی کو مرتب رفیع عطا فرماتے تو پھر مراتب کے حاصل کرنے میں کاہلی کرنا مناسب نہیں۔

فَسُبْحَانَ مَنْ أَعْلَى مَقَامًا عِبَادَهُ قَوَادِمُهُمْ فِي النُّورِ أَوْ تِلْكَ أَرْفَعُ

وہ خدا بزرگ و بزرگتر ہے جس نے اپنے بندوں کو مراتب علیا عطا فرمائے، ان پر نور خداوندی محیط ہے بلکہ وہ اس سے زیادہ اچھی حالت میں ہیں

أَقَامَهُمْ فِي مَقْعِدِ الصِّدْقِ مَسْرَةً وَأَخْرَى بِجَوْفِ اللَّيْلِ وَاللَّيْلِ أَسْمَعُ

خداوند عالم نے ان کو توفیق عطا فرمائی کہ وہ دن کی مجالں خیر میں تشریف فرما ہوں اور کبھی اس امر کی توفیق دی کہ وہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر

دعائیں مانگیں اور نبی بحقیقہ رات کی دعائیں زیادہ قبول ہوا کرتی ہیں

تَرَى هَدْيَهُمْ فِي الْحُبِّ وَالْأَنْسِ ثَابِتًا وَوَقْتَهُمْ لِلْفِرْقِ وَالْجَمْعِ يَجْمَعُ

تم دیکھو گے کہ محبت حب اونی میں ان کو ملکہ راسخہ حاصل ہو گیا ہے اور ان کا وقت فرق اور جمع کا جامع ہے

وَتَمَّ عِبَادُ فِي الْفَنَاءِ بَقَاءَهُمْ حَيَاتُهُمْ فِي الْمَوْتِ وَالشَّيْخِ أَجْمَعُ

خداوند عالم کے کچھ مقرب بندے ایسے بھی ہیں جن کی بقا فنا میں ہے اور ان کی حیات موت میں مگر حضرت راپوری ان تمام اوصاف کے جامع تھے

أَقَامَ عَلَى مَرْحَى أَبِي ذَرٍّ دَهْرَهُ وَكَانَ أَبَا وَقْتِ مُطَاعٍ وَمُطَوَّعٍ

مولانا راپوری نے اپنی تمام عمر حضرت ابو ذر غفاریؓ کے طریقہ کے موافق گزاری ان کے اوقات بیکار ضائع نہ ہوتے تھے تمام مخلوق ان کی مطیع تھی اور وہ

خداوند عالم کے مطیع تھے

مَعَارِفٌ مَعْرُوفٌ وَأَدَابٌ حَاتِمٌ سَلَامَةٌ سَلْمَانٍ فَهَلْ تِلْكَ تَرْجِعُ

مولانا راپوری میں حضرت معروفؓ کی سے اوصاف تھے اور عاقم طائی کی سی سخاوت اور سلمان فارسی کی سی سلامت روی، تو کیا

اس قسم کے جامع صفات میں حضرات کو اس کے بعد دیکھنے کو مل سکیں گے



للسيد الجليل الخبر النبيل المولى المفتي عزيز الرحمن الديوبندي متع الله المقربين بانوار

دَارُ الْغُرُورِ فَسَالْنَا مِنْ دَارِهِ مَا مَرْجِعُ إِلَّا بَدَارِ قَرَارِهِ  
 دُنْيَا دَهْوُكَ كَاغْهَرُ بِنِي تُو بَمَارِي لِي مَنَاسِبُ نِي بِنِي كِه اِس كُو اِنَا كَهْرُ سَمَجْهِي، بَمَارِي جَانِي قِيَامُ تُو صَرَفُ دَارِ اَخْرَتِ بِنِي  
 مَا هَذِهِ الدُّنْيَا مَقَامٌ مُقِيمٌ هَلْ هَذِهِ إِلَّا مَتَاعٌ بَوَاهِ  
 يِه دُنْيَا اِنِي رِهِنِي وَالْوَلُوكِي لِي جَانِي اَقَامَتِ نِي، اِس سِي سَوَانِي هَلَاكَتِ كِي اُو رِ كُجْهِي جَمَلِ نِي نِي بُو تَا بِنِي  
 مَا هَذِهِ إِلَّا مَعَابِرُ عَابِرٍ اَوْ دَارٌ مِّنْ لَيْسَتْ لَهٗ مِّنْ دَارِهِ  
 دُنْيَا سَا فِرَانِ اَخْرَتِ كِي لِي كَزْرَا كِه بِنِي يَا اِن لُو كُو كَا كَهْرُ بِنِي جِن كَا اُو رِ كُو نِي دُو سَرَا كَهْرُ نِي  
 طُوبَى لِمَنْ كَسَبَ الصَّلَاحَ وَحَازَهُ بُشْرَى لِمَنْ وَقِيَ الشَّقَا بِجَدَارِهِ  
 وِه لُو كِ بَا بَرَكَتِ بِنِي جُو دُنْيَا مِي رِه كِر صِلَاحِ وَخَيْرِ جَمَلِ كِر لِي تِي مِي اُو رِ وِه لُو كِ قَابِلِ بَشَارَتِ مِي جُو اَخْرَتِ كِي شَقَاوَتِ دُرُكِر اِس سِي كِج كَانِي  
 فَاتِ الْمَلَاذُ فَمَا لَنَا مِنْ مَلَجَاءٍ كَهْفِ الْخَلَائِقِ بَدُو هِمَّ وَحَضَارِهِ  
 بَمَارَا مَلْجَا وَوَاوِي جَانَا رَا، اِب بَمَارِي لِي كُو نِي جَانِي پِنَاهِ نِي كِيونِ كِه مَوْلَانَا رَانِي پُورِي جِي مَتَامِ مَخْلُوقِ كِي لِي جَانِي پِنَاهِ تَحِي  
 عَبْدُ الرَّحِيمِ اِمَامَنَا مَضَى دُكَّتْ جِبَالُ الْعِلْمِ بَعْدَ قَرَارِهِ  
 مَوْلَانَا عَبْدُ الرَّحِيمِ صَاحِبِ جُو كِه هَمُ سَبْ كِي تَعْتَدَارِ تَحِي جِكِه اِس دَارِ فَا نِي سِي تَشْرِيفِ كِي تُو بَا وِ جُو كِي زَمِيْنِ كِي سِي تَحْكُمِ تَحِي پِچْرِ بِنِي اِنِي زِلْزَلِي كِيَا  
 ضَاقَتْ اَرَاضِينَا بِرَحْبِ فَنَائِهَا صَارَتْ مَسَاعِينَا هَبَاءَ غُبَارِهِ  
 مَوْلَانَا كِي وَفَاتِ كِي بَدِ بَمَارِي يِه وَسِيْعِ زَمِيْنِ تَنُكِ مَعْلُومِ بُونِي لُكِي اُو رِ بَمَارِي تَمَامِ كُو شَشِيْنِ بَا كِلِ بِي كَا ثَابِتِ بُونِي .



قَدْ كَانَ شَيْخًا عَارِفًا مُتَوَاضِعًا      ذَا مَنْطِقٍ عَدِيلٍ وَذَا افْخَارٍ

مولانا عالم ہاسل، خدائے سیدہ، شکسٹ مزاج اور حق گو اور بہت سے مناقب والے تھے

تَلَاءَ قُرْآنٍ مُلَازِمٍ ذِكْرِهِ      مُسْتَغْفِرًا لَيْلًا وَبِالْأَسْحَارِ

قرآن کی تلاوت آپ بجزرت کرتے تھے اور رات دن خداوند عالم سے استغفار کرتے رہتے تھے

وَاهَالَهُ مِنْ سَيِّدٍ عِلْمٍ عَلَا      قُلُّلَ الْكَمَالِ بِعِزَّةٍ وَوَقَارِ

وہ عجیب سردار تھے اور علم دین کے پہاڑ تھے، کمال کی چوٹیوں پر باعزت و وقار پہنچ گئے تھے

سَادَ لَتُقَاتَ بِهِدِيهِ وَتُقَاتِهُ      صَعِدَ الْكَمَالِ بِتُودَةٍ وَوَقَارِ

مولانا کو اپنے عادات کی وجہ سے عالم کے شیعوں کی سرداری مل گئی تھی اور کمالات انسانی کو اپنے منایت عزت کے ساتھ حاصل کر لیا تھا

لَمَّا قَضَى وَاشْتَأَقَ رُؤْيَا رَبِّهِ      فَاتَتْهُ رَحْمَةٌ رَبِّهِ الْفَقَارِ

جس وقت آپ کو اپنے خالق کے دیدار کا شوق دامنگیر ہوا تو اس وقت خداوند عالم کی مغفرت آپ کے پاس آ پہنچی

أَوْلَاهُ مَوْلَاهُ مَرَاتِبَ قُرْبِهِ      أَعْطَاهُ رِضْوَانًا جَزَاءَ خِيَارِ

خداوند عالم نے آپ کو اپنے قرب کے مراتب عطا فرمائے اور آپ کی انہی رضا عطا فرمائی جو کہ نیکوں کو ملتی ہے

قَدْ قَلْتُ أَقْبَلَ رَاغِبًا تَارِيخَهُ      لَمَّا دَعَاهُ أَجَابَ بِاسْتِبْشَارِ

میں نے جب تاریخ کی نسبت کہا کہ وہ خداوند عالم کے پاس بخوشی پہنچے جب خلاق نام نے ان کو بلا یا تو انہوں نے بیک کہا

### وَلَهُ اَيْضًا

فَاتَ غَوْتُ الْأَنْامِ كُلِّهِمْ      ذُو فَخَارٍ وَمَعْدِنِ الْحِكْمِ

تمام مخلوق کے فریاد رس صاحب مناقب کثیر، معارف خداوندی کے خزانہ دنیا سے اٹھ گئے

قُطِبَ أَقْطَابِ عَصْرِهِ حَقًّا      حَبْلُ دِينِ الْإِلَهِ ذِي الْكَرَمِ

مولانا رحمت اللہ علیہ اپنے زمانے کے تعینی قطب الاقطاب تھے، خدائی دین کو مضبوط رکھنے والے اور کرم والے تھے

غَوْتُ خَلْقٍ مَلَأَ ذُهُمَ طَرًّا      طَوْدُ فَضْلِ وَمَنْبَعِ الْكَرَمِ

سوائے مخلوق کے فریاد رس، ان کے لیے جانے پناہ فضیلتوں کے پہاڑ، کرم کے منبع تھے



ضَاقَ مِنْ مَوْتِهِ الْفَضَا عَجَبًا حَارَ مِنْ فَوْتِهِ ذُو الْعِلْمِ

کس قدر عجیب بات ہے کہ ان کے مرنے کی وجہ سے ساری زمین تنگ معلوم ہونے لگی اور ان کی وفات کی وجہ سے بڑے بڑے علماء متحیر ہو گئے

كَانَ ذَا مَفْخِرٍ وَمَنْقَبَةٍ ذَا رِشَادٍ وَتَائِدِ الْأُمَمِ

آپ صاحبِ مفاخر و مناقب و رشاد و ہدایت اور جماعتِ سلیمین کے سردار تھے

حَازَ كُلَّ الْكَمَالِ تَبْصِرَةً فَازَ أَعْلَىٰ مَنَاهُ مِنْ نِعَمِ

آپ نے تمام کمالات کو حاصل کر لیا تھا اور آپ نے تمام اخروی نعمتیں حاصل کر لی تھیں

قَدَّمَ حَارِسَ بَدْعَةٍ وَشَفَىٰ قَلْبَ كُلِّ الْأَنْامِ مِنْ سَقَمِ

آپ نے بدعات کا نام و نشان مٹا دیا تھا اور گناہوں کے امراض سے مخلوق کو شفا دیدی تھی

جَاءَ تَارِيخُهُ بِتَبَشِيرَةٍ ادْخَلُوا خَالِدِينَ بِالنِّعَمِ

آپ کی تاریخ وفات خوشی کے ساتھ یہ حال ہوئی کہ خداوندِ عالم کی طرف سے نعمتیں حاصل کرو اور جنت میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ





زبدۃ الاتقیاء خلاصۃ الازکیاء حضرت مولانا مولوی عزیز الرحمن صاحب مفتی دارالعلوم

آہ رفتہ زما بسوئے جنان	قطب دوران امام و شیخ زمان
آنکہ ذاتش تمام منظر نور	بود و قلبش زحیت حق ملال
آنکہ کارشس ہمہ ہدایت بود	وانکہ باجملہ بود فیض رساں
فیض او در بلاد ہارساری	جوہر او رفتہ در کنار جہاں
آنکہ بودہ فیض جمیلہ امام	وانکہ مارا پناہ بود و اماں
صدقاتش چو کبیرہ جاری	کلماتش چو مہر نورفشاں
در ہمہ عمر شاغل مولیٰ	در ہمہ وقت ذاکر یزداں
علم و علم و حینار و زہد و رضا	صبر و شکر و قناعت و جہاں
بود دروے ہمہ صفات کمال	منظر فیض و منبع ایتقان
بہ بشارت شاہ ختم رسل	قبر او گشتہ روضہ و رضواں
دار اقدار را بسا بگذاشت	شد بسوئے جنان خلدراں
من احب اللقاء فی الدنیا	حُب حق ہم ہمتار اورا دان
چوں محبت ہمتائے حق بوہ	گشت محبوب حضرتہ رحماں
نزد حق رفتہ راغباً فی اللہ	بادل شوق و ذوق خندہ کناں
سال رحلت و گریزہ بخت	طاب حبت بہار باغ جنان
چوں ز دنیا برفت در دل داشت	حبت زاد بہار باغ جنان
	۱۳
	۳۴
	۱۳



شد مبشر بوقت وصل حبیب واد حبّ بہار باغ جنان

ایضاً

شاه والا شان شہ عبد الرحیم  
 بود از پاکان و نزدیکان حق  
 بود مشغول عبادت روز و شب  
 خدمت ضیاف بودہ کار او  
 ہر کہ خدمت کرد او محند و مہم شد  
 بود در دنیا بکار دین مقسیم  
 ترک دنیا چون حکم حق بگفت

بود در دنیا مُشتاقانِ خلد  
 با ملائک گشت از ارکانِ خلد  
 شد جزایش راحت و ریجانِ خلد  
 چون ز دنیا رفت شد مہمانِ خلد  
 خدمتِ پاکان و صد ایوانِ خلد  
 نام او کردند در دیوانِ خلد  
 شد بشارت دامنِ ایوانِ خلد

۳۴ ۱۳ ۵

ایضاً

ز وصل شہ پاک عبد الرحیم  
 نگیند بروے چراجن و انس  
 ز حسرت چرا مانس لیم کیف  
 رشیدے سدیدے ہمہ رائے او  
 ز احداث فی الدین وائم نفور  
 بزہد و ورع گوئے سبقت بُرود  
 ہمہ رائے اور شد و خیر و ہدایے  
 چنین مہربانی با ضیاف خویش  
 ہمہ عمر مشاغل باعمال خیر

شده تار و تار یک ارض و سما  
 کہ ارض و فلک ہست محور بکا  
 کہ رفتہ زما این چنین رہنما  
 نہیں حق و راز دارِ خدا  
 ہمہ خلق او سنتِ مصطفیٰ  
 مسلم باو شد فناء و بقا  
 ہمہ کار او کار دین و وفا  
 کسے دیدہ از کس بگوید با  
 ہمہ وقت مشغول ذکرِ خدا



ہمہ خلق او حُسنِ دینِ نبیؐ      ہمہ خلق او حُسنِ صدق و صفا  
 شکر و صبور بِمَا نَالَهُ      حیثی کریم کثیر العطا  
 پے سال رحلت بیامد ندا      لَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا بَا

بنیامد پے سال وصالش بحق

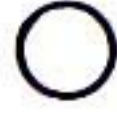
لَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا نَدَا

۳۶      ۵      ۱۳





از: زبده الاتقیاء خلاصہ الاذکیاء حضرت مولانا مولوی عزیز الرحمن صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند



حضرت شیخ عصر عبد رحیم	مُرشد و رہنما، حلیم و کریم
اور حقیقت کے تھے وہ دُرِّ یتیم	گوہرِ شاہوارِ عرفان تھے
حق نے اُن کو دیا تھا قلبِ سلیم	تھے سراپا تواضع و اخلاق
حامی سُنّتِ نبوی کریم	ماحی بدعت و ضلالت تھے
قاسمِ خیر کے حبیب و ندیم	جانشینِ رشیدِ عالم تھے
تھی اُسی سے جو تھی مہیہ و بیم	یادِ حق میں فنا و مستغرق
ناصحِ عالم و شفا کے سقیم	فردِ عالم ضیائے ملت و دیں
ہادی و مہدی و رضی و حلیم	فانی و باقی و صفی و نقی
زہد و تقویٰ میں اُن کا مثل عدیم	تھے سخاوت میں حاکمِ طائی
فکرِ عقبیٰ تھا بس انیس و ندیم	ذکرِ حق تھا غذائے رُوحانی
مجمعِ صبر و شکر و حسنِ عظیم	منظرِ کابلِ صفاتِ کمال
خادمِ ملت و صراطِ تویم	خدمتِ دیں میں تھے کمر بستہ
طالبِ رحمت و رسانے کریم	سالکِ راہِ حق بصدق و یقین
محلِ فقر کے امامِ عظیم	مجلسِ علم کے سراجِ منیر
بجرِ جود و سخا و لطفِ عظیم	کوہِ علم و دستارِ تقویٰ تھے



قطب عالم سے فیض تھا اُن کو  
مدح و ذم میں جہانیاں بکھر  
قطب دور ولایت و ارشاد  
مسجدیں اُن کی ذات سے آباد  
تھے مطاع و معظّم و ذی شان  
جامع علم و حلم و زہد و رصنا  
خادم سنت و کلام مجید  
رافع رایت شریعت و دین  
قائم تلبیل، صائم ایام  
ساتھ تھے حق کے باہرہ احوال  
سایہ حق پہ سعید ازلی  
نظر یزداں امام اہل ہدایے  
اہل باطل سے ضد لوجہ اللہ  
حُب حق میں فنا رہے دائم

تھی وہی تملنت وہی تعلیم  
تھے برابر پئے رضائے کریم  
عوث اقطاب و مرشد اقلیم  
تھے مدارس کے معتمد و ندیم  
اُن کی کرتے ملائک تعظیم  
بجر جود و کرم کے دُرّ یتیم  
قاری و حافظ و تقی و حلیم  
بان و کائن و رشید و کریم  
نبیع الخیر و مورد تکریم  
اُن کے سایہ سے بھاگتا تھا رحیم  
قہر حق از پئے شقی لیم  
رحمت حق نعیم اہل نعیم  
اہل حق کے مدام حُب ضمیم  
شائق وصل و فضل رب کریم

عاقبت ان کی ہو گئی محمود

سن رحلت ہے "درک فوز عظیم"

۳۶ ۱۳ھ





# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ

نظم

## دردِ دل

جو

شمس العارفین بدر السالکین قدوتنا حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب پوری قدس  
کی

تاریخ وفات اور ان کے بعض حالات طیبہ پر مشتمل ہے

اور

جس کو دارعلوم دیوبند کے ایک جلسہ طلباء و علماء میں

مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی عم فیضہ

نے

سنا کر سامعین کو محو گریہ و بکا بنا دیا تھا

(نقل مطبوعہ کتب خانہ عازر دیوبند)



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مرے دل پہ نہیں کیوں آثارِ وحشت آج کیا ہوگا ؟  
 یہ کیسی مجلسِ عزم ہے، یہ کس کا تذکرہ ہوگا ؟  
 زمیں میں زلزلہ کیوں ہے، فلک پر غلغلہ کیوں ہے ؟  
 یہ نَفخِ صُور کیوں ہے؟ کیا ابھی محشر بپا ہوگا ؟  
 تمہارے شور و شیون سے کہاں ہوتا ہے یہ مجھ کو  
 قیامت سے بھی شاید، حادثہ کوئی بڑا ہوگا  
 سنو اے ہمدرد! اک نکتہ باریک سوچا ہے  
 سمجھ لے گا اُسے جو صاحبِ فہم و ذکا ہوگا  
 قیامت کہتے ہیں، قائم بَشَرِ الْخَلْقِ پُر ہوگی  
 قیامت سے سوا، پس انتقالِ اولیاء ہوگا  
 اگر یہ مانتے ہو، موتِ عالم، موتِ عالم ہے  
 تو موتِ مُرشدِ عالم کا بولو نام کیا ہوگا ؟  
 سنبھل جانا کہ اب میں نام کی تصریح کرتا ہوں  
 کہ سامع کا کنایوں سے جگر شق ہو رہا ہوگا  
 تواضع اور مُرُوۃ گر کوئی شخص مجتہد ہو  
 تو وہ مُرْتَمِزِ مَدَمِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بِاصْفَا ہوگا  
 جنہوں نے راسپور میں بیٹھ کر گنگوہہ دیکھا ہے  
 انہیں ہی یاد کچھ گنگوہہ کا جغرافیہ ہوگا

لہ الحدیث لا تقوم الساعة الا على شرار الخلق



وہ دربارِ رشیدی کا نمونہ اب کہاں دیکھیں  
 کہاں بازارِ ایسا، علم و حکمت کا لگا ہوگا ؟  
 کہو اے ہم شینو! کیا خبر تھی ہم غریبوں کو  
 کہ زیرِ خاک یوں، گنجینہٴ علم و ہدایے ہوگا  
 جسے تم شیخ کا اپنے مزارِ پاک کہتے ہو  
 یقین ہے وہ تمناؤں کا میری مقبرہ ہوگا  
 زمانہ کے اگر ارمان کُشس تیور ہی ہوں گے  
 تو ڈر یہ ہے کہ اُمیدوں کا ساری خاتمہ ہوگا  
 چلے ہیں آپ اور مسعود بھی آنے نہ پائے تھے  
 اسے تو غالباً دل آپ کا بھی جانتا ہوگا  
 گئے ہو چھوڑ کر مسعود کی اولاد کو کس پر  
 اگر ہوگا تو ہم کو آپ سے یہ ہی گلا ہوگا  
 بہت اچھا ہیں تم چھوڑ کر تنہا چلے جاؤ  
 کہ حامی ہم غریبوں بکیوں کا بھی خدا ہوگا  
 تمہیں کیا فکری ہے اس کی کہ درد و کربِ وقت سے  
 کوئی تو چھینتا ہے، کوئی تڑپتا، لوٹتا ہوگا  
 بہت بے جان ہوں گے اور بہت سے نیم جان ہونگے  
 ادھر اک نیم بسمل، اک ادھر بسمل پڑا ہوگا  
 کوئی سکتے ہیں ہوگا، ششدر و حیرت زدہ ہو کر  
 کسی کی آنکھ سے اشکوں کا جاری سلسلا ہوگا



ادھر خاموش، سب علم و عمل کی محفلیں ہوں گی  
 ادھر ملک ولایت میں، عجب ماتم بپا ہوگا  
 یہ سب، پر مصیبت ایک ان سب سے زیادہ ہے  
 سناؤں، پر ذرا دل کو پکڑنا، تھا منسا ہوگا  
 کلیجہ منہ کو آجاتا ہے، جب یہ سوچتا ہوں میں  
 کہ کیا کچھ حال تیرا، اے اسیر مانا ہوگا  
 انہیں جو تم سے نسبت تھی، اُسے وہ خوب سمجھے گا  
 کہ جس نے قیس کا، سر باد کا، قصہ سنا ہوگا  
 وہ عاشق تھا تمہارا اور تمہارے تذکرہ کا بھی  
 کوئی ایسا ترا، شاید ہی مشتاق لےتا ہوگا  
 تمہارے ذکر سے جس کے بدن میں جلن آتی تھی  
 تمہاری فنک میں ہی کیا خبر تھی، وہ فنا ہوگا  
 زمین والوں کے مجمع میں نہ اُس نے جب تجھے پایا  
 فلک پر، اب ملائک کی صفوں میں ڈھونڈتا ہوگا  
 وصیت کی بنے کچھ جسرت بھرے الفاظ میں اُس نے  
 تمہیں معلوم شاید، یہ نہ ہوگا، یا ہوا ہوگا  
 غرض وہ تو جو ارحم میں پہنچے اور یہاں ہم پر  
 کہوں کیا، کیا ہوا، کیا ہو رہا ہے اور کیا ہوگا  
 سمجھ لو کس قدر مغموم اہل مدرسہ ہوں گے  
 سمجھ لو کس قدر مختلف نظام مدرسہ ہوگا



یہ مانا تم وہاں بھی سابق بالخیر ہو سیکن  
 بڑا ہی کام ان ٹوٹے دلوں کا جوڑنا ہو گا  
 خُدا را جلد آکر دیکھ لو چشمِ محبت سے  
 ہمارا بس تمھاری اک نگہ پر فیصلہ ہو گا  
 ترے الطاف پر قربان سب پیر و جواں ہوں گے  
 جماعت میں ہر اک خورد و کلان تم پر فدا ہو گا  
 ادا سے تم جو دیکھو گے تو ہم نذرِ قصصا ہونگے  
 یہ جاں وقفِ ستم ہوگی، یہ دل مشوقِ جفا ہو گا  
 تماشا لوک دیکھیں گے، بھنہ ہم آزمائیں گے  
 ترے ناوک کا اور میرے جگر کا سامنا ہو گا  
 تبسم کر کے جس دم تم دہن سے گلفشاں ہو گے  
 تو بلبُل کا اسی دم غنچہٴ اُمید وا ہو گا  
 بہار آجائے گی پھر عیش کے سماں ہم ہونگے  
 چلے گا دور ساغر اور تسلسل دور کا ہو گا  
 وہی مینا، وہی چشم اور وہی جام و سبو ہونگے  
 وہی ساقی، وہی مے اور وہی پتھرِ سیکدہ ہو گا  
 بدل جائیں گے ایامِ نحس، نطل ہمایوں سے  
 نصیبہ بوم کا بھی ہمسرِ بخت نہما ہو گا  
 ادھر تو سب سلوک و جذب کی راہیں کھلی ہوں گی  
 ادھر تعمیرِ سنت کا بھی تازہ مشغدہ ہو گا



زمین بندجی اٹھے گی انفاسِ تعدس سے  
 تو گویا نَفخِ ثانی، صُورِ اسرافیل کا ہو گا  
 اگر تفصیل اس سب کی سُوجو ہونے والا ہے  
 تو ان اشعار سے حاصل نہیں یہ مُدعا ہو گا  
 بھلا جذبات کا فوٹو، اُتارے کس طرح کوئی  
 اُتارے گا تو وہ ناقص بھی ہو گا بدشا ہو گا  
 لہذا، التجا یہ ہے کہ اب دستِ دُعا اٹھیں  
 جماعت کے سروں پر بالیقین دستِ خدا ہو گا  
 اگر ہم صدق اور حُلاص سے اُسکو پکاریں گے  
 تو لہدِ عُوْنی سے جلوہ اَسْتَجِبْ کا رونا ہو گا  
 خُدا یا ہم ضعیف اور ناتواں ہیں اور نکتے ہیں  
 کبھی شاید ہی کوئی کام ہم سے بن پڑا ہو گا  
 سراپا جرم ہیں، تقصیر ہیں بنیان و غفلت ہیں  
 گنہ وہ کون سا ہے جو ہمیں ہم سے ہوا ہو گا  
 جو زیب تن کیا ملبوس تقویٰ بھی کبھی ہم نے  
 وہ ثوبِ زور ہو گا، مگر ہو گا اور یا ہو گا  
 پھر ان سب کا بہانہ تیری رحمت کو بناتے ہیں  
 نہیں ایسا کوئی دُزخِ دلاور دُوسرا ہو گا  
 مگر نادوم بھی ہیں اور مُعترف ہیں اور خائف ہیں  
 بڑی تشویش ہے، کیا ماجرا روزِ جزا ہو گا



ترے بندے ہیں اور تیرے نبی کے نام لیا ہیں  
یقین ہے کچھ کرم ہم پر بحق مصطفیٰ ہوگا  
یہی امید ہے جو دریکشا گم ہوا ہم سے  
دوبارہ آپ کے فصل سے ہم کو عطا ہوگا  
بہمیشہ کے لیے ہے نفسِ قدسی چھین چکا ہم سے  
عطا حنڈ بریں میں اس کو اعلیٰ مرتبہ ہوگا  
سمجھ میں صورتِ تاریخ یہ بے قصد آئی ہے  
کہ کہہ دوں "داخل خلد بریں" ہی مادہ ہوگا

۱	۵	۳	۱
		۱	۹
			۲
			۱
			۳
			۳
			۶

دلفگار

شبیر احمد عثمانی

۱۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ

لہ یعنی مولانا محمود (شیخ السنہ)

لہ یعنی مولانا مرحوم (حضرت رانپوری)



از: حضرت مولانا محمد اعجاز علی صاحب

أَفَلَتِ شَّمْسٌ هِدَايَةً وَبَدُورَهَا غَاضَتْ عَيُونَ وَوَلَايَةً وَبَحُورَهَا  
 ہدایت کے پتھر اور سورج غروب ہو گئے، دریائے ولایت اور اس کے چٹے خشک ہو گئے  
 وَالْأَرْضُ دَكَّتْ وَالْجِبَالُ تَنَعَزَتِ بَلَّتِ السَّمَاءُ بِرُجُوعِهَا وَقُصُورَهَا  
 زمین ریزہ ریزہ کر دی گئی اور پہاڑ کانپ گئے، فلک کے برج اور محل رو پڑے  
 وَأَغْبَرَجُوا الْأَرْضَ حَتَّى أَظْلَمَتْ أَكْنَافُهَا فَسَهْلُهَا وَعُورَهَا  
 فضاں ارض یہاں تک غبار آلودہ ہوئی کہ اس کے سارے نرم اور دشوار اطراف ظلمت کہہ بن گئے  
 وَأَسْتَوَطْنَ الْأَحْزَانَ أَبَادًا وَمَا مِنْ غَيْرِ تَسْلِيمِ الْقَضَاءِ مَصِيرَهَا  
 غموں نے اپنے واسطے جگہوں کو جائے سکونت قرار دیا (اور قضاء الہی کے مانے بغیر انکا رجوع  
 ممکن نہیں) یا بغیر موت کی طرف سوئے وہ رجوع نہیں کر سکتے

لِفِرَاقِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الَّذِي مَلَكَ الْبَرِّيَّةَ ثُمَّ ذَاكَ خَفِيرَهَا

ہمارے اس سردار اور مولیٰ کی جدائی کے باعث جو مخلوق کا مالک اور پھر وہی ان کا ہادی اور رہنما ہوا  
 قَدْ كَانَ تَغِيْبُ رَأْيُورِيَا ضُهَا وَإِذْنَ فِي حَسْدٍ قَبْرُ ذَاكَ قَبُورَهَا  
 رائے پوش پر وہاں کے باغات غیب کیا کرتے تھے اور اب اس کی قبر پر وہاں کی قبریں رشک و حسد کرتی ہیں  
 يَا وَيْلَ مَنْ يَبْكِي لِفَقْدِ أَحِبَّةٍ رَحَلُوا فَرَّاحَ أَمِيرَهَا وَسَمِيرَهَا  
 ہائے، حسرت اس شخص پر جو ان رفیقوں کی مفقودی پر رورہائے جنہوں نے کوچ کیا۔ پس نیک امیر اور افسانہ گو نے رحلت افتد کی  
 ذُقْنَا وَفَاةَ مُحَمَّدٍ بِوَفَاةِ فَ مُحَمَّدٌ شَمْسٌ وَإِنَّكَ نُورٌهَا  
 ہم نے بسبب ان کی وفات کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا مزہ چکھا۔ اس لیے کہ وہ آفتاب تھے اور تو اس کا نور تھا



فَعَزَّ وَادُّكْرَمِنْ عَزَابِنَا شَمْسِ الْبَسِيطَةِ وَالرَّسَالَةِ دُورَهَا

پس تو صبر کر اور ہمارے اس نبی کے صبر و تحمل کو یاد کر جو اس سطح ارض کے آفتاب تھے اور رسالت اسکی گردش تھی

حَزِنَتْ نَفُوسُ الْعَالَمِينَ لِحَتْفِهِ فَلَهَا مِنَ اللَّهِ الْكَرِيمِ أَجْرُهَا

آپ کی وفات کی وجہ سے سارا عالم خیریں ہے (اور چونکہ مصائب کا نزول باعث اجر ہوتا ہے) ایسے خدا کی طرف سے اس مصیبت پر کسب ثواب ملے گا

لَمَّا رَأَوْا حِرْمَانَهُمْ مِنْ كَهْفِهِ بَكَتِ الْبَكَاءُ جَزُوعًا وَصَبْرًا

جبکہ لوگ اس کے غار (قبر) کی وجہ سے محروم ہوئے تو جزع فرغ کرنے والوں اور صابر طبیعتوں نے رو دیا

قَدْ هَدَمْنَا تَحْتَ السَّمَاءِ لِحَيْنِهِ وَلَسَرْنَا عِلْمَانَ الْجَذَانِ وَحُورَهَا

تو تھق آسمان کے نیچے سکونت اختیار کر نیوالے اس کی موت کی وجہ سے شکستہ دل ہو گئے ہاں البتہ حورانِ جنت اور اس کے علمانِ سُورہ

كَانَتْ بَلَاءً لِبَلْهَمِ تَمِيثُ عِنْدَهُ بِوَفَاتِهِ فَجَعَلَ الْقُلُوبَ مَرِيْرَهَا

ان کی سوزش مائے نمانی اس کے نزدیک ٹھنڈی ہو جایا کرتی تھی مگر اب قوی اور توانا دل اس کی وفات سے غمگین ہو گئے

طَلَقَ يَدَاهُ وَلَيْتَ أَخْلَاقَهُ يَنْوِي الْقِيَادَ امِيرَهَا وَفَتِيرَهَا

وہ سخی، خوش اخلاق، نرم خُو تھا۔ امیر اور فقیر اس کی قیادت اور سیادت کا ارادہ کرتے تھے

وَتَفِيدُ عَيْنَاهُ الْقُلُوبَ قَنَاعَةً وَالْآنَ اِثْمِدُ عَيْنِهِ كَافِرَهَا

اس کی آنکھیں دلوں کو قناعت بخشا کرتی تھیں اور اب کافر اس کی آنکھوں کا شرم ہے

يَا قَاطِنَ اللَّحْدِ الْمُقِيمِ بِبَلْقَعِ ذَلَّتْ رِقَابُ كُنْتَ أَنْتَ امِيرَهَا

اے اس قبر کے سکونت اختیار کرنے والے جو حطیل میدان میں واقع ہے وہ گردنیں ذلیل ہو گئیں جن کا تو امیر تھا

أَوْ مَا يَهْمُكَ أَنْ دِينَ مُحَمَّدٍ يَبْكِي بَعِينَ كُنْتَ أَنْتَ قَرِيرَهَا

کیا تجھ کو اس امر نے رنجیدہ نہیں کیا کہ دین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس آنکھ سے رو رہا ہے جس کو تو ٹھنڈک تھا

يَا مَنْ تَعَانَى فِي إِشَاعَةِ دِينِهِ غَادَرَتْ مِلَّتَهُ وَغَابَ نَصِيرَهَا

اے وہ ذات جس نے اس کے دین کی اشاعت میں مشقتیں برداشت کیں تو نے اس کی ملت کو اس حال

میں چھوڑ دیا کہ اس کا صغیر و مددگار بھی غائب ہے



كُنْتَ الْمَلَاذِمْنَ الْفَجَائِعِ كُلِّهَا عَبْدَ الرَّحِيمِ إِذَا لَأَنْتَ مُجِيرُهَا

تو لوگوں کے لیے تمام فجائع امور سے جائے پناہ تھا۔ اس وقت اے شاہ عبدالرحیم تو ہی ان کو پناہ دینے والا ہے

يَا مَنْ تَهَجَّدَ فِي اللَّيَالِي اسْتَيْقَظَنُ ذَرَّتْ غَزَالَةٌ قَدْ تَلَّأَ لَا نُورُهَا

اے وہ شخص جس نے راتوں میں صلوٰۃ تہجد ادا کی، بیدار ہو جا، آفتاب طلوع ہو گیا، اس کی روشنی پھیل گئی

يَا مَنْ يُرِي مَن يَلُودُ بِظِلِّهِ سَلِ النَّفُوسَ فَسَلِّ فِيكَ سُرُورُهَا

اے وہ شخص جو ان لوگوں کی تربیت کرتا ہے جو اس کے سایہ میں پناہ لیتے ہیں، دلوں کو تسلی دے

اس لیے کہ ان کی خوشی تیری موت کی وجہ سے کھینچ لی گئی

انْضَحْ مَلِيلَةَ خَادِمِكَ فَإِنَّهُمْ أَصْحَابُ قَلْبٍ لَا يَزَالُ يَزُورُهَا

اپنے خادموں کے اندھونی بخار کی حرارت پر پانی چھڑک، کیونکہ وہ ایسے اہل دل ہیں جو ہمیشہ اس کے غم کی زیارت کیا کرتے ہیں

وَلَقَدْ غَدَّوَتْ وَسِيقَةَ لِمَنِيتِهِ خَضَعَتْ لَهَا جَبَّارُهَا وَفُحُورُهَا

ابتہ تو اس موت کا رفیق ہو گیا جس کے سامنے سرکش اور سنکر ذلیل ہوئے

وَلَكَانَ سُدَّتْكَ السَّنِيَّةُ حِصْنَهُمْ فَالْيَوْمَ ذَلَّ جَمَاجِمٌ وَنُحُورُهَا

تیری روشن چوہٹ ان کا قلعہ تھی پس آج ان کی کھوپڑیاں اور سینے ذلیل ہوئے

مَا سَاوَتْ الدُّنْيَا لِعَيْنِكَ ذَرَّةً فَلَدَيْكَ هَانَ قَلِيلُهَا وَكَثِيرُهَا

تیری نظر میں دنیا ایک ذرہ کے برابر بھی نہیں تیرے نزدیک دنیا کی تمام چھوٹی اور بڑی چیزیں حیر ہیں

رَبِّي الرَّحِيمِ اغْفِرْ لِعَبْدِكَ إِنَّهُ هَادِي الْهُدَاةِ رَيْسُهَا وَأَمِيرُهَا

اے میرے رحیم پروردگار! تو اپنے بندے کی مغفرت فرما، وہ ہادیوں کا رہنما اور رئیس اور امیر تھا

نَادُوهُ يَا مَغْفُورٌ لَمَّا سَرَّهُ خُلِدُ الْجَنَانِ وَنَضْرُهَا وَنَضِيرُهَا

جب کہ اس کو جنت کی بھیگیل پسند آئی تو لوگوں نے یا مغفور کہہ کر پکارا اور کہا گیا کہ تو جنتوں کا امیر ہے





حضرت مولانا مولوی عبدالسمیع صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند

بالشیخ طیب عبد الرحیم

۱۳

۵

۳۷

دل وقف حسرت و غم و رنج و محن ہے آج      سینہ جواں خندہ حبیب کفن ہے آج  
سارے جہاں میں تفرقہ جان و تن ہے آج      پھیل پڑی تہ چرخ کہن ہے آج

رونے لگے مسیح جگر تھام تھام آج

گھرا رہے ہیں خضر علیہ السلام آج

ہم غمزدوں پہ کیوں ستم بے حساب ہے      اے انقلاب دہریہ کیا انقلاب ہے!  
فُوت کا ہر عذاب سے بڑھ کر عذاب ہے      اندھیر ہے کہ زیر زمین آفتاب ہے

اپنی تو رنج ہجر میں حالت خراب ہے

مانا کہ انتخاب اجل لاجواب ہے

اے نورِ آفتابِ شریعت کہاں ہے تو      اے ساغرِ شرابِ شریعت کہاں ہے تو  
مفتاحِ قفلِ بابِ شریعت کہاں ہے تو      دیباچہ کتابِ شریعت کہاں ہے تو

جوشِ غمِ فراق میں ہم ناصبور ہیں

اے شیخِ مستطاب کہاں اب حضور ہیں



جس نے غدا کے نور کا جلوہ دکھا دیا      جس نے نقابِ عارضِ معنی اُکھٹا دیا  
جس نے ہماں سے کُفر کا جھگڑا مٹا دیا      جس نے شرابِ زہد کا ساغر پلا دیا

ہے ہے وہ سرورِ باغِ شریعت نہیں رہا

ہے ہے وہ خمیرِ امتِ ملت نہیں رہا

وابتہ جن کی ذات سے سب حق پرست تھے      جن سے کہ قبض و بسط کے سب بند بست تھے

جن کے سبب سے نشہ طاعت میں مست تھے      مخمورِ کبرِ بادۂ جامِ الست تھے

نمخانہ ہڈے کا وہ ساقی نہیں رہا

اب لطفِ کچھ حیات کا باقی نہیں رہا

یجیٰ سات کُشتہ ہو تیغِ فنا کے ساتھ      عیسیٰ صفاتِ مرگ گزریں ہو دُعا کے ساتھ

یوسف جمالِ دشت میں گرگِ قضا کے ساتھ      ماتم الم کے ساتھ ہو حسرتِ جنا کے ساتھ

دُنیا میں اب سب سے سناٹا یہ شور ہے

یونس خصالِ لقمہ ماہی گور ہے

کیوں موت مانگتے ہیں کسی بے نیاز سے      تدبیرِ مرگ پوچھتے ہیں چارہ ساز سے

کس کی نماز پڑھتے ہیں فارغِ نیاز سے      ہے شورِ آرزو لبِ زحیمِ دراز سے

اے جاں نثارِ سرورِ عالم کہاں ہیں آپ

اے یادگارِ سرورِ عالم کہاں ہیں آپ

کیا ہو بیانِ غم کہ مجالِ بیاں نہیں      مجبورِ زخمِ نہیں کہ دہن ہے زباں نہیں

گھر گھر ہے آج مرثیہ خوانی کہاں نہیں      ایسی کوئی جگہ نہیں، ماتم جہاں نہیں

فریادِ مسجدوں میں فغاں ہے کنشت میں

نالے ہیں آسمانوں پہ رونقِ بہشت میں



ہیں ضبطِ غم سے ہونٹ بہا کرتے ہوئے      بیٹھے ہوئے ہیں گھونٹ اُلو کے پیسے ہوئے  
 آغوشِ دل میں داغِ متنایا لیے ہوئے      ہم پوچھتے ہیں اُن کو مخاطب کیسے ہوئے  
 اے رگزلے عالمِ بالا چگونہ  
 مابے تو در فراق، توبے ماحی گونہ

کوئی نہیں نفس کے سوا اور ہم نفس      ہے آہ بے اثر صفت، ناتہ جبر کس  
 ہم سے تو یوں جیا نہیں جاتا ترس ترس      دل میں ہے آج مرگِ مفاجات کی ہوس  
 تلخی سے غم کی آب بقا زہر ہو گیا  
 سر پٹیتے ہیں خضر یہ کیا قہر ہو گیا  
 اس زندگی سے موت بھلی غور کیا کروں      ملنے کا اُن سے خلد میں اب طور کیا کروں  
 گردوں سے شکوہ بستم و جور کیا کروں      دل پر کروں نہ صبر تو میں اور کیا کروں  
 بے مثل ضبطِ غم میں تجتسل میں طاق ہوں  
 گشتہ میں آج گشتہ تیغِ فراق ہوں

### ولہ ایضاً

تاریخ      وصل

۳۷      ۱۳

تمہیں کچھ خبر بھی ہے اے دوستو      کہ ہے آج کیوں شورِ محشر ہیا  
 چراغِ ہُکد، شاہِ عبد الرحیم      طریقِ شریعت کے تھے رہنما  
 وہ چرخِ طریقت کے بدرِ منیر      وہ مہرِ حقیقت کے نورِ ضیا  
 وہ مصرِ سعادت کے یوسفِ جمیل      وہ ملکِ ولایت کے فرماں روا



سپاہ تواضع کے افسر حبلیل  
 ہوا اُن کو جب شوقِ حُسدِ بریں  
 کہ اب تابِ دروِ جُدائی نہیں  
 دل آرامِ مُجھ کو دکھا دیکھیے  
 ادھر سے تمنائے دیدار تھی  
 ادھر سے تو قطرہ کو خُبش ہوئی  
 غرض اپنے ذرہ کو خورشید نے  
 ادھر جوشِ اُلفت سے رضوان نے  
 ادھر بزمِ عسراں میں ہل چل پڑی  
 زمانہ میں اک کھلبلی پڑ گئی  
 جو کل تک رہے طالبِ نورِ حق  
 جہاں فیض سے جن کے گلزار کھتا  
 ہوئے نوحہ گر خوش نوایانِ باغ  
 ادھر چشمِ شبِ نم ہوئی اشکار  
 گریباں کیا ہر گل تر نے چاک  
 ہوئی لب پہ قمری کے مہرِ سکوت  
 پُرا دل میں لالہ کے داغِ فراق  
 جو کشتہ نے دیکھا یہ حالِ زبوں

جو تھے نیک نعو، نیک رو پارسا  
 تو راتوں کو حق سے یہ کی التجبا  
 غمِ حُسر کی ہو چکی انتہا  
 جمالِ مبارک کا ایک پرتوا  
 ادھر سے بڑھا شوقِ حُبِ لہتا  
 ادھر سے وہ دریائے رحمت چلا  
 محبت سے آنکوش میں لے لیا  
 سلامِ علیکم فطبتکم کہا  
 نمونہ قیامت کا بپا ہوا  
 ہے شورِ دروغا و یا حسرتا  
 ہوئے آج مطلوبِ ربِّ اعلا  
 وہ رنگِ بہارِ جہاں ہو گیا  
 ہوئی باغ میں گرم بزمِ عزا  
 ادھر فرطِ عنم سے نہ غنچہ مینا  
 اُڑنے لگی خاک سر پر صبا  
 کھڑا رہ گیا سرو حیران سا  
 ہوا رنگِ بے رنگِ رنگِ حنا  
 تو اس کو عنم سالِ رحلت ہوا

اٹھا کر کے سر ہاتھِ عیب نے

لقد مات موتاً شہیداً، کہا



ایضاً سنہ عیسوی

شاہ عبد الرحیم کا غم ہے      یوں نہ بے تاب دل ہوا تھا کبھی  
 ہیں کہاں اب وہ جانثار رسولؐ      ہو کے عنگیں پوچھتے ہیں سبھی  
 ملک الموت نے کہا مجھ سے      ہو گیا خاتمہ بخیر ابھی

۱۸      ۱۹

ایضاً سنہ فصلی

وہ فخرِ زماں شاہ عبد الرحیم      ہوئے جب کہ راہی حنڈِ بریں  
 زمین و زماں میں غمی چھا گئی      ہوا غم کے مالہ میں بدرِ مبیں  
 نگاہوں سے اُن کے جواو جھل ہوئے      پریشان و مضطر ہیں اہل یقین  
 ہوا سرنگوں و سکرِ تاریخ میں      تو کشتہ سے ہاتھ لے ہو کر خیریں

کہا سالِ فصلی دمِ ارتحال

چھپا آج خورشیدِ زہد و یقین

۱۳

۲۶





حضرت مولانا مولوی سراج احمد صاحب معتمد مدیر القاسم والرشید

رحمۃ اللہ المغزی علی

عبد الرحیم

۱۳ ۵ ۳۶

نہاں شد ز روز کیہ آن روی روشن  
 شدہ روز روشن شب تارِ فرقت  
 باوج تقرب رسیدی و لیکن  
 کجای روی چارہ سینہ ایساں  
 برفتی و برما تر حشم نکر دی  
 نقابے کشیدی بروئے منور  
 چو طرح اقامت بصیرانگندی  
 تخلق با حلاق خالق نمودی  
 بایشیخ، و اشد لب سینہ زبیاں  
 چہ می پرسی از دیدہ خوفشام  
 کجای روی سرو باغ رشیدی  
 نماز جماعت بایں ناتوانی  
 چہ بود شتیاق لقائے خدایش  
 قوام حیاتش بذر حنہ بود  
 بچشم سیہ آسمان وز میں شد  
 چو آن مہر تاباں بزیر زمین شد  
 دل اہل حاجات اندوہگین شد  
 از ایساں چہ تقصیر اے نازنین شد  
 دل ما ازین درد اندوہگین شد  
 با شور و محشر بروئے زمین شد  
 دل عالمے ہیں کہ اندوہگین شد  
 تو رحمت از رحم الواحین شد  
 با شور و محشر دم واپسین شد  
 ز خون تر بر دامن و آستین شد  
 با حشر، در زمرہ متقیین شد  
 ہمیشہ ادا تا دم واپسین شد  
 روانش رواں سوائے جاں آفرین شد  
 بلب نام حق تا دم واپسین شد



بجی معرفت بود با خلق رافت  
 با احسان او برد و علم حسین شد  
 بدل رغبت اعتکاف آنچنان نش  
 کہ در گوشہ قبر خلوت گزین شد  
 بہ بازار طاعت بجاں در کف آمد  
 خریدار جاں بین کہ جان آفرین شد  
 زبے استقامت لب ترا و ضرا  
 ثبات و سکون حصہ متفقین شد  
 مہے کاں ز خورشید گنگوہ طالع  
 بزیر زمین ہائے خلوت گزین شد  
 چہ ماتم با پشد بصحن چین، بین!  
 ز فرط غمش نازنینان گلشن  
 کہ گل سینہ چاک ست بلبل خزین شد  
 اسیران غم را رہائی چہ باشد  
 ز فرط غمش نازنینان گلشن  
 بروش بہ تقوی دروش بعرفان  
 پھر رخ بریں رفت چون روح پاکش  
 زبے استقامت باوج توکل  
 چونظرے برفتاد بر رے پاکش  
 تو گوئی کہ خواجہ بقبر اندر آمد  
 جلایے چو مرآت تاباں بہ بینی  
 بجلم و تواضع علم بر کشیدہ  
 کہ اقلیم ارشاد زیر نگین شد

سراج خزین گفت سال وصالش

کہ بندہ نوازے سجدہ بریں شد



## دیگر

رونق گلزار ایسا زینت باغ جنان  
 بود شتاقِ تقا پیکِ اجل چوں در رسید  
 خوش ادا و خوش تقا و خوش بیاں و خوش قماش  
 بود مردے باخدا و عارفِ فرزانه  
 حضرت عبدالرحیم آن مُلبسِ گلزارِ حقیقت  
 شاد و خوشدل رفت از دنیایِ دُور سوزِ بہشت  
 نیک صورت نیک سیرت نیک دل نیکو سرشت  
 تخمِ ایماں در زمینِ دل با چشمِ کشت

سالِ وصل او سراجِ بے قرارِ دروہجر

تا ابد با اللہ منیر و عاشقِ مولیٰ نوشت

۱ ۳ ۵ ۳ ۷



از: جناب مولوی محمد یحییٰ صاحب مدرس اول درجہ فارسی دارالعلوم دیوبند



آن کہ بودہ ملجاً و ماوائے ارباب یقین  
 مثنوی و حاجتی حرمیں شہر عبد الرحیم  
 موطن او گرچہ بودہ قریہ نامش رائے پور  
 ترک دنیا کردہ در باغی اقامت کردہ بود  
 با کلام حق چہ بود اور اشغف از حد فرید  
 فیضیاب از بارگاہ قطب عالم شہر رشید  
 یاد رب کریمے بسبب تلقین نام رب و ز  
 مزج مخلوق بود و منبع جود و کرم  
 طالبان را فیض صحبت صورت اکیر داشت  
 آرزوئے استفاضہ دہشتم از چند سال  
 دفعۃً آمد بگوشم این ندائے پُر ملال  
 وادریغا حستہ تا آن حسرتم در دل بساند  
 روز روشن شد شب تاریک در چشم جہاں  
 آسمان در ماتش دار و لباس نیگیوں

پارسا و عابد و زاہد امام المسلمین  
 صاحب زہد و امانت عاقل کامل فہیم  
 لیک آن ماہ ولایت کردہ آن را پُر ز نور  
 باغ او از باغ جنت گوی سبقت در ربود  
 درس گاہے کردہ بہر درس قرآن مجید  
 صورت و سیرت مشابہ بود در پیر و مرید  
 نور حق ظاہر ز رویش ہنچو مہر نیمروز  
 خلق او خلق محمدؐ چشمہ فیض اتم  
 نقش حبت حق بلور قلب ایشان بزرگداشت  
 لیک تا این دم نہ فرصت داد این فکر عیال  
 غوث عالم کردہ زین دنیائے فانی نہقال  
 صد ہزاراں خار غم در جان این عاجز نشاند  
 ہر طرف شور بکا از ہر جہت آہ و فغان  
 حالت بہر کس ز فوطہ گریہ آخر شد ز بولوں

فارغا از صبر چارہ نیست آخر صبر کن

تا توانی ضبط کن این گریہ بر دل جبر کن

لہ والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان



جناب مولوی عبد الاحد صاحب نیکینوی محرز دفتر دارالعلوم دیوبند

الہی ابرغم کیوں چھا گیا ہے آج دنیا پر  
 نہ دل کو جان کی پروا نہ جان کو کچھ خبر دل کی  
 وہ طوفان خیر محرومی ہے دریا چشم گریاں کا  
 سناؤں اتناں رو دل اے ہم نفس کس کو  
 جو تھا مہماں نواز رہران دشت حق جوئی  
 چراغ معرفت گل ہو گیا باد حوادث سے  
 شبہ عبد الرحیم رائپوری فرود کیا تھے  
 جو گل رشک گلستان جہاں تھا آج وہ پیوں  
 زمیں پر زہم ماتم ہے فلک پر زہم شادی ہے  
 کبھی پانی پہ جم سکتا نہیں ہے نقش عالم میں  
 شب غم کی درازی کم نہیں روز قیامت سے  
 تڑپتا ہے دل مضطر ترستی ہیں مری آنکھیں  
 مجھے لکھنا ہے شاہ رائپوری کا سن رحلت  
 جھکائی تھی ذرا گردن ہوا القاب مجھے فوراً  
 عیاں ہے جس کے ہر مصرع و سال وصل لانا  
 وصال شیخ کامل سید دنیا و دین سالش

برستی ہے درو دیوار پر کیوں یاس حیرانی  
 یہ کیسی بے قراری ہے یہ کیسی ہے پریشانی  
 تمنائیں جو تھیں دل میں سبھی پر پھر گیا پانی  
 نظر آتا نہیں کوئی بھی اپنا سونس جانی  
 ہوئی ہے جنت الفردوس میں آج اس کی مہمانی  
 الہی کون بتلائے گا ہمسہم کو راہ نوردانی  
 نظر آتا نہیں ہے آج کوئی آپ کا ثانی  
 ہے خود ہی مرثیہ خوان غنم اندوہ و حیرانی  
 فلک پر مرثیہ گوئی زمیں پر مرثیہ خوانی  
 مگر ہے دیدہ تر میں مرے وہ شکل نوردانی  
 غم و اندوہ و فریاد و فغاں ہیں سونس جانی  
 دکھا دیجئے خدا را خواب ہی میں شکل نوردانی  
 فرادم لے دل وحشی ذرا تمہم چشم طوفانی  
 زبان فارسی میں لکھ دیا اک شعر لاثمانی  
 ہوئی عبد الاحد کے حال پر تائب بزیطانی  
 بیا و ایزد سن رحلت وصال شیخ ربانی



قاری حافظ محمد طاہر صاحب۔ خلف الصدق حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم دیوبند



آج عالم میں ہے کیوں ظلمت پیا  
 یا الہی سانحہ یہ کیا ہوا؟  
 پھرتی ہے کیوں مضطرب بادِ صبا  
 کیوں شبِ دیجور عالم ہو گیا  
 روزِ روشن کیوں شبِ یلدا ہوا  
 کیسے کیا ہے، باعثِ آہ و بکا  
 بادِ ضرر کیوں ہوئی بادِ صبا  
 کیا ہوا اے ہم نشین یہ کیا ہوا  
 کوئی رو کر مجھ سے یہ کہنے لگا  
 اور تو اب تک نہیں ہے جانتا  
 قطبِ دورانِ ہادی راہِ خدا  
 متقی و صاحبِ صدق و صفا  
 رہنما و مقتدا و پیشوا  
 مہرِ عالمتاب چرخِ صفا  
 آفتابِ آسمانِ اعتلا

کس کے عہد میں ہے زمانہ مبتلا  
 جس کو دیکھو ششدر و حیران ہے  
 آسماں کیوں رو رہا ہے زار زار  
 روئے روشن پر لیا کس نے نقاب  
 کیا ہوا ہے مہرِ تقواے کا غروب  
 کیوں ہر اک دل ہو رہا ہے بیقرار  
 باغ میں کیوں پھول مڑ جانے لگے  
 کیوں صدائے ہائے و ہوا آنے لگی  
 دیکھ کر مستعجب و حیران مجھے  
 کچھ خبر تجھ کو نہیں اے بے خبر  
 نضرِ راہِ دیں شہِ عبد الرحیم  
 عارفِ یکتا، امامِ سالکین  
 جامعِ شرع و طریقت بجز علم  
 ماہتابِ آسمانِ معرفت  
 نیرِ رخشان و برجِ علم دیں



رہنمائے سالکان با صفا  
 آہ و اوپلا درین حسرتا  
 بیخود و حیران و ششدر رہ گیا  
 ہائے سینوں پر ہمارے گر پڑا  
 چھپ گیا خورشید زہد و اتقا  
 پر ہوتے ہم رنج و غم میں مبتلا  
 غم تو یہ ہے ہم ہوتے اُن سے جدا  
 اب تو وہ ٹانڈہ بھنیرا ہو گیا  
 دل کے آئینوں کی تھی جس سے جلا  
 خلق تو ایسا نہ دیکھا نہ سنا  
 استقامت بر طریقِ مصطفیٰ  
 آپ نے اللہ اکبر کی ادا  
 گروہ دکھلا دیوں روتے پُرنیا  
 ہائے ہائے سے بھلا ہوتا ہے کیا  
 ہاتھ اٹھا بہرِ دُعا پیشِ خدا  
 اور ہے جب تک کہ یہ ارض و سما  
 اور جب تک گل پہ ہو ٹبیلِ فدا  
 ہے دل مضطر کی یہ دل سے دُعا  
 اَعْطِهْ خُلْدًا نَعِيْمًا دَائِمًا

حضرت مفضل کا سال وفات

طاہر ناشاد لکھ غفران ادا

۳۶ ۱۳ ۵

مقتدائے مقتدیانِ جہاں  
 آج اس دُنیا تے دوں سے چل بسے  
 یہ خبر سن کر اڑے ہوش و حواس  
 کیا عنسہم جانگاہ کا کوہِ گراں  
 کیوں نہ چھا جائے اندھیرا ہر طرف  
 آپ جنت کو سدھارے شاد شاد  
 اُن کا کیا عنسہم وہ تو ہیں وصلِ بحق  
 آپ ہی سے راپور تھا نورِ پور  
 ہائے وہ صورت نہیں آتی نظر  
 پاک صورت، پاک سیرت، پاک ذات  
 ہست معراج سلوک اے ہم نشین  
 تا دمِ آخر جماعت سے مناز  
 بخت خفتہ جاگ جائے خواب میں  
 صبر کر اے طاہرِ شوریدہ دل  
 طاہرِ نعمیں و تسلیم کو تھام لے  
 جب تک باقی رہیں شمس و قمر  
 باغِ عالم میں کھلیں جب تک کہ گل  
 نامِ نامی آپ کا زندہ رہے  
 رَبَّنَا فَارْحَمْنَا وَارْحَمْ عَلَيْهِ



از: — جناب مولوی قاری حافظ محمد طیب صاحب خلیفہ ارشد حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم دیوبند



سر اپا سوزش عشقم سراپا چشم گریانم  
 نہ اُمید کے بدل دارم ز فیض نا امید ہیا  
 تلامہ ہائے بے پایاں بہ ہیں در موج طوفانم  
 نہ حرماں آرزو دارم کہ خود تصویرِ حیرانم  
 ز سوزِ برق تکوینم ز برقِ سوزِ اسکانم  
 رواں شد از پس او حسرت و اُمید و آریانم  
 فغان و گریہ و سوز و گداز و آہ ساکانم

بمراآتِ دلم تصویرِ جاناں جلوہ آراشد

بہیں اعجازِ اُلفت در دِلِ آخرِ مسیحا شد

گدازِ شمع اُٹھتا ہے ہر اک شعلہ مرے غم کا  
 وہ دِل جس میں تمنائے لقا تھی ہائے اب گھر ہے  
 رہ ہستی میں رہن ہے مرادِ مہی مرے دم کا  
 الم کا، رنج کا، اندوہ کا، حیران کا غم کا  
 فراقِ یار میں مُضمحل ہے وصلِ یار کی دولت  
 سرورِ آہ لب پر دیدہ تر عازمِ طوفاں  
 مہری لک آنکھوں میں ہے ہر وقت نقشہ قطبِ عالم کا  
 عجب کیفیت افزا آج ہے حشم خانہ ماتم کا  
 ٹھکانے لگ گیا گنجینہ میری چشم پر غم کا  
 فراقِ قطبِ عالم میں بہائے اشک کے موتی

نہ پوچھو اے ہم نفس افسانہ غمِ سختِ مشکل ہے

اُٹھائے سر پہ جو کوہِ الم کو وہ مرادِ دل ہے



وہ کشتی ہوں کہ خود ہی اسکے حق میں موج طوفاں ہوں  
 وہ انساں ہوں کہ رشک شمع ہے موج نفس میرا  
 ہر اساں ہے مگر اب مجھ سے صیتِ اہل خود بھی  
 ہوا آلودہ میرے درد سے دامان درماں بھی  
 کھچا ہے دردِ محشر بھی مرے اک تابِ حسرت سے  
 ہو جس کا دانہ دانہ برق آسا میں وہ خبر من ہوں  
 نفس سے میں رہ سکتی کے حق میں خود ہی رہن ہوں  
 شکارِ خوف ہے جس میں نہیں وہ صحرائے امین ہوں  
 کہ ہے گردِ کدورت نفس جس کا میں وہ دامن ہوں  
 ہے جس کا ایک گوشہ وادیِ محشر وہ دامن ہوں

نہ تنہا سینہ ام در سوختم تا محو فریادم  
 شکنج خوں شدہ در دل بدیدہ سوخت خواہم

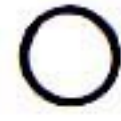
بہارِ گلشنِ عالم کی کوئی دن ہے شاں باقی  
 نہو کیوں تیرہ دردِ غم سے بزمِ عالم بہکان  
 اٹھا عالم سے قطبِ وقت شیخِ ملتِ ہینا  
 وفاتِ حضرت عبد الرحیم راپوری سے  
 محیطِ ارض ہے سیلابِ اپنی چشمِ گریاں کا  
 ہمیشہ کے لیے ہے ذاتِ حنّٰلق جہاں باقی  
 کہ شمعِ بزمِ پرور کا نہیں نام و نشان باقی  
 رہے گی کیسے یارب قوتِ سلامیاں باقی  
 جگر باقی نہ دل باقی نہ تن میں نعتِ جاں باقی  
 اب اے آہِ رسا ہے صرف تیرا امتحاں باقی

نئی گنجِ بطرفِ جذبہٴ دل اضطرابِ من  
 بروں از شیشہ باشد موجزن جوشِ شرابِ من





از: جناب مولانا مولوی محمد ابراہیم صاحب مستطی مرحوم متعلم دارالعلوم



أَعْقَدُ الثُّرَيَّا سِلْكُهُ اِخْتَلَّ مِنْ عَلٍ تَتَابَعَ نَجْمُهُ نَجْمَ بَجَنْدَلٍ  
 کیا اوپر سے ثریا کے ہار کی ٹری پر آگندہ اور منتشر ہو گئی کہ تارے پے درپے اور ایک پر ایک سخت پتھر پر آپے  
 تَسَاقَطُ دُرٌّ ثُمَّ دُرٌّ مُجَلَّلٌ لِسِطِ يَمَانِيٍّ الْعَقِيقِ مُسَلَّسَلٍ  
 عقیقہ یمانی کے سسل ٹری سے بڑے بڑے موتی کیے بعد دیکھے گر پڑے  
 طَوَارِقُ عَطَشِيٍّ مَا وَجَدَنَّ مَوَارِدًا سِوَى مَا حَمِينًا مِنْ مَعَلٍ وَمَنْهَلٍ  
 راتوں کو نازل ہونے والے پیاسے مصائب نے بھران گھاٹوں کے جن کو میں نے اول مرتبہ اور پھر پینے محفوظ کر رکھا تھا اور کوئی کھاٹ نہ پایا  
 أَيْنَسَانِ عَيْنِي كَفَّ بَعْضَ مَدَامِعِي لِئِنْ سَاءَكَ الدُّنْيَا فَلَسْتَ بِأَوَّلِ  
 اے میری آنکھ کی تپلی! تو کس قدر میرے مجازی صبح کو روک، وا اللہ اگر تجھے دنیا نے غم دیا ہے تو راید رکھو کہ تو پہلی غم رسیدہ نہیں ہے  
 وَجَدْتِ بِسِطِي لَوْلُوٌّ مُتَهَلِّلٍ رَطِيبٍ فَيَا مَنْ جَاءِدٍ غَيْرِ مَوْتَلٍ  
 اور تو نے اُن آنسوؤں کے ساتھ جو صفائی اور لطافت میں بمنزلہ تروازہ اور چکتے ہوئے موتی کی دو ٹریوں کی ہیں سخاوت کی۔

پس وائے تعجب اس نہ کو تا ہی کرنے والے سخی پر؟

فَلَوْ كَانَ تَذْرَافُ الدَّمُوعِ شَفِيَّ أَسَى بَرِئْتَ مِنَ الدَّاءِ الْعُضَالِ بِأَعْجَلِ  
 ایسے کہ اگر آنسوؤں کا بہنا رخ و غم کو شفا دے دیا کرتا تو البتہ تو بہت جلد زمانہ میں اس مشکل اور علاج مرض سے بری ہو گئی ہوتی

اے مولانا ابراہیم صاحب مستطی مرحوم کے اشعار اور میرے اشعار کا تجربہ جو کہ اس کے بعد میں قوت بازو سے سن مولوی ظہیر الدین صاحب  
 اعظم گڑھی نے کیا ہے ان کی استعداد و قابلیت کا اندازہ اس ترجمہ سے اہل علم بخوبی کر سکیں گے۔



وَلَكِنْ حَدَّثَانَ الزَّمَانَ رَمِينِي ۖ وَلَيْسَ لِيُوبِ الدَّهْرِ مِنْ مَّتَحَوَّلٍ

لیکن حوادث روزگار نے مجھ پر تیر مارے۔ اور اُن حالیکہ نازل دہر کیلئے پھر جلد یا پھر جاوے گا کوئی مقام نہیں ہے

وَإِنِّي وَإِنْ كُنْتُ أَمْرًا مَتَحْتَلًا ۖ عَلَىٰ كَاهِلِي رَضْوَىٰ فَلَمَّا أَنْزَلُنِي

اور تحقیق میں اگرچہ ایک ایسا شخص تھا کہ اپنے کانٹے پر رضوی پہاڑ اٹھایا کرتا تھا اور نغزش نہ کاتا تھا۔

وَلَكِنْ بَرَانِي ثُمَّ أَوْهَىٰ جَلَادِي ۖ مَنَآيَا فَالْفَىٰ ۖ وَالْعَزَاءُ بِمَعْرَلٍ

لیکن برانوں نے مجھ کو کاٹ ڈالا اور میری شدت اور قوت کو ضعیف اور سست کر دیا۔ پس میں ایسے حال میں پایا جاتا ہوں کہ میری جگہ پر چکا

فَمَا لِأَصِيحَابِي الْأُلَىٰ يَعْذُلُونَنِي ۖ يَقُولُونَ لَا تَهْلِكُ أَسَىٰ وَتَحْتَلٍ

پس میرے ان عزیز ترین رفقاء کو کیا ہو گیا ہے جو مجھ کو ملامت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ غم کی وجہ سے ہلاکت ہو اور صبر کرو

أَتَىٰ نَبَأٌ نَارِيٌّ حَرٌّ فَصَدَعَتْ ۖ بِهِ كَبْدٌ مِثْلُ الصَّدِيعِ التَّجَنُّجَلِ

ایک ایسی خبر موصول ہوئی جس میں آگ کی سی گرمی تھی جس کی وجہ سے قلب مانند توڑے ہوئے آئینہ کے پش پش کر دیا گیا

فَلَوْلَمْ تَكُنْ نَارًا الْخَلِيلِ سَلَامَةً ۖ لِأَحْرَقَنِي بَعْضُ اللَّهَبِ الْمُؤَكَّلِ

پس اگر خدا کی اولیا پر آگ نہ کر دینی گئی ہوتی تو البتہ بعض مسلط کی ہوئی پٹ مجھ کو جلا ڈالتی

قَضَىٰ مَحَبَّهُ الْهَادِي وَغَادَرِ صَجَبَهُ ۖ بِدَاهِيَةِ ظَلْمَاءٍ مِنْ غَيْرِ مَشْعَلِ

اُدی اور رہنانے اپنی مدت حیات پوری کر لی اور اپنے ساتھیوں کو سخت اور تاریک مصیبت میں بغیر مشعل کے چھوڑ دیا

مَضَىٰ لِسَبِيلِ اللَّهِ فَاَنْقَطَعَ الْهُدَىٰ ۖ وَأُخِذَ نِيرَانُ الْقَرَىٰ دُونَ عَيْلِ

وہ خدا کی راہ میں چل بسا پس ہدایت منقطع ہو گئی اور ضیافت و مہمانی کی آگ حاجت مندوں کیلئے

بجھا دی گئی رات کو بن جگہوں پر آگ جلا ناعرب کا طریقہ قدیم زمانہ میں اس لیے تھا کہ گم گشتہ مسافر اس کو دیکھ کر چلے آویں وہ

رات کو قیام کریں اور اگر دل چاہے تو روانہ ہو جاویں۔ یہ آگ نارقری مہمانی کی آگ کے نام سے مشہور ہوئی۔

فَمَنْ يَحْتَمِي عِنْدَ النَّوَابِ أَيْمًا ۖ وَيَرْحَمُ أَيْتَامًا وَيَرْثُ لِأَرْهَمَلِ

یس کون شخص نزول حوادث کے وقت یتیموں کی حفاظت و نگہداشت اور سگینوں پر رحم اور سکین بے توشہ پر

لطف و مہربانی کرے گا



وَمَنْ يَحْمِلُ الْأَثْقَالَ عِنَا إِذَا اعْتَرَىٰ بِسَاحَتِنَا عَمِيَاءَ رُزْمٍ مُّجَلَّلٍ

اور کون شخص ہماری طرف سے بوجھوں کو اٹھائے گا، جب کہ ہمارے صحن دار میں بہت زیادہ سخت اور عظیم مصیبت پیش آئیگی

وَمَنْ يُرْشِدُ السُّرَّشِدِينَ رَشَادَهُ وَيَسْقِيهِمْ مِنْ كَأْسٍ أَعْدَبَ سَلْسَلٍ

اور کون شخص طالبانِ رشد و ہدایت کی رہنمائی کرے گا اور ان کو زیادہ شیریں خوشگوار یعنی آسانی سے گلے میں اتر جانے والے پانی

کے بھرے ہوئے پیالہ سے سیراب کرے گا

وَمَنْ نَهْدِي بِالنُّورِ مِنْهُ وَنَقْتَدِي بِأَسْوَتِهِمْ نَجْوَسَنَا وَنَحْتَلِي

اور ہم کس شخص کے نور سے ہدایت حاصل کریں اور کس کے طریقہ کی اقتدار کریں کہ امید کریں اس کی روشنی کی اور دیکھیں

وَمَنْ لِكِتَابِ اللَّهِ يَنْشُرُ طَيْبَهُ وَيُحْيِي بِهِ الْمَوْتَى وَيَقْضِي بِأَعْدَلٍ

اور کون شخص کفیل ہو کتاب اللہ کے لیے کہ اس کی خوشبو پھیلے اور بند ہو اسکے مُردہ زندہ کرے اور خیر الامور کے ساتھ فیصلہ کرے

وَمَنْ لِبَنِي الْقُرْآنِ يَشْفِي صُدُورَهُمْ وَيَكْفُلُهُمْ تَسْمُو يَدَاهُ بِأَجْزَلٍ

اور کون کفیل ہو قرآن کی تلاوت کرنے والوں کے لیے کہ ان کے سینوں کو شفا دے اور ان کا کفیل بنے اس حال میں کہ بند ہو دونوں ہاتھ اسکے خیر خیر کیسے

هُوَ السَّيِّدُ الْمَهْدِيُّ عَبْدُ الرَّحِيمِ مِنْ نَجِيبٍ بِأَنْوَارِ الْجَلَالِ مُكَلَّلٍ

وہ سردار ہدایت دیے گئے شاہ عبدالرحیم ہیں جو کہ اصیل ہیں اور انوار عظمت و جلال کا تاج پہنائے گئے ہیں

حَسِيبٌ نَسِيبٌ أَرِيحِي مُكْرَمٌ نَدِي الرَّاحِ فَيَاضٍ أَعْرَحَجَلَلٍ

باعتبار حالات ذاتی و آہائی کے شریف اور خوشی دل سے سخاوت کرنے والے بزرگ کثیر الجود و فیض روشن رو مشہور ہیں

هُوَ الشَّمْسُ شَمْسُ الْأَوْلِيَاءِ وَبَدْرُهُمْ لَهُ قَدَمٌ فَوْقَ السَّمَاكِينِ فِي عِلِّ

وہ سردار اور کامل اولیا کے آفتاب اور چودھویں رات کے چاند ہیں

لَهُ غُرَّةٌ مِنْ بَاقِيَاتِ صَوَالِحِ بِنَاصِيَةِ الدُّنْيَا تُلُوحٌ وَتَعْتَلِي

ان کے لیے روشنی اعمالِ صالحہ باقیہ کی ہے جو دنیا کی پیشانی پر چلتی اور بند ہوتی رہتی ہے

وَكَانَ إِمَامًا بَارِعًا مُتَوَرِّعًا مَجِيدًا وَذَا مَجْدٍ مَجِيدٍ مُؤْتَلِّ

وہ امام صاحب فضل و تقویٰ بزرگ اور زیادہ افضل بزرگی والے تھے



بِأَسْنَى سِرَاجٍ يُسْتَضَاءُ بِنُورِهِ ۝ وَأَنْوَرُ مِنْ شَمْسٍ وَبَدْرٍ وَأَجْمَلِ ۝

ان کے زیادہ روشن ہونیوالوں چراغ کے نور سے روشنی حاصل کی جاتی تھی۔ وہ آفتاب و چاند اور جمیل تر سے زیادہ منور تھے

وَمَا اسْطَاعَتِ الدُّنْيَا بِاتِّبَانٍ مِثْلَهُ ۝ وَلَيْسَ يَجِيءُ الدَّهْرُ مِنْهُ بِأَمْتَلِ ۝

دنیا ان کے مانند لانے پر قادر نہ ہوئی اور نہ زمانہ ان کے ہم مثل لائے گا

الْأَلَيْتَ شِعْرِي كَيْفَ ضَمَمَ ضَرْبِيهِ ۝ بِحُورِ النَّدَى أَطْوَادَ فَضْلِ مُعْوَلِ ۝

کاش! میں اس امر سے واقف ہو جاتا کہ قبر نے دریا کے سخاوت اور مستعد علیہ فضل کے پہاڑوں کو کیونکر اپنے اندر ملا لیا

لَحَى اللَّهُ دَهْرًا سَاءَ نَا بِفِرَاقِهِ ۝ فَحُزْنُ كِرَامِ النَّاسِ لَمْ يَتَزَيَّلِ ۝

اشرقی زمانہ کو ہلاک کرے کہ اس نے مجھ کو اس کے فراق سے صدرہ پہنچایا۔ اس لیے کہ برگزیدگان نبی آدم کا غم ہمیشہ باقی رہتا ہے

بَكَاهُ حَيْبٌ ذُو الْكَمَالِ وَأَحْمَدُ ۝ وَفَاضَتْ دَمُوعُ الْأَنْوَارِ الْمُتَمَلِّمِ ۝

ان کی موت پر مولانا مولوی حافظ محمد احمد صاحب مستم دارالعلوم دیوبند و مولانا مولوی حبیب الرحمن صاحب مدوکار مستم

فضل و کمال والے روعے اور مضرب ذبے قرار انور ایسا تازہ حضرت مولانا مولوی سید انور شاہ صاحب کے آنسو بہ پڑے

سَلَامٌ عَلَى خَيْرِ الْقُبُورِ لِأَشْرَفِ الْبَرَائِيَا تَحِيَّاتِ الْخَلِيلِ الْمُؤَمَّلِ ۝

اشرف المخلوقات کے بہتر قبر پر سلامتی ہو، تحیات ہوں خلیل امید گاہ کے

خَلِيلِي أَهْلُ الرَّبْعِ وَلِي حَمُولِهِمْ ۝ قِفَانَبِكَ مِنْ ذِكْرِي حَيْبٍ وَمَنْزِلِ ۝

اے میرے دورفتی اہل منزل کے اوٹوں نے کوچ کر دیا، تم ٹھہر جاؤ کہ ہم حبیب اور منزل کی یاد سے رومی۔





قاری حافظ محمد عتیق الرحمن صاحبزادہ حضرت مفتی (عزیز الرحمن) صاحب دارالعلوم دیوبند



جب نہاں زیر کفن وہ روئے رخشاں ہو گیا  
 عند لیبِ خوش نوانے نغمہ سنجی چھوڑ دی  
 جب گئی جنت میں رُوحِ پاکِ حضرت کیا کہوں  
 یہ وہ صدمہ ہے کہ جو دل سے نکل سکتا نہیں  
 غم غلط ہو جائے گا کٹ جائیں گے وقت کے دن  
 بس گئی اُجڑی ہوئی بستی خدا کا شکر ہے  
 اس غم جانگاہ سے تاب شکیبائی نہیں  
 فرقتِ قطبِ زماں سے کیسی وحشت بڑھ گئی  
 چھا گیا اطرافِ عالم میں اندھیرا ہائے ہائے  
 محفلِ ارشاد و تلقین سے اٹھا اک شیخِ وقت  
 آپ دُنیا سے گئے ہم اپنے آپ سے گئے  
 میں ہی کچھ تنہا نہیں ہوں بے قرارِ دردِ حیر  
 تیغِ فوقتہ لیے فضا ہے دل ہے دشتِ کربلا  
 گردشِ چشمِ حقِ اکیس کی حقیقت کیا کہوں

دن ہمارا بدتر از شامِ غریباں ہو گیا  
 ہو کا عالم آج کل صحنِ گلستاں ہو گیا  
 ہر طرف سے اژدحامِ حور و غلماں ہو گیا  
 یہ وہ غم ہے جو دل بے تاب کی جاں ہو گیا  
 صدمہ ہجر آپ کا سینہ میں مہماں ہو گیا  
 عکسِ روئے پُرضیا دل میں درخشاں ہو گیا  
 چشمِ گریاں سینہ بریاں دل پریشاں ہو گیا  
 یہ تفریحِ گاہِ عالم مجھ کو زنداں ہو گیا  
 گل چراغِ علم و فضل و زہد و عرفاں ہو گیا  
 محفلِ مسترشدیں میں محشرستاں ہو گیا  
 زندگی بھر کے لیے وحشت کا سماں ہو گیا  
 ایک عالم ہے جو اس غم سے پریشاں ہو گیا  
 قتلِ عامِ حسرت و امید و اراں ہو گیا  
 جس طرف کو پھر گئی گنجِ شیداں ہو گیا



اے عتیق خستہ دل لکھ سال وصل از روستے آہ  
گل چراغ مجد و زہد و علم و عرفان ہو گیا

۱۳      ۳۶ + ۱      ۳

۱۳      ۳۶

حج

○



سوانح  
 حضرت مولانا عبدالقادر اپنوی <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup>

عہدِ حاضر کی مشہور دینی شخصیت اور عارفِ باللہ حضرت مولانا عبدالقادر اپنوی قدس سرہ کے حالاتِ زندگی، اُن کی شخصیت اُن کے نمایاں صفات اُن کا اندازِ تربیت، توازن و جامعیت، تعلق باللہ، خلوص و محبت، فیض و تاثیر اور معرفت و سلوک کا ایمان افروز اور دل آویز تذکرہ

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

تلخیص

سید نفیس الحسینی



اے فراقِ تو یارِ دیرینہ

غمِ تو غمگسارِ دیرینہ

دردِ تو مہمانِ ہر روزہ

داغِ تو یادگارِ دیرینہ

خسرو

”آہِ قطب الارشادِ گزشت“

۲ ۸ ۳۰ ۱ ۵

چوں حضرتِ شیخِ شاہِ عبدالقادر

در شوقِ بہ فردوسِ بریں رخت نہاد

تاریخِ فراقِ با غم و دردِ نفیس

نبوشت: ”گزشت آہِ قطب الارشاد“

۲ ۸ ۳۰ ۱ ۵



## قطب الارشاد حضرت مولانا عبدالقادر رابعی رحمۃ اللہ علیہ

**ولادت و طفولیت** | حضرت مولانا عبدالقادر صاحب کو خود یا آپ کے کسی بھائی یا عزیز کو تعین کے ساتھ آپ کا سنہ ولادت یاد نہیں، اس وقت کسی کو بھی اس کا احساس نہیں ہو گا کہ یہ بچہ آگے جا کر کتنا بڑا شیخ اور عارف ہو گا۔ اس لئے گاؤں میں پیدا ہونے والے بچوں کی طرح کسی نے آپ کا سنہ ولادت لکھنے یا یاد رکھنے کا اہتمام نہیں کیا، لیکن بعض قرآن اور قیاسات سے تقریبی طریقہ پر آپ کے سن ولادت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، آپ فرماتے تھے کہ میں بہت بچہ تھا، میں نے اپنے سب بڑوں کو کہتے ہوئے سنا کہ اللہ خیر کرے چودھویں صدی چڑھ رہی ہے، میں اتنا چھوٹا تھا کہ صدی کے



چڑھنے (یعنی صدی کے شروع ہونے) کا مطلب نہیں سمجھتا تھا، میں سمجھا کہ جیسے سورج چڑھتا ہے اسی طرح کوئی نئی چیز چڑھنے والی ہے۔ چنانچہ میں مشرق کی طرف بہت عجز سے دیکھتا تھا کہ صدی کیسے چڑھتی ہے؟

اس سے قیاس ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر ۹-۱۰ سال سے زیادہ نہیں ہوگی، اگر اسکو صحیح مان لیا جائے تو اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۲۹ھ کے کچھ بعد آپ کی ولادت ہوئی، کبھی کبھی حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ میرا سن اس وقت ۸، ۹ برس کا رہا ہوگا۔

آپ کا نام والدین نے غلام جیلانی رکھا اور یہی نام آپ کا اس وقت تک رہا، جب آپ رائے پور حاضر ہوئے، آپ کے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب نے نام دریافت کیا تو آپ نے فرمایا، غلام جیلانی، ارشاد ہوا کہ آپ تو عبدالقادر ہیں، اس وقت سے یہی نام مشہور ہوا، اب بھی علاقے کے اکثر لوگ غلام جیلانی ہی کے نام سے جانتے ہیں اور کاغذات میں بھی اسی نام سے اندراج تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ سکھوں کی عملداری ختم ہو کر نئی سی انگریزی حکومت قائم ہوئی تھی اور پنجاب کے علاقے میں جو سکھوں کی فوجی حکومت کی بے آئینی اور وقت بے وقت کی غارتگری سے تاخت و تاراج ہو رہا تھا، نیا نیا امن اور نظام قائم ہوا تھا، اور لوگوں کی جان میں جان آئی تھی، حضرت فرماتے تھے جب ہمارے باپ چچا سولے کو میٹھے تھے تو اللہ کا بڑا شکر ادا کرتے تھے اور دیر تک الحمد للہ الحمد للہ کہتے تھے، میں نے دریافت کیا کہ آپ کیوں بڑی دیر تک الحمد للہ کہتے رہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا بیٹا تم کیا جانو کہ ہم نے کیسا زمانہ گزارا ہے، سکھ عامل آتے تھے اور ہماری کٹھری فصلیں کاٹ لے جاتے تھے نہ ہمارے گھر میں کوئی کپڑا چھوڑتے تھے اور نہ کھانے کا کوئی سامان، چمڑے کے ٹکڑے بھون بھون کر کھانے کی



دوبت آتی تھی، سردی میں اور طہنے کھیلنے کی پرا نہیں ہوتا تھا، اب ہم لحاف اور ڈھتے ہیں تو بے اختیار اللہ تعالیٰ کا شکر زبان سے جاری ہو جاتا ہے۔!

حضرت کارنگ چکن میں زیادہ سالوں کا تھا، حافظ احمد صاحب کو اپنے سب لڑکوں میں حضرت سے زیادہ محبت تھی، لوگ طعنہ دیتے تھے کہ اپنے سب خوبصورت لڑکوں میں آپ کو اس لڑکے سے محبت ہے، فرماتے تھے کہ تم اس کو کیا جانو، جب اس کے ہنر کھلیں گے تب تم ہیچانو گے

**ابتدائی تعلیم** | ابتدائی تعلیم اپنے اپنے چچا حافظ محمد حسین صاحب اور مولانا کلیم اللہ صاحب سے پائی، چچا صاحب ان اکثر کھیڑے میں رہتے تھے، آپ نے مولانا کلیم اللہ صاحب سے قرآن مجید حفظ کیا، اس وقت ڈھڈیاں کے قریب بھرت شریف اور جھاوریوں تعلیم کے مرکز تھے، آپ نے دونوں مقامات پر مولانا محمد خلیل صاحب سے تعلیم حاصل کی۔

مولانا محمد خلیل صاحب بھرت شریف کے رہنے والے تھے، جھاوریوں میں پڑھاتے تھے، بڑے مخلص، صاحب نسبت علماء میں سے تھے، جسٹہ شدرس دیا کرتے تھے، مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ پیدل جا رہے تھے، قافلہ سے بچھڑ گئے، پیاس کی شدت سے بے ہوش ہو کر گر گئے، ایک سن رسیدہ بدوی خاتون نے ان کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا، اس کے پاس صراحی تھی اس نے قطرہ قطرہ منہ میں پکایا، اس سے ہوش آیا، ہوش آتے ہی انھوں نے دیکھا کہ ان کا سر ایک بوڑھی عورت کے زانو پر ہے، پہلا کلمہ یہ فرمایا کہ تم نامحرم ہو، میرا سر اپنے زانو سے ہٹا لو، اسی بیہوشی کی حالت میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ ان کو بیعت کر لو، اور سلسلہ قادریہ

(۱) یہ ایک آباد اور پر رونق قصبہ ہے اور ڈھڈیاں سے چھ میل مغرب کی طرف واقع ہے۔



کا ذکر تلقین کرو، وہاں سے واپس آئے تو بڑا رجوع ہوا، آپ پر استغراق اور جذب کا غلبہ ہوا اور اسی حالت میں انتقال فرمایا۔ حضرت رائے پوری فرماتے تھے کہ یہ ان کی بے لوث اور خالصتہً لوجبہ الشرحہ خدمت و عمل کا نتیجہ تھا۔<sup>(۱)</sup>

بھاریاں میں مسجد عنایت والی میں تقریباً سات ماہ یا کم و بیش قیام رہا، اس وقت عمر پندرہ یا سولہ سال کی رہی ہوگی۔<sup>(۲)</sup> آپ کے تایا زاد بھائیوں کی خواہش تھی کہ آپ ہمارے جانوروں کی نگرانی کریں اور ہم دوسرا کام کریں، آپ کے والد صاحب کو یہ بہت ناگوار تھا، فرماتے تھے کہ مجھے تم کام کرتے اچھے نہیں معلوم ہوتے، میری آرزو یہ ہے کہ تم پڑھو۔

آپ نے مرحلہ الارواح اور قال اقوال تک مولانا محمد خلیل صاحب سے پڑھا، غالباً وطن میں اور وطن کے تریب رہ کر تعلیم کا جاری رکھنا دشوار نظر آتا تھا، یوں بھی ہندستان کا مرکزی اور شمالی حصہ (دہلی و صوبہ جات متحدہ) علمی و تعلیمی مرکز تھا، اور وہاں بڑے بڑے نامور اور جید علماء موجود تھے، جن سے پڑھنے کیلئے افغانستان اور سرحد اور پنجاب کے دور دراز گوشوں سے طالب علم جایا کرتے تھے، عام طور پر اس حصہ کو پنجاب میں ہندستان کہتے تھے،

آپ نے دہلی اور اس کے آس پاس کے تحصیل علم کیلئے ہندوستان کا سفر علمی مرکزوں میں تعلیم حاصل کرنے کا

ارادہ کیا، کچھ روپے جو گھر میں تھے لئے، اور جہلم پارکر کے لڈ سے گاڑی پر سوار ہوئے، اس وقت خوشاب اور ملک وال کے درمیان ریل تھی، اس حصہ کو ریل سے طے کر کے آپ نے بقیہ سفر طے کیا جس کی تفصیل معلوم نہیں،

(۱) مولانا محمد خلیل صاحب کے ایک صاحبزادہ مولانا محمد رفیق تھے جنکو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے تلمذ حاصل تھا اور آپ ہی کے مسلک عقائد پر تھے، (۲) روایت صوفی غلام فرید صاحب ساکن بھاریاں۔



**سہارن پور** (۱) اس وقت مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کی شرح جامی بہت شہرہ آفاق تھی، لوگ کابل و قندھار سے مولانا ثابت علیؒ سے شرح جامی پڑھنے آتے تھے، فارغ التحصیل طلباء بھی شرح جامی کے شوق سے سہارنپور کا سفر اختیار کرتے تھے، آپ بھی شرح جامی پڑھنے کے شوق سے سہارنپور آئے، یہ غالباً ۱۳۱۴ھ کا زمانہ ہے، اصل مقصد تو مولانا ثابت علیؒ سے شرح جامی کا پڑھنا تھا، ضابطہ میں مدرسہ کے قواعد کے مطابق تین سبق اور ہوں گے، بنجاروں کے محلہ کی کسی مسجد میں قیام تھا، حضرت اس زمانہ کے کچھ قصے بھی

(۱) حضرت اپنے حالات کے تذکرہ میں نین کا تعلق بہت کم فرماتے تھے سہلات بھی تاریخی ذہن سے نہیں بلکہ عبرت یا تربیت کی مصلحت سے منمنایان فرمادیا کرتے تھے، اس بنا پر ان مقامات میں تاریخی ترتیب قائم کرنی بہت مشکل ہے جہاں اپنے تعلیم کی عرض سے قیام کیا، لیکن خوش قسمتی سے آپ نے اکثر مقامات کے تذکرہ میں بعض ایسے واقعات کا تذکرہ فرمایا ہے جنکے سہارے انکے زمانہ کا تعین اور ان میں ترتیب قائم کی جاسکتی ہے سہارنپور کے تذکرہ میں آپ نے مولانا حبیب الرحمن صاحب (فرزند مولانا احمد علی صاحب محدث) سہارنپوری کے پڑھنے کا پانی پت میں مولانا قاری عبدالرحمن صاحب کی قرأت سننے کا اور اپنے زمانہ قیام میں ان کی وفات کا دہلی کے تذکرہ میں مولانا امید انور شاہ کے درس میں شامل ہونے اور ان کے مدرسہ امینیہ میں مدرس ہونے کا تذکرہ فرمایا،

مولانا حبیب الرحمن صاحب ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ کو رخصت لے کر سہارنپور سے حیدرآباد تشریف لے گئے اور قاری عبدالرحمن صاحب نے ۵ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ کو وفات پائی مولانا انور شاہ صاحب کا تقریر بحیثیت صدر مدرس مدرسہ امینیہ ۱۰ شعبان ۱۳۱۶ھ کو ہوا، اور آپ ۸ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ کو اپنے والد صاحب کے اصرار پر وطن چلے گئے، اس لئے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ آپ پہلے سہارنپور پھر پانی پت اور آخر میں دہلی گئے، پانی پت اور دہلی کے زمانہ قیام کے درمیان آپ نے رامپور قیام فرمایا ہوگا، بعض مرتبہ آپ نے فرمایا بھی کہ آپ رامپور سے دہلی تشریف لے گئے تھے۔

(۲) مولانا ثابت علی بڑے مخلص اور متقی علماء میں سے تھے، آپ مولانا سید عبداللطیف صاحب سابق ناظم مدرسہ مظاہر العلوم کے چچا تھے، مدرسہ مظاہر العلوم کے نہایت ہی قدیم مدرسین میں تھے، مدرسہ ہی میں ولول تا آخر پڑھا پھر دوپٹے پر نائب مدرس رکھے گئے اور اخیر عمر تک مدرسہ ہی میں زندگی گزار کر سہارنپور ہی میں ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۲۴ھ کی شب میں وفات پائی وہیں مدفون ہوئے لافا وہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب مدظلہ العالی



سایا کرتے تھے، مولانا سید عید اللطیف سابق ناظم مدرسہ مظاہر العلوم کی تعریف میں بارہا یہ فرمایا کہ اس زمانہ میں یہ بے ریش تھے، ہم لوگ تو عصر کے بعد سیر پائے میں رہتے اور مولانا عبد اللطیف صاحب اس نوعمری میں جامع مسجد کے حوض کی پٹری پر قبلہ رخ بیٹھ کر حفظ قرآن شریف پڑھا کرتے تھے، اس وقت ناظم صاحب مرحوم کی ابتدائی کتابیں تھیں اور حضرت کے یہاں متوسط<sup>(۱)</sup>۔

سہارنپور میں مولانا حبیب الرحمن صاحب (فرزند مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری) سے بھی پڑھا اور ایک مسجد میں امامت بھی کی، اسی زمانہ میں غالباً حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری کی پہلی زیارت ہوئی، شاید اس وقت خیال بھی نہ ہو کہ بالآخر ان ہی کے قدموں میں زندگی گزارنی ہے۔

یہاں سے آپ پانی پت آئے، یہ ۱۳۱۲ھ تھا، فرماتے تھے کہ ہمیں ستاری

**پانی پت** | عبدالرحمن صاحب کا قرآن مجید سننے کا بڑا شوق تھا، آپ کا معمول تھا کہ وعظ سے پہلے ایک کوع پڑھتے تھے، ہمیں سن کر تعجب ہوا کہ بہت سادہ پڑھتے ہیں، ہمارے پہونچنے کے اٹھارہ جمعے بعد قاری صاحب کی وفات ہوئی۔

آپ نے پانی پت میں مختصر قیام کیا، محلہ نسکی والا میں مدرسہ تھا، رہائش جامع مسجد میں تھی<sup>(۲)</sup>۔ وہیں مولانا محمد یحییٰ صاحب<sup>(۳)</sup> سے شرح جامی پڑھی، فرماتے تھے کہ شرح جامی کا یہ نسخہ

(۱) افادہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا دہلوی (۲) مسودہ صوفی محمد حسین صاحب (۳) مولانا محمد یحییٰ صاحب کے والد کا نام حافظ محمد عابد صاحب عثمانی تھا۔ آپ پانی پت کے مشہور عثمانی خاندان (جس میں حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کی ہستی مشہور و معروف ہے) میں تھے، پانی پت کے مدرسہ اسلامیہ میں مولانا رابع اللہ صاحب عثمانی اور مولانا اللطیف اللہ صاحب (والد مولانا تقار اللہ صاحب) سے تحصیل علم کی، مولانا رابع اللہ صاحب کے انتقال کے بعد اس مدرسہ میں غیر وقت تک تعلیم دیتے رہے، روحانی تعلق حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے تھا، انکی وفات کے بعد اپنے حضرت مظفر شاہ صاحب مراد آبادی اور حضرت مولانا تھانوی سے تعلق قائم کیا، انتقال تقریباً ۱۹۱۶ء میں ہوا (افادہ مولانا تقار اللہ صاحب عثمانی)



مولانا محمد عینی صاحب ہی کی ملکیت تھی، دوران مطالعہ میں جلد ٹوٹ گئی میں نے ڈر کر اس کو کسی طرح ٹھیک کر کے واپس کیا، پانی پت میں اپنے مولانا راغب اللہ صاحب سے بھی پڑھا، مولانا نقار اللہ صاحب پانی پتی فرماتے ہیں کہ حضرت نے کچھ ان کے والد صاحب سے بھی پڑھا، مولانا لطیف اللہ صاحب سے بھی پڑھا، اس زمانہ میں قصہ کے بعض علماء و شرفاء بعض ممتاز طالب علموں کو اپنے گھر پر کھانا کھلایا کرتے تھے اور اپنے بچوں ہی کی طرح برتاؤ کرتے تھے، مولانا لطیف اللہ صاحب کے گھر جو معزز طالب علم کھانا کھاتے تھے ان میں حضرت مولانا عبدالقادر صاحب بھی تھے، مولانا نقار اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ میری والدہ صاحبہ مرحومہ اکثر حضرت کا نام لیا کرتی تھیں، اور یہ بھی کہا کرتی تھیں کہ تو ان کی خدمت میں بہت گستاخ تھا، مولانا فرماتے ہیں کہ ۱۹۲۶ء میں ایک مجلس میں حضرت کی زیارت ہوئی۔ میں حضرت کی طرف بغور دیکھ رہا تھا، حافظ عبدالجلیل صاحب دہلوی نے حضرت سے فرمایا کہ یہ مولانا نقار اللہ عثمانی پانی پتی ہیں، حضرت نے بغور چہرہ کو دیکھ کر فرمایا کہ تمہارے والد کا نام مولانا مولانا لطیف اللہ ہے۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ حضرت نے مولانا سے لگا لیا اور پیرا کیا اور والدہ صاحبہ کی خیریت دریافت کی اور مسکراتے ہوئے کچھ پی باتیں یاد دلاتے رہے۔

(۱) روایت مولانا محمد وجیہ عثمانی صاحب خلف مولانا محمد عینی پانی پتی، مولانا محمد وجیہ صاحب کہتے ہیں کہ حضرت نے اس واقعہ کا تذکرہ کر کے اس کتاب کے دوبارہ دیکھنے کا اشتیاق ظاہر فرمایا لیکن اس کتاب کے متعلق مولانا محمد وجیہ صاحب کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ (۲) مولانا راغب اللہ صاحب مولانا صاحب اللہ صاحب عثمانی کے فرزند تھے ان کا مکان مدرسہ نام سے ۱۹۲۶ء تک مشہور تھا، مولانا راغب اللہ صاحب نے مولانا محمد حسین صاحب آبادی اور مولانا لطیف اللہ صاحب علیگڑھ سے سند حاصل کی، روحانی تعلق حضرت قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی سے رکھتے تھے، ان کی وفات کے بعد حضرت شاہ مظفر مراد آبادی سے رجوع فرمایا، تقریباً ۱۳۲۰ھ میں انتقال کیا اور حضرت قاری صاحب کے پہلو میں دفن کئے گئے (افادہ مولانا نقار اللہ صاحب عثمانی) (۳) مکتوب مولانا نقار اللہ صاحب۔



حضرت فرماتے تھے کہ پانی پت میں جس مسجد میں رہتا تھا کچھ عامی لوگ آئے کہیں سے فاتحہ نذر کی رٹی آئی تو انھوں نے نہیں کھائی، وہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، مجھے تعجب ہوا کہ آپ کی نسبت اور تاثیر اتنی قوی ہے کہ جاہل عامیوں کے اند بھی بدعات سے اجتناب کا جذبہ پیدا ہو گیا۔

رام پور کی معقولات اور منطق کی زبس کی پنجاب اور مغربی ہندستان میں بڑی  
**رام پور** (اہمیت تھی) بڑی شہرت تھی، مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی اور ان کے

تلامذہ نے اپنے قیام اور تدریس سے اس کو معقولات کی تعلیم کا سب سے بڑا مرکز بنا دیا تھا۔ شیخ محمد طیب عرب صاحب بھی وہیں تھے، اور نواب کلب علی خاں خلد مکان کی جو ہر شناسی اور علمی سمر پستی نے بڑے بڑے اہل کمال اور ماہرین فن کو رام پور کھینچ لیا تھا جو ان کی وفات کے بعد بھی عرصہ تک رام پور کی زیب و زینت رہے۔ کچھ عجیب نہیں کہ منطق اور علوم عقلیہ کے شوق میں جو قدیم درس نظامی کے مایہ ناز مضامین تھے، آپ نے رام پور کا سفر اختیار کیا ہو،

یہاں دستور تھا کہ طلباء مسجد میں رہتے تھے اور اہل محلہ ان کے کھانے کے متکفل ہوتے تھے، اس وقت سرحد وغیرہ کے طلباء یہاں کثرت سے پڑھتے تھے اور وہی نو وارد طلباء کے لئے کوئی مسجد بولا دیتے تھے، آپ کا یہاں دو مسجدوں میں قیام ہوا۔ مولانا ذوالفقار احمد صاحب

رام پوری راوی ہیں کہ ان دونوں مسجدوں میں حضرت خود رام پور تشریف آوری کے زمانہ میں ہمارے ساتھ ایک بار تشریف لے گئے، ایک شہر کے مغربی محلہ پھلواری میں ہے جو حضرت کی طالب علمی کے زمانہ میں مولانا جعفر علی خاں کی مسجد کہلاتی تھی، اور اب چوک محمد سعید خاں کی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت نے ہم لوگوں کو مسجد میں گنبد پوش حجرہ دکھا کر فرمایا تھا کہ اس حجرہ میں میرا قیام رہا تھا، یہ حجرہ اب تک بحال موجود ہے، دوسری



مسجد شہر کے مشرقی حصہ محلہ گنج قدیم کی مچھلی بازار والی مسجد ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ دونوں ہی مسجدیں مچھلی والوں کی ہیں، حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ اس وقت مدرسہ عالیہ رامپور نواب جیدر علی خاں کی کوٹھی میں تھا، یہ نواب حامد علی خاں کے ابتدائی عہد حکومت کا زمانہ ہے۔

حضرت فرماتے تھے کہ میرا جی یہاں نہیں لگا، شہر کی سڑکوں پر غریب ہندو کہا کرتے تھے، ایلے بیچنے کو لاتے تھے، لوگ ان کو طرح طرح سے تنگ کرتے تھے اور ایلے چھین چھین کر لے جاتے تھے، میں سوچتا تھا کہ ان مظالم کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں کیا ہوگا، فرماتے تھے کہ میں تھوڑے ہی دن یہاں رہا اور کچھ ابتدائی کتابیں یہاں پڑھیں، محلہ مدرسہ (جیل روڈ) پر ایک مولوی صاحب سے پڑھنے جاتا تھا، یہ بھی کبھی ارشاد فرمایا کہ حکیم احمد رضا خاں صاحب سے کچھ طب کی کتابیں بھی پڑھی تھیں<sup>(۱)</sup>، فرمایا کرتے تھے کہ مجھے محلہ سے روٹیاں اور ایک پیسہ وز ملتا تھا اس پیسہ کے میں چنے لے آیا کرتا تھا، انھیں ابال کر کھالیتا تھا۔<sup>(۲)</sup>

آپ علمائے معقولات کے پاس اٹھنے بیٹھنے اور ان کے حالات سے واقف ہونے کی بنا پر ان سے زیادہ متاثر اور ان کے عقیدت مند نہیں رہے تھے، ان کی آزاد روی اور ان میں سے بعض کے عدم توجع اور بلند بانگ دعاوی سے آپ کی طبیعت متنفر ہو گئی تھی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ان منطقیوں اور ادیبوں میں تکبر اور خت جاہ دیکھا، وہ کسی عالم کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اور ہم چومن دیگرے نیست“ ان کا قول تھا،

(۱) اب اس مقام پر غلہ کی منڈی ہے اور گنج کے نام سے مشہور ہے (۲) حکیم صاحب لکھنؤ کے رہنے والے تھے، رامپور میں ایک بلند پایہ شخصیت، باہر طبیب، نڈرا بہادر اور مرجع خاص و عام تھے، آپ کے صاحبزادے حکیم ہادی رضا خاں صاحب بانی منبع الطب اور حکیم حبیب رضا خاں صاحب مرحوم دونوں طبیب تھے (۳) مکتوب مولانا ذوالفقار احمد صاحب رامپوری۔



## والد صاحب کی آمد اور رام پور کی جفاکشانہ طالب علمی

فرماتے تھے کہ رام پور سے کسی دوست

نے خط لکھ دیا کہ غلام جیلانی کا انتقال ہو گیا، مجھے جب اس کا علم ہوا تو میں نے خط لکھا کہ میں زندہ ہوں، والدہ صاحبہ نے والد صاحب سے اصرار کیا کہ اس کو لے کر آؤ۔ والد صاحب رام پور تشریف لے گئے، انھوں نے رام پور آ کر کسی استاد سے پوچھا کہ ہم اپنے لڑکے غلام جیلانی کو ڈھونڈنے آئے ہیں، انھوں نے کہا ابھی ابھی یہاں بیٹھے تھے، فلاں جگہ پڑھنے گئے ہیں پھر واپس آجائیں گے، انتظار کر لو، انھوں نے فرمایا کہ نہیں ہم تو ابھی جائیں گے، انھوں نے ایک آدمی ساتھ کر دیا، فرماتے تھے کہ میں بازار سے گزر رہا تھا، میں نے دور سے والد صاحب کو پہچان لیا، پہلے میرے جی میں آیا کہ میں کہیں چھپ جاؤں، یہ کہیں مجھے واپس نہ لے جائیں، معاً خیال آیا کہ والد صاحب اتنی مسافت طے کر کے تشریف لائے ہیں، یہ بڑی بے مروتی اور سنگدلی ہے، میں نے ملاقات کی، بڑی محبت سے ملے، اور فرمایا کہ تمہاری والدہ نے اصرار کیا کہ میں تمہیں لے آؤں، تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں ابھی پڑھوں گا جب تک فارغ نہیں ہو جاتا واپس نہیں جاتا، والد صاحب سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ تم پڑھ کر آؤ۔

رات کے وقت حضرت نے کہیں سے بستر مانگ کر والد صاحب کھیلے بچھایا، عرض کیا کہ آپ آرام فرمائیں، میں مطالعہ کر آؤں، آپ مسجد کے چراغ کی روشنی میں ازراہ احتیاط مطالعہ نہیں فرماتے تھے، بازار کی لائین کی روشنی میں مطالعہ کرتے تھے، بعض اوقات کھانا نہ ہونے کی وجہ سے مولیٰ کے پتے اٹھا کر کھالینا کرتے تھے،



اور کئی کئی وقت اسی پر گزارا ہوتا تھا، واپس آئے تو والد صاحب سوچکے تھے، سردی کا زمانہ تھا، خود ایک لپٹی ہوئی صدف کے اندر گھس کر سو گئے، کیکپی سے ایسی آواز پیدا ہوتی تھی جیسے کوئی چوہا یا بلی بے والد صاحب جب یہ آواز سنتے تو چھڑی زمین پر پٹک کر اس کو بھگاتے جب بار بار اسکی نوبت آئی تو حضرت نے فرمایا کہ میں غلام جیلانی ہوں، آپ فکر نہ فرمائیں، اس حالت کو دیکھ کر والد صاحب کو بڑا صدمہ ہوا۔ اس وقت آٹھ روپے انکے پاس تھے، فرمایا کہ میرے پاس آٹھ روپے ہیں، اس سے رضائی بستر ابنو الوج حضرت نے فرمایا کہ آپ میری فکر نہ فرمائیں، آپ کو راستہ میں ضرورت ہوگی، لیکن آپ نے اصرار سے دے دیا، والد صاحب نے اساتذہ سے شکوہ کیا کہ آپ کا ایک طالب علم ہے، آپ اس کا خیال نہیں فرماتے، انھوں نے کہا کہ ہم نے مولوی صاحب سے ہر چند اصرار کیا مگر انھوں نے قبول نہیں کیا،

والد صاحب واپس وطن تشریف لے گئے اور یہ وعدہ لے لیا کہ خط لکھتے رہو گے آپ خط لکھتے تھے اور جو کتابیں زبردس تھیں، والد صاحب کی خوشی کیلئے ان کے نام بھی لکھ دیتے تھے، حافظ صاحب جھا وریاں جا کر مولانا محمد خلیل صاحب سے پوچھتے تھے کہ یہ کون سی کتابیں ہیں جن کو غلام جیلانی نے لکھا ہے کہ ہم پڑھتے ہیں۔<sup>(۱)</sup>

رام پور میں مولوی عبدالرحمن<sup>(۲)</sup> صاحب تبومی سے خاص تعلقات اور دوستی ہو گئی،

(۱) روایت حافظ محمد خلیل ممتاز برادر اصفیٰ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۲) مولوی عبدالرحمن صاحب مولانا سید نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے اور بہت تشذواہل حدیث تھے، انکی علمی استعداد بالخصوص نحو بہت اچھی تھی، اخیر زمانہ میں رائے بریلی میں سکونت اختیار کر لی تھی، اور وہیں شادی کر لی، حضرت سے اس ناچیز نے جب اس کا تذکرہ کیا تو حضرت بہت خوش ہوئے، اکثر ان کی مجلسوں کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے اور بڑی دلچسپی سے ان کے حالات دریافت فرماتے، ملاقات کی نوبت نہیں آئی، ان کے صاحبزادے حکیم مولوی عبید اللہ صاحب نے حضرت سے مشرف بیعت حاصل کیا،



یہ صاحب بالنسی ضلع بستی کے رہنے والے تھے اور عدم تقلید اور مسلک اہل حدیث کی طرف ان کا شدید رجحان تھا، اکثر ان سے بحث بھی ہوتی تھی، آپس میں ایک دوسرے سے روٹھ بھی جاتے، اور پھر جیسا کہ نوعمری کا تقاضا اور طالب علموں کا طریقہ ہے پھر خود ہی مان بھی جاتے، انھیں کی معیت میں آپ نے رامپور سے دہلی کا قصد کیا، ممکن ہے کہ انھوں نے وہاں حدیث پڑھنے کا شوق دلایا ہو،

اس وقت سفر خرچ کے لئے صرف ایک آنہ پاس تھا، رامپور سے دہلی نپیدل سفر ہوا، اکثر فرمایا کرتے تھے کہ رات بھر اسی ایک آنہ کے چنے پر گزر کیا، ایک جگہ دریا کو عبور کرنا تھا، کشتی والے نے رعایت کی اور طالب علم سمجھ کر مفت اتار دیا۔

**دہلی** | دہلی کا یہ سفر ۱۳۱۶ھ اور ۱۳۲۰ھ کے درمیان پیش آیا، اگر پانی پت سہارنپور اور رامپور کی طالب علمی کم سے کم دو تین سال کی فرض کریں تو اغلب یہ ہے کہ یہ سفر ۱۳۱۸ھ یا ۱۳۱۹ھ میں ہوا ہوگا۔ غالباً مولوی عبدالرحمن صاحب کی رہبری اور مشورہ سے اور ان کے تعلقات کی بنا پر ابتداً آپ کا قیام مولانا عبدالوہاب صاحب کے مدرسہ واقع صدر بازار میں ہوا، آپ کی نشست و برخاست زیادہ تر اہل حدیث طلباء و علماء کے ساتھ رہتی تھی، اختلافی مسائل پر طالب علمانہ بحث و گفتگو اور مناظرہ رہتا اور چونکہ نوعمری اور نوجوانی تھی گفتگو میں تیزی اور تندہی بھی پیدا ہو جاتی اور مناظرہ کی بھی ٹھن جاتی

(۱) اس اندازہ کی بنیاد یہ ہے کہ حضرت نے کئی بار اس کا تذکرہ فرمایا کہ جب ہم طالب علموں کے درمیان حنفیوں اور اہل حدیث کے مابہ النزاع مسائل پر بہت بحث ہوتی تو ہم نے آپس میں یہ طے کیا کہ ان مسائل پر یقین کے دو جمیعہ الموں کا مناظرہ ہو جائے تاکہ اس قضیہ کا کلی طور پر تصفیہ ہو جائے ہم نے اپنی طرف سے مولانا النور شاہ صاحب کو جو مدرسہ امینیہ میں حدیث کے استاد تھے طے کیا اور شاہ صاحب نے اسکو منظور بھی فرمایا، ہاں اہل حدیث ساتھیوں نے مولانا عبدالوہاب صاحب (صدر بازار) کو تیار کیا، لیکن کسی وجہ سے مناظرہ کی نوبت نہیں آئی



مولوی عبدالرحمن صاحب سے زیادہ بے تکلفی اور صحبت تھی، حضرت اکثر تذکرہ فرماتے تھے کہ ہم آپس میں لڑتے بھی بہت تھے اور ایک دوسرے کو چھوڑتے بھی نہیں تھے۔ اس وقت میاں سید نذیر حسین صاحب کا درس اہل حدیث طلباء کا مرکز و مرجع بنا ہوا تھا، حضرت فرماتے تھے کہ میں ان کے درس میں شریک ہوا مگر دل نہ لگا، مدرسہ امینیہ کے حدیث کے اسباق میں بھی جو اس وقت سنہری مسجد میں تھا شرکت کی، وہاں مولانا نور شاہ صاحب کے درس کی تقریر سنی تو معلوم ہوا کہ حنفیوں کے پاس بھی دلائل ہیں، مدرسہ حسین بخش میں مولانا عبدالعلی صاحب کے اسباق میں کبھی کبھی شرکت کی نوبت آئی۔

اس وقت دہلی فقہی مسائل اور عقائد کے مناظرہ اور مجادلہ کا میدان بنا ہوا تھا، جامع مسجد مختلف انجیال و اعظیمن اور مناظرین کا اکھاڑا تھا، ہر فرقہ والوں کے فرقہ والے کی شد و مد کے ساتھ تردید کرتا تھا، آپ ان سب مجلسوں میں شریک ہوتے اور سب کی باتوں کو سنتے، فرمایا کرتے تھے کہ ایک فریق کی بات سن کر معلوم ہوتا کہ اس کے علاوہ سب مشرک ہیں، دوسرا فریق پہلے فریق کو کا فر کہتا، ان متضاد باتوں کے سننے سے آپ کی طبیعت میں خود بخود ایک جامعیت اور اعتدال کا رنگ پیدا ہو گیا اور احساس ہوا کہ سب مبالغہ اور تشدد سے کام لیتے ہیں، اور اپنے سواد و سکر کو بالکل برسر غلط او باطل پرست سمجھتے ہیں، ایک مرتبہ فرمایا۔

”ہم جب اپنی بستی میں رہتے تھے تو صرف ایک ہی مذہب جانتے تھے لیکن جب ہم دئی پہونچے تو دیکھا کئی مذاہب ہیں، پہلے ہم ایک فریق کے پاس پہونچے، انھوں نے کہا یہ سب مشرک ہے اور تم سب مشرک ہو ہم نے کہا

(۱) آپ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کے شاگرد تھے۔



ادہویہ تو بڑی مشکل ہوئی، پھر ہم دوسرے فریق کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا وہ تو کافر ہے، ہم نے کہا، اب بھی کافر ہیں؟ آخر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ ہمیں اپنے حضرات کے پاس پہنچا دیا جس سے دین کی حقیقت معلوم ہوئی، ہم نے تو سمجھا تھا کہ جنت کوئی آسان چیز ہے لیکن علماء کرام نے تو بہت مشکل بنا رکھی ہے۔<sup>(۱)</sup>

فرماتے کہ جب کبھی طبیعت میں بے چینی اور حق کی تلاش کا جذبہ پیدا ہوتا تو دو رکعت نماز نفل پڑھتا اور اس کا ح کے ساتھ دعا کرتا فوراً طبیعت سرد ہو جاتی اور اطمینان ہو جاتا،  
 استغناء اور احتیاط | دہلی میں آپ مدرسہ سے کھانا نہیں لیتے تھے اس وقت معمول تھا کہ جامع مسجد میں سحری تک قرآن شریف ہوتا

تھا، سحری میں زوسا کے کھانے آتے تھے وہ ضرورت سے زائد ہوتے تھے معمول تھا کہ دو چار آدمی ان کے قریب اس امید میں بیٹھے رہتے تھے اور وہ زوسا ان کو شریک کر لیتے تھے، آپ کا معمول تھا کہ اس وقت مسجد کے ایک کونے میں چھپ کر بیٹھ جاتے، بعض حضرات اندر آ کر اصرار سے لے جاتے اور زبردستی دو چار لقمے کھلا دیتے۔

مختلف مقامات پر تعلیم کا سلسلہ | پانی پت، سہارنپور، رام پور، دہلی کے علاوہ آپ نے بعض

دوسرے مقامات پر بھی جہاں کے اساتذہ یا کسی خاص فن یا درس کی شہرت تھی تعلیم حاصل کی، ان میں سے آپ اکثر گلاوٹھی (ضلع بلند شہر) اور بانس بریلی کا تذکرہ فرماتے تھے۔

(۱) از ملفوظات مرتبہ مولانا سعید احمد صاحب ڈونگوی۔



**بریلی** بریلی میں اپنے مدرسہ مصباح التہذیب<sup>(۱)</sup> میں پڑھا، وہاں اس زمانہ میں مولوی محمد دین صاحب پنجابی پڑھایا کرتے تھے، قیام پہلے مدرسہ کی چھت پر رہا اسکے بعد کھارڑا پیر کی مسجد میں جو قبرستان کے نزدیک ہے، اس کے بعد مولوی خدایار خاں کے یہاں اپنے فلسفہ کی کئی کتابیں اور ہیئت میں شرح چغمنی اور کتاب الاکر، کتاب المناظر اور غالباً الافق المبین پڑھی<sup>(۲)</sup>۔ بریلی کا زمانہ قیام ۱۳۱۹ھ (۱۹۰۱ء) ہے۔

**ملازمت** ان مختلف مقامات پر علوم کی تحصیل اور درسیات کی تکمیل کر کے فراغت حاصل کی، شاید اس کا سلسلہ بریلی میں تکمیل کو پہنچا، وہیں بریلی قدیم کے ایک رئیس مولوی خدایار خاں کے ہاں نئے صاحبزادے مفتدایار خاں کو پڑھانے پر ملازم ہوئے اپنی تنخواہ میں وقتاً فوقتاً پس انداز کرتے، اسی زمانہ میں اپنے والد بچا کی خدمت میں انٹی روپے بھیجے اسی کے آگے پیچھے آپ نے دس گیارہ مہینے مولوی احمد رضا خاں صاحب کے ہاں ان کے لڑکوں غالباً مولوی مصطفیٰ رضا خاں صاحب وغیرہ کی تعلیم کے سلسلہ میں قیام کیا۔ آٹھ روپے تنخواہ تھی۔ فرماتے تھے کہ وہ جس طرح علماء دیوبند کی تردید مذمت کرتے

(۱) یہ بریلی کا بڑا قدیم مدرسہ ہے، پہلے اس کا نام مصباح التہذیب تھا جو تاریخی نام ہے، بعد میں مصباح العلوم ہو گیا بریلی کے ایک رئیس حافظ جعفر خاں صاحب نے ۱۲۹۹ھ میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی تحریک سے قائم کیا اور مولانا نے دیوبند سے بریلی آ کر حافظ صاحب کی کوٹھی میں اس مدرسہ کا افتتاح فرمایا، مولانا خلیل احمد صاحب نے بھی اس مدرسہ میں پڑھایا ہے ان کے زمانہ قیام تک یہ مدرسہ حافظ جعفر خاں صاحب کی کوٹھی میں رہا، اسکے بعد دروازہ مسجد میں جاری رہا، یہ مدرسہ اب بھی بریلی میں اسی نام سے قائم ہے (۲) ردائین حکیم صدیق احمد صاحب، حکیم صاحب کا بیان ہے کہ آپ نے یہ کتابیں ان کے والد جناب حکیم مختار آبرو صاحب سے پڑھی تھیں۔ (۳) ایک مرتبہ بریلی کے سفر میں حضرت ان سے ملنے ان کے مکان پر تشریف لے گئے، راقم سطور اور رفیق محترم مولانا محمد منظور صاحب نعمانی بھی ہم کاب تھے حضرت اس پر لے کر زمانہ اور گزشتہ واقعات کو یاد فرمایا۔ وہ مفتدایار خاں صاحب کا انتقال ہو گیا ہے اور ان کے صاحبزادے اور اہل خانداں پاکستان منتقل ہو گئے۔ (۴) مسودہ صوتی محمد حسین صاحب۔



تھے اور اپنی حقانیت اور عظمت ثابت کرتے، اس سے طبیعت کھٹی ہوئی اور اندازہ ہوا کہ یہ سب نفسانیت اور حُب جاہ ہے، مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بعض معاصر علماء کے ساتھ مناظرے بھی دیکھے، اس وقت رامپور اور بریلی کے بڑے بڑے علماء تشریف لاتے تھے، مارہرہ کے ایک شیخ الطریقیت بھی جن کے خاندان میں مولانا احمد رضا خاں صاحب بچیت تھے تشریف لاتے تھے، آپ اکثر ان لوگوں کے واقعات اور اپنے اس وقت کے تاثرات جن سے آپ کی سلامت طبع، حق پسندی اور قوت مطالعہ کا اندازہ ہوتا ہے، بیان فرمایا کرتے تھے، بریلی کے ایک سفر میں یہ بھی فرمایا کہ میرا کبھی یہاں جی نہیں لگا۔ دوران ملازمت میں والد صاحب کے انتقال کی خبر ملی، ان کے انتقال کے دو ماہ بعد ملازمت چھوڑ دی۔

بریلی میں حکیم مختار احمد صاحب<sup>(۱)</sup> سے طب کی کتابیں شرح ارباب تک پڑھیں آپ کی نیت تھی کہ معاش کے لئے کوئی ایسا سلسلہ اختیار فرمائیں جس میں تھوڑا وقت صرف کر کے گزارا ہو جائے، غالباً کسی دوست یا رفیق درس کے تعلق سے آپ نے افضل گڑھ (ضلع بجنور) کا سفر کیا اور وہاں چھ مہینے کے قریب مطب کا مشغلہ رہا۔

(۱) حکیم صاحب اطباء قدیم کی یادگار اور طب یونانی کے آخری ماہرین فن میں سے تھے، بریلی میں خدمت خلق میں مصروف تھے، وطن امر وہ تھا، سنہ میں انتقال ہوا۔ حکیم صدیق احمد صاحب آپ کے صاحبزادے حضرت ہی سے تعلق رکھتے ہیں،



## بھیننی اور روحانی انجذاب، مرشد کا انتخاب اور اپنی کی حاضری

اے شہِ عشاق شیریں داستاں      باز گوازی بے نشان من نشان  
عزف و نچوہ منظم را سوختی      آتش عشق خدا فرسوختی (۱)

حصول یقین، ترقی روحانی اور کامیابی کے راستہ کی ابتدا  
**بھیننی اور طلب** اکثر بھیننی، اضطراب اور اندرونی طلب اور سوال سے ہوتی  
 ہے، مردانِ خدا اور کاملین راہ کی سوانح اور حالات میں اسکی مثالیں بکثرت ملتی ہیں،  
 حضرت کے چچا زاد بھائی مولوی سعید اللہ صاحب فرزند مولانا کلیم اللہ صاحب بڑے  
 ذہین اور ذی استعداد عالم تھے، وہ عرصہ تک مانگرول میں شیخ صاحب مانگرول  
 کے مصاحب رہے تھے، وہاں مختلف انجیال لوگوں کی صحبت، طبیعت کی تیزی اور  
 غلط ماحول کے اثر سے ان کی طبیعت میں اضطراب پیدا ہو گیا تھا، فرماتے تھے کہ انکی  
 صحبت سے میری طبیعت متاثر ہوئی اور بعض مرتبہ شکوک پیدا ہونے لگے۔

(۱) یہ شعر ہیں جو اپنے مرض و ذات میں حضرت مولانا فضل رحمن صاحب گنج مراد آبادی اپنے مرشد حضرت  
 شاہ محمد آفاق صاحب کی یاد میں پڑھا کرتے تھے، پہلے شعر کے پہلے مصرعہ میں اپنے مرشد کے نام کی رعایت  
 سے "اے شہِ آفاق" تھا یہاں اس میں ضیف سی ترمیم کر دی گئی ہے۔ ۱۲



فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں شکوک کا حملہ ہوتا تھا صحابہ کرام کے حالات پڑھ کر بڑا اطمینان پیدا ہوتا، یقین ہو جاتا کہ یہ لوگ حق پر تھے اور اسلام اللہ تعالیٰ کا مقبول دین ہے حضرت کی زندگی میں صحابہ کرام کے حالات کا اثر اخیر تک رہا، انہیں کے حالات کو اپنا مرشد سمجھتے تھے اور ان کتابوں کو اپنا بڑا محسن مانتے تھے جن کے ذریعہ صحابہ کرام کی عظمت کا نقش اور اسلام کی حقانیت کا یقین پیدا ہوا۔<sup>(۱)</sup>

انہیں دنوں میں حضرت سید احمد شہید کے مجاہدین کے حالات کا کوئی مجموعہ کہیں سے مل گیا۔<sup>(۲)</sup> ان حضرات کے ایمان افروز حالات پڑھ کر اور ان کے اخلاص اور قوت ایمانی کو دیکھ کر قلب کو تقویت اور سکینت حاصل ہوئی۔

اس زمانہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے **وجدانی یقین اور شرح صدر**

دعوے اور دعوت کا بڑا غلغلہ تھا پنجاب

میں خاص طور پر مسلمانوں کی کم بستیاں اس چرچے اور تذکرہ سے خالی تھیں، ان کی کتابیں اور رسائل مسلمانوں میں پڑھے جاتے تھے اور ان پر بحث و گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا تھا، حضرت کے وطن کے قریب ہی بھیرہ ہے، وہاں کے ایک عالم جو حضرت کے خاندانی بزرگوں کے شاگرد بھی تھے، حکیم نور الدین مرزا صاحب کے خاص معتقدین اور معاونین میں سے تھے اور ان کی نصرت اور رفاقت کے لئے مستقل طور پر قادیان میں سکونت پذیر تھے، مرزا صاحب کے عند اللہ مقبول اور مستجاب الدعوات ہونے کا ان کے معتقدین اور حلقہ اثر میں عام چرچا تھا، حضرت نے مرزا صاحب کی تصنیفات میں کہیں پڑھا تھا کہ

(۱) غالباً اسی جذبہ کے ماتحت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب صحابہ کرام کے حالات لکھنے کی فرمائش کی جس کی تعمیل حکایات صحابہ کی مقبول و مشہور کتاب کی شکل میں ہوئی (۲) غالباً سوانح احمدی تھی حضرت اکثر مولوی محمد جعفر صاحب تھانوی کی کتاب امدان کا تذکرہ فرماتے تھے،



ان کو خدا کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ اجیب کل دعائک الا فی شرکاءک (میں تمہاری تمام دعائیں قبول کروں گا، سوا ان دعاؤں کے جو تمہارے شرک داروں کے بارے میں ہوں) حضرت نے مرزا صاحب کو اسی الہام اور وعدہ کا خواہ دے کر افضل گڑھ سے خط لکھا جس میں تحریر فرمایا کہ میری آپسے کسی طرح کی بھی شرکت نہیں ہے اسلئے آپ میری ہدایت اور شرح صدر کھیلنے دعا کریں وہاں سے مولوی عبدالکریم صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا جواب ملا کہ تمہارا خطا پہنچا تمہارے لئے خوب عا کرانی لگئی، تم کبھی کبھی اسکی یاد دہانی کرو دیا کرو، حضرت فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں ایک پیسہ کا کارڈ تھا، میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ایک کارڈ دعا کی درخواست کا ڈال دیتا، ایک مرتبہ فرمایا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ایک دفعہ مرزائیوں کی کتابیں منگوائی تھیں اس غرض سے کہ ان کی تردید کریں گے، میں نے بھی دیکھیں، قلب پر اتنا اثر ہوا کہ اس طرف میلان ہو گیا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ سچے ہیں! اکثر فرماتے تھے کہ جب کبھی اس طرح کی کشمکش پیدا ہوتی اور طبیعت میں شدت سے اس کا تقاضا پیدا ہوتا کہ حق کیا ہے؟ تو میں دو رکعت نفل پڑھ کر الحاح کے ساتھ دعا کرتا، طبیعت اس طرف سے سرد ہو جاتی اور قلب میں یک سکون پیدا ہو جاتا کبھی کبھی فرماتے تھے کہ میرے مالک کا یہ بڑا فضل ہے کہ بغیر دلائل کے حق واضح ہوتا گیا۔<sup>(۱)</sup>

(۱) محفوظات مرتبہ مولوی علی احمد صاحب مرحوم، مجلس ۸، حادی الثانی، ۱۳۶۶ھ کو ٹھی صوفی عبدالحمید صاحب لاہور (۲) روایت مولانا عبدالوہید صاحب، اس قسم کے تجربات اور عارضی تاثرات اولیائے کاملین اور اصحاب علم و یقین کو زمانہ سابق میں بکثرت پیش آئے ہیں بالآخر اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو مرن حقیقی اور حکیم مطلق ہے یقین و معرفت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچایا، ان ذاتی تجربات اور درمیانی تاثرات کے بعد جو یقین اور اذعان حاصل ہوتا ہے وہ بڑا محکم اور بے تکلف ہوتا ہے، اس قسم کے واقعات کا ذکر حضرت رحمۃ اللہ علیہ اسان خداوندی کے طور پر اور یہ ثابت کرنے کے لئے فرماتے تھے کہ مرئی مطلق اور ہادی برحق صرف وہی ذات ہے، اور دلائل کا راستہ طویل پڑتیچ اور نازک ہے محفوظا دے خطر راستہ وجدانی یقین اور شرح صدر کا ہے اللہ سبحانی الیہ من یشاء ویہدی



انجذاب اللہ | بریلی وغیرہ کے قیام کے دوران میں طبیعت کی بھینسی اپنے مہول اور مشاغل سے بے اطمینانی کی کیفیت اور قلبی کشمکش اور زیادہ

بڑھ گئی، اس زمانہ میں امام عزالیؒ کی مشہور کتاب المنقذ من الضلال کا اردو ترجمہ جو لیکچر امام عزالیؒ کے نام سے چھپا تھا کہیں سے مل گیا، اس کتاب میں امام عزالیؒ نے اپنی ہرگز سنائی ہے کہ کس طرح مدرسہ نظامیہ کی صدر مدرس اور علمی شہرت و مقبولیت کے بام عروج پر پہنچنے کے باوجود انکے دل میں حسد پیدا ہوئی اور اس کا بڑی شدت سے احساس ہوا کہ وہ جو کچھ پڑھ پڑھا رہے ہیں وہ محض لفاظی اور ستانی ہے اور جس کو ذہنی مشغلہ سمجھ رہے ہیں وہ محض دنیا داری اور دنیا طلبی ہے یقین کا سررشتہ انکے ہاتھ سے چھٹا ہوا ہے اور وہ حقیقی علم و معرفت کی دولت سے محروم ہیں اس کا ان پر اتنا غلبہ ہوا کہ ان کی زبان بند ہو گئی، اشتہا بالکل مفقود ہو گئی اور صحت جواب دے گئی، درس و تدریس کا سلسلہ ان کو طمع سازی معلوم ہونے لگا اور طبیعت یکسر اس سے اچاٹ ہو گئی، یہ کیفیت اتنی بڑھی کہ وہ اس سب علمی جاہ و منزلت کو لات مار کر یقین کی تلاش میں بغداد سے پیادہ پانکل کھڑے ہوئے اور بالآخر عرصہ کی صحرانوردی اور مجاہد کے بعد یقین کی دولت سے بالامال ہوئے اور ان کو نظر آیا کہ صحیح راستہ صوفیائے کرام کا راستہ ہے جو اپنی سیرت و اخلاق میں بتوت کے پر تو کامل ہیں، ان حالات و ماحول اور اس قلبی کیفیت میں جس سے آپ دو چار تھے، اس کتاب نے ایک رہبر کامل کا کام دیا اور اسی یوسف گم گشتہ کی تلاش میں لگ جانے کا فیصلہ کر دیا جس کی تلاش کے لئے امام عزالیؒ نے سفر کیا تھا اور جس کے بغیر علم بے معنی اور زندگی بے حاصل معلوم ہوتی تھی۔

افضل گروہ کے قیام کے دوران میں یہ بے صبری اور ذہنی اور قلبی کشمکش اور زیادہ بڑھ گئی، یہیں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کی مثنوی تحفۃ العشاق کہیں سے مل گئی



فرماتے تھے کہ اس نے طبیعت میں اور بچیوں اور عشق کی شورش پیدا کر دی، چھ مہینے تک یہ معمول رہا کہ قبرستان چلا جاتا اور زوتارہتا۔

اس وقت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کا آفتاب شد و ہدایت

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے قدموں میں

اپنے پورے عروج پر تھا اور وہی شیخ الکل کی حیثیت رکھتے تھے، حضرت حاجی صاحب کی کتابوں کے مطالعہ نے اور درد و محبت اور اتباع سنت کی دولت رکھنے والے سلسلوں سے فطری مناسبت نے انھیں کے سلسلہ کے مشائخ کی طرف رجوع ہونے کا مشورہ دیا۔

اس زمانہ میں حضرت گنگوہی کے ممتاز خلیفہ حضرت شاہ عبدالرحیم راسپوری کے دو بے مشرقی پنجاب میں ہو کر تھے، حضرت کے چند مریدین سے بھی آپ کی ملاقات ہو چکی تھی، آپ نے افضل گروہ سے حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب کی خدمت میں خط لکھا اور عرض کیا کہ میں بیعت کے واسطے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں، حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ حدیث میں آتا ہے "المستشار مؤتمن" میں آپ کو لکھتا ہوں کہ میں کوئی چیز نہیں ہوں آپ میں تو طلب مجھ میں یہ بھی نہیں، آپ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی طرف رجوع کریں، حضرت فرماتے تھے کہ میں یہ خط پڑھ کر بھڑک گیا کہ اخلاص اور بے نفسی اس کو کہتے ہیں، حضرت ایک مرتبہ پانی پت جاتے ہوئے گنگوہی میں حضرت مولانا کی زیارت کر چکے تھے، آپ کی جلالت شان اور آپ کے علو منزلت سے ناواقف نہیں تھے، پانی پت میں بعض دہقان مریدوں کا بدعات سے تنفر اور ان کی بختگی اور استقامت دیکھ کر آپ کی تاثیر صحبت اور قوت نسبت کے معتقد بھی ہو گئے تھے لیکن قلب سلیم نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک ایسے مرجع خلالت و شہرہ آفاق شیخ کی خدمت میں جو اپنی عمر و صحت کے آخری مرحلہ پر ہے اور جو اپنے وقت کے نامور ترین علماء اور



مشائخ کا مرجع بنا ہوا ہے، مجھ جیسا مبتدی اور نووارد طالب کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے اور کس طرح اپنی اصلاح یا وطن اور تربیت کی طرف شیخ کی خصوصی توجہات مبذول کر سکتا ہے اگر آپ میں حُب جاہ و ترفع کا جذبہ ہوتا تو آپ شیخ المشائخ کو چھوڑ کر اسکے خلفاء متبیین کی طرف متوجہ نہ ہوتے، لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ خاص رہبری اور آپ کا اخلاص تھا کہ آپ نے فیصلہ کیا کہ یہاں علوت اور قلت و مسائل کا سوال نہیں ہے حقیقی نفع اور مناسبت کا سوال ہے بلکہ آپ نے فیصلہ کر لیا کہ مجھے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رانی پوری ہی کا دامن پکڑنا ہے اور انہیں کے قدموں میں رہنا ہے، آپ نے پھر حضرت کو خط لکھا اور عرض کیا کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کو جو کچھ ملاحظت گنگوہی سے ملا مگر میرا رجمان آپ کی طرف ہے، میری طرف سے اگر رجمان داری کی فکر ہے تو میرے حقوق حضرت کے ذمہ نہیں ہیں، میں اپنے قیام و طعام کا خود ذمہ دار ہوں، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب یہ خط دیکھ کر بہت خوش ہوئے، لوگوں کو یہ خط دکھایا اور فرمایا دیکھو یہ ہیں طالب۔

**رائے پور میں** | آپ رائے پور حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست کی حضرت نے فرمایا جلد سی کیا ہے، استخارہ کرو، چونکہ آپ کو گھر جانا تھا فرمایا گھر ہو آؤ پھر بیعت کر لینا، جب آپ وطن کو روانہ ہوئے تو حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب گنگوہ حاضر ہونے کیلئے روانہ ہوئے تھے، حضرت گنگوہی کے فرزند ارجمند حکیم مسعود احمد صاحب کا ولیمہ تھا۔



حضرت کا اپنے شیخ سے وہ  
عاشقانہ اور والہانہ تعلق تھا

## شیخ سے تعلق و محبت و خدمت و فنائیت

جسکو مناسب اور ترقی باطن میں ہزار اذکار اور ریاضتوں سے زیادہ دخل ہے، اسکی کیفیت یہ تھی کہ

انبساطِ عید دیدن روئے تو

عید گاہِ ماغزیباں کوئے تو

ذکر کے علاوہ حضرت کی خدمت میں مشغولیت رہتی تھی، ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت کو

لٹا کر بدن دباتا تو دیر کے بعد حضرت فرمادیتے کہ جاؤ مولوی صاحب آرام کرو، میں کو اڑ بند

کر کے اپنی جگہ آجاتا پھر حیاں آتا کہ کوئی مکھی منہ پر بیٹھ کر نہ ساتی ہو، پھر دبے پاؤں آ کر

دیکھتا اسی طرح آتا جاتا رہتا یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو جاتا۔<sup>(۲)</sup> فرمایا کہ کبھی حضرت کی خدمت

میں بے وضو حاضر نہیں ہوا اور ہر وقت با وضو رہتا تھا۔ حضرت اکثر شفقت اور محبت

کا برتاؤ فرماتے میں کبھی ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا کہ میں تو اپنی اصلاح کے لئے آیا ہوں اور

حضرت کی شفقتیں ایسی ہیں کہ جن سے شبہ ہوتا ہے کہ کہیں میں نااہل نہ سمجھا جا رہا ہوں

اور مجھے ناکارہ سمجھ کر یہ شفقتیں ہو رہی ہوں۔ اس پر حضرت جواب میں فرماتے نہیں مولوی

صاحب، میں تمہاری طرف سے بے خبر نہیں ہوں، اکثر یہ بھی ہوتا کہ بلا کسی قصور کے ڈانٹ

دیا کرتے، پھر دیکھتے کہ مجھ پر اس ڈانٹ کا کوئی اثر تو نہیں ہوا، مگر الحمد للہ کہ مجھ پر اس

کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔<sup>(۳)</sup>

(۲) روایت مولانا سعید احمد صاحب ڈونگوی (۳) روایت مولوی عبدالوحید صاحب



رائے پور کی مشغولیت | آپ کا رائے پور کا قیام ایک ایسے عاشق خادم اور ایک

ایسے صادق طالب کا قیام تھا، جس نے اپنے نفس کی اصلاح حصول مقصود کیلئے مجاہدہ اور شیخ کی خدمت کے سوا دنیا کی کسی غرض اور کسی مطلب سے واسطہ ہی نہیں رکھا تھا، یہ پورا زمانہ اپنی ہستی کو مٹانے اور اپنے کو بھول جانے میں اس طرح گزارا کہ سوائے اس خدمت اور مجاہدہ کے جس کا حال اللہ کو معلوم ہے اور کبھی کبھی خدام کی تربیت اور اصلاح کے لئے آپ کسی بات کا ذکر فرما دیتے اور ان کو معلوم ہو جاتا، نہ اس زمانہ کی کوئی یادگار ہے اور نہ کوئی تاریخی دستاویز، آنے والوں کو بعض اوقات آپ کی طرف توجہ بھی نہیں ہوتی تھی اور بہت سے لوگ اس کے سوا کچھ نہیں جانتے تھے کہ آپ حضرت کے ایک مخصوص خادم اور خانقاہ کے ایک ذاکر شاغل درویش ہیں، ایک مرتبہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے ایک ملاقات پر آپ سے فرمایا کہ میں تو رائے پور حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، آپ مجھے یاد نہیں فرمایا حضرت میں آپ کو کیا یاد رہ سکتا تھا، میری وہاں کوئی حیثیت اور امتیاز نہیں تھا، شاید آپ کو یاد ہو کہ حضرت کی خدمت میں ایک خادم بار بار آتا تھا، بدن پر ایک کمری ہوتی تھی اور تہ بند باندھے ہوئے، فرمایا ہاں کچھ یاد تو آتا ہے فرمایا میں وہی ہوں<sup>(۱)</sup>۔

گمٹھلہ کا قیام | حضرت نے کچھ عرصہ کیلئے آپ کو گمٹھلہ<sup>(۲)</sup> بھیج دیا، فرماتے تھے کہ مجھے

مدرس بنا کر گمٹھلہ بھیجا، مجھے حضرت کی جدائی بہت ہی شاق تھی یہ بھی فکر ہوئی کہ حضرت کسی وجہ سے یہاں سے علیحدہ فرمانا چاہتے ہیں لیکن میری درخواست کے

(۱) روایت مولانا لطیف الرحمن صاحب کاندھلوی مرحوم (۲) گمٹھلہ ضلع انبالہ میں راجپوت زمینداروں

کا ایک قصبہ ہے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب کی ایک صاحبزادی وہیں بیاہی ہوئی تھیں۔



باوجود حضرت نے حکماً اصرار سے بھیجا، فرمایا کہ مولانا ایک وقت ہوتا ہے کہ ماں اپنے بچے کو سینہ سے چمٹاتی ہے، پھر ایک وقت اس کی طلب کے باوجود اس کو اپنے سے علیحدہ کھتی ہے، کچھ عرصہ کے بعد واپس بلا لیا۔<sup>(۱)</sup>

**قرب اختصاص** | یوں تو حضرت کی جو ہر شناس نگاہ نے آپ کے خطا کے انداز ہی سے پہچان لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اخلاص اور طلب صادق کا جو ہر عطا فرمایا ہے پھر ملاقات پر پورا اندازہ ہو گیا کہ محبت کی چنگاری اور اطاعت و انقیاد کا وہ مادہ ہے جو اس زمانہ میں نایاب و رعام طور پر عیناً ہے، لیکن آپ کی خدمت شیخ سے تعلق قلبی، مجاہدہ جفا کشی و بے نفسی سے قرب اختصاص روز بروز بڑھتا چلا گیا، یہاں تک کہ اکثر اہم خدمتیں آپ سے متعلق ہو گئیں، امامت بھی آپ کے سپرد ہوئی جس میں حضرت کے ضعف اور غلبہ ریاچ کی وجہ سے خاص رعایت کرنی پڑتی تھی، سفر حضر میں معیت و رفاقت لازمی ہو گئی، حضرت پر کمال اتباع سنت سے کسی چیز کو اپنی ملک میں رکھنا بہت گراں تھا۔ آپ اپنے کپڑوں کو کبھی مولانا کی ملک میں کر دیا کرتے تھے اور آپ کی ملک بنا کر استعمال کیا کرتے تھے، باوجود اس کے کہ حضرت نے آپ کو کلیتہً مختار بنا دیا تھا، مگر آپ کبھی ان کو استعمال نہیں کرتے تھے، فرماتے تھے کہ ایک دفعہ جمعہ کو نہر پر کپڑے دھونے گیا، ایک ہی جوڑا کپڑوں کا تھا، اسی کو دھو سکھا کر پہن لینا، اس دن سوکھنے میں ذرا دیر ہو گئی، جمعہ کا وقت ہو گیا، جمعہ میں ہی پڑھایا کرتا تھا، حضرت میرے انتظار میں تھے، جب حاضر ہوا فرمایا، مولانا کہاں رہ گئے تھے؟ میں نے سکوت کیا، دوبارہ پھر دریافت فرمایا، میں نے سکوت کیا، بار بار اصرار سے دریافت فرمایا تو عرض کیا یہ حضرت

(۱) روایت حضرت شیخ الحدیث۔



کپڑے نہیں سوکھے تھے، اس لئے حاضری میں دیر ہو گئی، حضرت نے عصہ سے فرمایا  
آپ کے پاس میرے کپڑے موجود نہیں ہیں؟ ان کو کیوں نہیں استعمال کرتے، کیا ان کو  
آگ لگانا ہے، مجھے اس سے تکلیف ہوتی ہے، اس کے باوجود کبھی حضرت کے کپڑے  
پہننے کی جرأت نہیں ہوئی۔<sup>(۱)</sup>

حضرت شاہ عبدالرحیم پنجاب کے طویل دوسے فرمایا کرتے تھے، اور مہینوں کا سفر ہو کر آتا  
تھا، جگہ جگہ قیام فرماتے، رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رہتا، حضرت ہر جگہ ہمراہ رہتے اور حضرت  
کی تمام ضروریات کا اہتمام فرماتے، فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حضرت سے ایسی مناسبت ہو گئی  
تھی کہ جو چیز حضرت کے قلب پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وارد ہوتی وہی چیز میرے قلب پر وارد  
ہوتی، اور جو چیز میرے قلب پر وارد ہوتی حضرت کے قلب پر اس کا ورود ہو جاتا۔<sup>(۲)</sup>

حضرت فرماتے تھے کہ رات بے پورہی کے زمانہ قیام میں ایک  
اصلاح و تکمیل حال مرتبہ ساری رات عجیب کیفیت رہی دوسری رات بھی اسی طرح

گزری تیغری رات ایک قطرہ نور قلب پر وارد ہوا حضرت نے فرمایا اب تمہارے دل میں جو بھان  
و تقاضا پیدا ہو اس کو من جانب اللہ سمجھو اور اس پر عمل کرو، ایک مرتبہ فرمایا کہ مولانا میری خدمت  
کی وجہ سے تمہارا بڑا حرج ہوا ہے، اگر میرے بعد کیسو ہو کر اپنے کام میں لگ جاؤ گے  
تو نقد القہ چکھ لو گے۔<sup>(۳)</sup>

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب راپوری نے ۱۳۲۵ھ (۱۹۱۰ء) میں سفر حج کا  
عزم فرمایا تو آپ ہمراہ تھے، یہ سفر اوائے فریضہ حج اور ایک مقبول بارگاہ  
کی ہمراہی میں دربار میں حاضر کی سعادت اور اس کے برکات کے علاوہ آپ کی باطنی

(۱) روایت مولوی عبدالوحید صاحب (۲ و ۳) روایت مولوی عبدالجلیل صاحب



ترقیات، شیخ کی رضا اور محبت کے حصول اور اس کے قرب و اختصاص کا خاص ذریعہ ثابت ہوا، اس بابرکت سفر میں آپ کی اطاعت و انقیاد، بے نفسی و قربانی اور شیخ کے ساتھ سچے تعلق کے مزید جوہر کھلے، اس سفر میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا موقع فراہم کر دیا جس سے خدام اور رفقاء کے حلقہ میں آپ کا امتیاز و انفرادیت کھل کر سامنے آگئی، ایک مرتبہ فرمایا۔

میں ہمیشہ اس بات کے لئے فکر مند رہتا تھا کہ حضرت مجھ سے راضی ہیں یا نہیں؟

اکثر اس سلسلہ میں دعا بھی کیا کرتا تھا کہ یا اللہ میرے حضرت مجھ سے راضی

ہو جائیں، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک ایسا موقع مرحمت فرمایا جس سے

مجھے بھی اطمینان ہو کہ انشاء اللہ حضرت مجھ سے راضی ہوں گے۔ صورت

یہ ہوئی کہ سفر حج میں حضرت کے ہمراہ آپ کے صاحبزادہ حافظ عبدالرشید صاحب

بھی تھے، ان کو راستہ میں اسہال شروع ہو گیا اور ضعف اتنا بڑھ گیا کہ اٹھنے

بیٹھنے کی طاقت بھی نہ رہی، چونکہ اسہال مسلسل جاری تھے، اس لئے میں نے

اپنے کو ان کی خدمت کے لئے مخصوص کر لیا تھا۔ جب صاحبزادہ صاحب کو

اسہال ہوتا تو میں صاف کر دیتا تھا اور پاخانہ اپنے ہاتھ سے اٹھا کر سمند میں

ڈال دیتا، انھیں دلوں میں حضرت نے مجھے لٹھے کا کپڑا مرحمت فرمایا تھا کہ

اسکے ٹکڑے پھاڑ کر پہلے صفائی کر دیا کرو، میں ان ٹکڑوں سے صفائی کرتا پھر ان کو

دھو کر پاک کر لیتا، اس کے بعد ان ٹکڑوں کو جمع کر کے سی لیا۔ اسی طرح میں

خدمت کرتا رہا، یہاں تک کہ صاحبزادہ کا انتقال ہو گیا۔<sup>(۱)</sup> حضرت اس خدمت سے

(۱) مولانا عاشق الہی صاحب نے تذکرۃ الخلیل میں حضرت مولانا راہ پوری کے تذکرہ میں حافظ عبدالرشید صاحب کی علالت کے واقعہ کا تذکرہ کیا ہے لکھا ہے کہ "مدینہ منورہ سے ینبوع ہو کر جہاز میں سوار ہوئے، عدن کے قریب عبدالرشید مرحوم راہی عالم قدس ہوئے۔" ص ۱۶۴



بہت خوش ہوئے، اکثر اپنی خوشنودی کا اظہار بھی بڑے اہتمام سے فرماتے، میں نے

عرض کیا کہ حضرت جس طرح میری تعریف فرماتے ہیں مجھے بہت ہی شرمندگی ہوتی ہے

اس پر حضرت نے فرمایا کہ اب انشاء اللہ آپ کے سامنے یہ ذکر نہ کروں گا<sup>(۱)</sup>

اس خدمت و مجاہدہ اور اس محبت و عاشقانہ اداسے حضرت کے دل میں آپ کی جو

وقت و محبت پیدا ہوئی ہوگی اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے، بعد میں اللہ تعالیٰ نے جس اعزاز و

امتیاز، اور جس اعتماد و اختصاص سے سرفراز فرمایا اس میں آپ کی اس خود شکنی کو

بہت دخل ہے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب قدس

## حضرت رائی پوری کا مرض و وفات

اللہ سرہ کی علالت کا سلسلہ وفات

سے پانچ چھ سال پہلے شروع ہو گیا تھا، مرض نے بہت طول کھینچا، آپ نے اس علالت کے

زمانہ میں خدمت و محبت کا وہ مظاہرہ کیا جو ایک عاشق صادق ایسے موقع پر کرتا ہے، دواؤں

کا استعمال کرانا، کھانا کھلانا، چائے پلانا سب آپ کے ذمہ تھا، اس عرصہ میں آپ کا اصول یہ رہا

کہ شیخ کامل کے (جس کا قلب مورد الطاف الہی و انوار ربانی ہے) رجحان کو ہر مصلحت پر ترجیح

دینا ہے اور اپنی رائے کو اس کی رائے کے مقابلہ میں کالعدم قرار دینا ہے، اس زمانہ میں آپ نے

حضرت کی عجیب و غریب باطنی کیفیات، درجہ یقین و احسان اور شوق لقاء و اشتیاق

دیدار کی عجیب و غریب حالت کا مشاہدہ کیا، فرماتے تھے کہ:-

”خیر کے رمضان شریف میں دونوں وقت کا کھانا چھوڑ دیا تھا، رات کا کھانا

تو ہر رمضان میں پہلے بھی نہیں کھایا کرتے تھے، مگر اس دفعہ دونوں وقت

(۱) روایت مولوی عبدالوحید صاحب



سحری و افطاری کا ترک کر دیا تھا، مساری رات صبح تک قرآن شریف ہی سنتے رہتے، سحری کے وقت میں سادی چائے لے جایا کرتا تو عرب کی چھوٹی فنجان میں سے صرف ایک گھونٹ برائے نام ہی لیتے ایک پتلی چپاتی، بالکل پتلی ایسی پتی کہیں نہیں دیکھی، اس میں سے صرف ایک چھوٹا سا لقمہ توڑتے اور چائے کی ایک پیمچی سے صنت میں اتار لیتے، دو تین دن تو میں عرض کرتا رہا کہ حضرت آپ دونوں وقت کچھ نہیں کھاتے صنوعات ہو جائے گا، جواب نہیں دیا تیسرے چوتھے روز فرمایا، مولوی صاحب! اللہ تعالیٰ نے جنت کا ذائقہ نصیب فرما دیا ہے اس کھانے کی ضرورت نہیں رہی۔ حالانکہ تپہ ایسا سرخ تھا جیسے بڑے لذیذ کھانے کھاتے ہیں، موت کا بہت شوق تھا، بڑے ذوق سے فرمایا کرتے کہ جب اللہ تعالیٰ وہ وقت نصیب فرمائے تو سنت کے موافق تجھیز و تکفین کرنا، ایک دن فرمایا کوئی عمل تو ہے نہیں، خبر نہیں موت کا شوق کیوں ہے، مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے صدیقین کا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ فَتَمَنُّوا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ<sup>(۱)</sup>

فرماتے تھے کہ حضرت نے وفات سے قبل وہ روپیہ جو خرچ کے لئے میرے پاس تھا منگوا یا اور تقسیم فرمایا تاکہ ترک نہ بنے، اس میں سے مجھے بھی تین سو روپے عنایت فرمائے مجھے بہت پریشانی ہوئی، تمام دن اسی پریشانی اور غم میں گزرا کہ اگر یہاں بھی ہیں تو وہ روپیہ ماننا تھا تو پہلے ہی دکان یا کوئی مزدوری کو لیتے اس سے روپیہ بہت اکٹھا ہو سکتا ہے۔

(۱) ملفوظات جمع کردہ مولوی علی احمد صاحب مرحوم مجلس ۳۲ جہادی الثانیہ ۱۳۶۶ھ (مطابق ۱۹۴۶ء)

۱۹۵۴ء کوٹھی صوفی عبدالحمید صاحب، لاہور۔



شام کے وقت حضرت نے فرمایا مولوی صاحب تم کچھ پریشان نظر آتے ہو، کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ چیز تو کہیں اور مزدوری کر کے حاصل کر لیتے! فرمایا افسوس نہ کرو، تم فائز المرام ہو، اور یہ بھی فرمایا کہ میرا مال تمہارا مال ہے اور تمہارا مال میرا مال ہے<sup>(۱)</sup>۔

مرض و فوات میں جو لوگ بیعت کے لئے حاضر ہوتے حضرت کے حکم سے آپ ان کو بیعت کراتے، اس زمانہ میں بکثرت لوگ آپ سے بیعت ہوئے<sup>(۲)</sup>۔

حضرت نے ایک بار آپ سے فرمایا کہ جی تو یہ چاہتا تھا کہ جیسے زندگی میں اکٹھا ہیں مرنے کے بعد بھی ایک جگہ رہیں، مگر ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے<sup>(۳)</sup>۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے حضرت کے اپنے بعد کا انتظام مرض و فوات میں جب خطرہ قریب محسوس ہونے لگا، کسی کو بھیج کر کہلوایا کہ اپنے اپنے بعد کیا انتظام کیا ہے؟ حضرت نے مدرسہ کے وقف اور اس کی جائداد وغیرہ کی تولیت سے متعلق جو انتظامات کئے تھے ان کا ذکر فرمایا، مولانا نے فرمایا کہ میں ان چیزوں کو نہیں پوچھتا ہوں، اپنے کام کے متعلق کیا کیا؟ حضرت نے اپنے خلفاء میں سے تین صاحبوں (۱) مولانا اللہ بخش بھاولنگری<sup>(۴)</sup>، (۲) منشی رحمت علی صاحب جالندھری اور (۳) مولانا عبدالقادر صاحب کا نام لیا<sup>(۵)</sup>۔

۱) روایت مولوی عبدالوحید صاحب (۲) روایت حضرت شیخ اکھدیت (۳) چنانچہ اسی کا ظہور ہوا اور

۲) آپ کی شدید خواہش کے کرائے پور میں اپنے شیخ کے پاس مدفون ہوں، آپ اپنے وطن ڈھلیاں میں مدفون ہوئے

۳) مولانا اللہ بخش صاحب بھاولنگر ریاست بھاولپور کے بننے والے تھے، دہلی میں تعلیم پائی اور وہیں جوہری

سکوردیہ کلاں بھی کہتے ہیں) کی ایک مسجد مہر کن کے خطیب مقرر ہو گئے، مزاج میں تباہ سنت کا اہتمام تھا حضرت مولانا

(باقی خانہ نمبر ۱۷۷ پر)



آپ نے چودھری محمد صدیق صاحب رئیس رائے پور سے خاص طور سے فرمایا کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۶ کا) شاہ عبدالرحیم صاحب بغرض علاجِ دہلی تشریف لائے اور اسی مسجد میں مولانا کے حجرہ میں قیام فرمایا، ان کو حضرت کی بے نفسی اور توڑے کی ادا بھاگئی، درخواستِ بیعت پیش کی۔ حضرت نے استخارہ کے لئے فرمایا اور رائے پور تشریف لے گئے، دل کی بے قراری بڑھتی گئی آپ کی خدمت میں جا کر بیعت ہو گئے اور عالی ہمتی کے ساتھ منازلِ سلوک طے کئے حضرت مولانا عبدالقادر صاحب فرماتے تھے کہ ان کو بہت تھوڑے عرصہ میں وہ مراتب حاصل ہوئے جو دوسروں کو سالہا سال صرف کرنے کے بعد حاصل ہوتے ہیں، مکاشفات و احوالِ عجیبہ اور علومِ عالیہ کا بڑا درود ہوتا، فرمایا کرتے تھے علوم کے آسمان و زمین بھرے ہوئے دیکھتا ہوں، ایک مرتبہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب چک ناوہ (بھاؤل نگر کے نزدیک ایک گاؤں) تشریف لے گئے، وہاں سے واپسی پر جب دین پور والی جگہ سے گزر ہوا تو وہاں سب کا سب جنگل ہی جنگل تھا، آپ وہاں کھڑے ہو گئے اور لاکھی کو گاڑ دیا اور چاروں طرف دیکھا اور فرمایا کہ مولانا اللہ بخش جنگل تو بڑا مبارک ہے، اس جنگل میں تو انوار برس رہے ہیں، تم تو اپنی جگہ اسی جنگل میں بناؤ، مولانا نے اسی جنگل میں ایک پٹری ڈال لی اور متوکلا نہ بیٹھ گئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرکزِ عقیدت اور اس جگہ کو مرکزِ ہدایت بنا دیا، اور بہت رجوع ہوا، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب فرماتے تھے کہ مولانا کو پتھری کی شکایت تھی انڈے کے برابر پتھری تھی، پیشاب میں بعض مرتبہ اس کی تکلیف ایسی ہوتی کہ دیکھنے والوں کو رحم آتا لیکن فرماتے تھے کہ انعاماتِ الہیہ کی لذت و سرور اس تکلیف پر غالب ہے۔ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب فرماتے تھے کہ مولانا بھاؤل نگری مجھ سے پانچ سال پہلے حضرت کی خدمت میں آئے تھے، آپ نے پہلے ان کو قادری سلسلہ میں اجازت دی تھی، پھر چاروں سلسلوں میں اجازت

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۷۸ پر)



میرے بعد مولوی صاحب کا خیال رکھنا۔

ابہر حال شیخ کا کھلا اشارہ اور ایما، اپنے خدام کو ہدایات، زندگی

رائے پور کا قیام

اور موت میں ایک ہی جگہ رہنے کی خواہش کا اظہار، انتہائی قرب و  
تعلق خاص اور دائمی رفاقت و خدمت، پھر سب سے بڑھ کر آپ کی یہ ادا کہ سب کشتیاں جلا کر اور سارے  
تعلقات ختم کر کے اپنے شیخ اور محبوب کے قدموں میں آکر پڑ گئے تھے اور دنیا و مافیہا سے آنکھیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۷ کا) مرحمت فرمائی۔ فرماتے تھے کہ مولانا ہر وقت چلتے پھرتے بھی مراقب

رہتے تھے، فرمایا کہ انتقال کے بعد خواب میں زیارت ہوئی، میں نے دریافت کیا کہ حضرت کیا معاملہ ہوا؟

اس پر فرمایا الحمد للہ جب سے روح تن سے جدا ہوئی ہے اپنے آپ کو جدا نہیں پاتا۔ حضرت نے فرمایا کہ

مطلب یہ تھا کہ فنائیت تامہ حاصل ہو گئی ہے۔ ۱۰ رجب ۱۳۵۲ھ (۳۰ اکتوبر ۱۹۳۲ء) شب رات شنبہ

کو وفات ہوئی اور دین پور ریاست بھاول پور میں مدفون ہوئے (تحریر مولوی محمد عیسیٰ صاحب نمبر ۹

مولانا اللہ بخش صاحب)

(۵) منشی رحمت علی صاحب حضرت رائے پوری قدس سرہ کے انھیں اصحاب اور کبار خلفاء میں سے

ہیں، استعداد بڑی عالی اور کمالات و علوم باطنیہ سے بڑی مناسبت تھی، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب

قدس سرہ فرماتے تھے کہ بڑا ہی بسط تھا، بڑا ہی بسط تھا، بڑا ہی بسط تھا، تین دفعہ فرمایا۔ ایک مرتبہ

آپ نے کتاب فتوح الغیب کو دریافت کیا، کسی نے عرض کیا وہ تو حضرت منشی صاحب لے گئے ہیں۔

فرمایا ان کو فتوح الغیب کی کیا ضرورت ہے؟ وہ تو خود فتوح الغیب ہیں۔ تعلیم معمولی تھی اور گاؤں کے

ایک مکتب میں پڑھاتے تھے لیکن جب بسط ہوتا اور کچھ ارشاد فرمانے لگتے تو بڑے بلند مضامین اور

علوم عالیہ کا درود ہوتا۔ ۲۱ جمادی الآخر کی شب میں ۱۳۵۱ھ کو انتقال فرمایا (ملفوظات مرتبہ مولوی

علی احمد صاحب مرحوم و افادہ حضرت شیخ الحدیث)

(۶) روایت حضرت شیخ الحدیث۔



بند کرنی تھیں صاف بتاتی تھی کہ رسمی جانشینی اور اعلانِ خلافت کے بغیر آپ ہی اپنے شیخ کے جانشین اور ان کی دولت و میراث کے امین ہیں۔

یقین می داں کہ آں شاہ نگو نام

بدست سر بریدہ می دہد جام

حضرت سہارنپوری کی توثیق | حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب نے کسی موقع پر فرمایا تھا کہ سیاسیات میں جو کچھ مراجعت کرنی ہو

حضرت شیخ الہند کی طرف کی جائے مگر سلوک میں حضرت سہارنپوری کی طرف میں نے حضرت کو اس لائن میں بہت اونچا پایا ہے۔ آپ نے حضرت سہارنپوری سے عرض کیا کہ حضرت کا تو وصال ہو گیا، اب میں حضرت سے تجدید بیعت کرنا چاہتا ہوں حضرت سہارنپوری نے اول حالات دریافت فرمائے اور پھر ارشاد فرمایا کہ اشرک کا شکر ہے اسکی کوئی ضرورت نہیں، کوئی بات پوچھنی ہو تو میں حاضر ہوں۔

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کا قیام خانقاہ کی جس کوٹھی میں تھا وہ حضرت کے قائم کئے ہوئے مدرسہ کھیلے وقف کر دی گئی

نئی خانقاہ کی بنیاد | تھی، خود حضرت کراہے وے کراہے میں رہتے تھے، حضرت کی وفات کے بعد انکے بھانجے مولانا اشفاق احمد صاحب کا وہاں قیام رہنے لگا، وہی مدرسہ کے ناظم و متولی اور صاحبِ جاہلاد تھے، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب کرائے پور، اس کی خانقاہ اور اس ماحول سے جو کچھ تعلق تھا وہ محض حضرت شاہ عبدالرحیم کی اس نظر عنایت اور محبت و خصوصیت کی بنا پر تھا جو حضرت نے انکے ساتھ رکھی تھی، کوئی رسمی جانشینی عمل میں نہیں آئی۔ اس سلسلہ کے بہت سے اکابر کا یہی دستور اور معمول رہا ہے کہ جس کو اپنے شیخ سے زیادہ مناسبت اور جس میں زیادہ اہلیت اور استعداد ہو وہ قدرتی طور پر اپنے شیخ کی جگہ لے لیتا ہے، اور خدام و اہل تعلق کو اس سے مناسبت اور تعلق پیدا ہو جاتا ہے، یوں تو حضرت کا



معاملہ اور آپ کے اشارات اس بات کو ظاہر کر رہے تھے کہ حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ ہی اس سلسلہ اور حلقہ کا مرکز اور مرجع بنیں گے، لیکن بہت سے لوگ خاندانی تعلق اور قرب کی بنا پر عرصہ تک مولانا شفاق احمد صاحب ہی کو جانشینی کا اصل حقدار سمجھتے تھے جو اسی خاندان کے چشم و چراغ اور حضرت کے حقیقی بھانجے عالم ذاکر و شائل و جوان صالح تھے۔

حضرت کی طبیعت ہر طرح کی کشمکش، مقابلہ، دعوائے اور اپنی شخصیت کے اظہار سے گریزاں تھی، آپ نے کشمکش کے ڈر سے ان دنوں راپور کا قیام ترک کر دیا تھا، کبھی بہت کبھی کھیڑی اور کبھی مکان پر رہتے تھے، تقریباً ۳-۴ سال راپور میں مستقل قیام نہیں رہا، لیکن رفتہ رفتہ آپ کی طرف رجوع بڑھا اور منجانب اللہ آپ کی شخصیت مرکز بنتی چلی گئی، جو لوگ اصل مقصود (اصلاح و تربیت) کے طالب تھے اور اللہ کے نام کے لذت آشنا تھے وہ بے اختیار آپ کی طرف کھنچتے چلے گئے اور آپ کے اخلاص و ایثار اور عند اللہ مقبولیت کے اثر سے آپ کی مرکزیت نمایاں ہوتی چلی گئی اور ساتھ ہی ساتھ آپ کا قیام بھی رائے پور میں طویل ہوتا چلا گیا۔

حضرت کی طبیعت ہمیشہ سے عمارت و تعمیرات سے ہی ہوئی  
**نئی خانقاہ کی تعمیر**  
 تھی، چودھری محمد صدیق خاں صاحب نے بڑے حضرت کی وصیت کی تعمیل میں جب آپ کیلئے کچھ تعمیر کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا مکان نہ بنوایئے، میرے لئے تو صرف ایک چھپر ڈال دیجئے مگر وہ نہ مانے کہا مجھے تو حضرت کا حکم ہے، مکان ہی بنو اوں گا حضرت کے کسی سفر کے زمانہ میں انھوں نے موقع غنیمت سمجھ کر ایک پختہ دالان بنوایا

(۱) روایت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب،



رفتہ رفتہ آس پاس کئی چھتر اور سائبان پڑ گئے اور ایکس پوش خام خانقاہ تیار ہو گئی، جو کچھ ہی عرصہ کے بعد طالبین خدا کا ایسا مرکز بن گئی جس نے مادیت اور غفلت کے اس دور میں اور چودھویں صدی کے وسط میں شاہ غلام علی صاحب دہلوی کی خانقاہ کی یاد تازہ کر دی اور بہت سی حیثیتوں سے اپنے وقت میں بر عظیم ہند کی سب سے بڑی زندہ اور آباد خانقاہ تھی، جہاں ہندستان کے ہر ذوق اور ہر طبقہ کے ممتاز افراد عشق کا سودا اور دل کی دوا لینے کیلئے ملک کے گوشہ گوشہ سے جمع ہونے لگے اور جہاں مشکل سے کوئی وقت ذکر اللہ کی صداؤں اور عشق و محبت کے نعموں سے خالی ہوتا ہوگا، جہاں کی سرشاری اور بیخودی، ماسومی اللہ سے انتظاع اور ساقی کی عالی ظرفی اور فیاضی کو دیکھ کر بہت سے آلودہ دامن پکارا ٹھٹھتے تھے۔

حشر تک یارب طفیل خادمان مے فروش  
اک در توبہ کھلا رکھ، اک دکان مے فروش

اس ابتدائی قیام میں کچھ عرصہ تک آپ کا کھانا چودھری محمد صدیق صاحب کی اہلیہ کے ہاں سے آتا تھا، بقیہ مقیمین خانقاہ کیلئے وال روٹی یہاں بکتی تھی۔

کچھ عرصہ کے بعد یہ معمول ہو گیا کہ فجر کی نماز سے پیشتر چائے پی لیتے تھے، نماز کے بعد سیر کو جاتے، واپسی میں مزار پر بیٹھ کر آجاتے اور آٹھ بجے کھانا کھا لیتے، حاجی ظفر الدین صاحب دوروٹیاں پکا دیا کرتے، اسی وقت دروازہ بند کر لیتے، ظہر کی نماز کے

(۱) حاجی ظفر الدین صاحب اصل صنایع جالندھر تحصیل نکودر کے رہنے والے ہیں، بعد میں قیام سندھ ہو گیا تھا، بیعت حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سے ہے، بچپن سے حضرت کی خدمت میں رہے، حضرت کے (باقی حاشیہ صفحہ پر)



وقت باہر تشریف لاتے تھے، معلوم نہیں کسی وقت لیٹتے بھی تھے یا مشغول ہی رہتے تھے۔ کبھی کبھی حضرت کی محبت اور یاد میں حضرت کے خدام سے مل کر ول کو تسکین دینے کیلئے باہر چلے جاتے، ایک دفعہ بہٹ سے تنہا ہی لودھی پور تشریف لے گئے، راستہ صحیح نہ معلوم ہونے کی وجہ سے نالہ میں سے گزرتے ہوئے پا جامہ اور کرتا بھیکٹیا، گاؤں کے باہر حافظ طفیل صاحب وغیرہ ملے، وہ گھر لے گئے، کپڑے بدلوائے اور عرض کیا کہ تنہا کیسے تشریف لے آئے، اطلاع ہو جاتی تو ہم آجاتے، حضرت نے فرمایا خیال آگیا کہ تم سب کے سب حضرت کے خواص تھے، جی چاہا کہ تمہاری زیارت کرتا جاؤں<sup>(۱)</sup>۔

اس وقت بغیر کسی دینی اور اصلاحی مقصد اور نائدہ کے حضرت کا معمول اہل تعلق کے پاس جانے اور اس طرح دورہ کرنے کا نہیں تھا، جس طرح پیر اپنے مریدوں میں جایا کرتے ہیں، ایک دفعہ لودھی پور والوں نے اصرار کیا کہ حضرت تو ہمارے یہاں آتے نہیں ہیں، بڑے حضرت تو تشریف لاتے رہتے تھے، فرمایا کہ یوں تو آنا مشکل ہے، البتہ اگر تم لوگ ذکر کرنے لگ جاؤ تو ضرور آتا رہوں گا، اس پر حافظ طفیل صاحب اور صوفی برکت صاحب وغیرہ نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱ کا) ساتھ پیلوں میں تھے، آپ کا وصال انھیں کی گود میں ہوا، آپ کے بعد سے خانقاہ کالنگر حاجی صاحب ہی کے سپرد ہو گیا اور حضرت مولانا عبدالقادر صاحب کی وفات سے چند مہینے پہلے تک برابر وہی لنگر کے مہتمم رہے، وہ اور ان کا مختصر سا کتبہ بڑی مستعدی اور جفاکشی کے ساتھ خانقاہ کے مقیمین اور ان نئے نئے آنے والے مہمانوں کے لئے جن کی تعداد کا اندازہ پہلے سے کبھی نہیں ہو سکا خدمت انجام دیتے رہے، بعض بیماریوں اور مغدویوں کی بنا پر اخیر زمانہ میں یہ ذمہ داری ان سے لے لی گئی تھی۔

(۱) روایت مولوی عبدالجلیل صاحب بکوال صوفی برکت صاحب وغیرہ۔



ذکر سیکھا اور ذکر کرنا شروع کر دیا۔<sup>(۱)</sup>

رفتہ رفتہ بڑے حضرت کے لوگوں کی اور آس پاس اور دُور دُور کے مقامات کے طالبین کی آمد بڑھتی چلی گئی اور رائے پور کی خانقاہ دوبارہ اسی طرح آباد اور پرو نق ہو گئی جیسے بڑے حضرت کے زمانہ میں تھی اور مخلصین کے اصرار اور خواہش پر آپ بھی ان کے یہاں جانے لگے، جہاں تشریف لے جاتے وہاں اسی طرح ذکر کی سرگرمی اور یاد خدا کی ہماہمی شروع ہو جاتی اور وہی جگہ خانقاہ معلوم ہونے لگتی۔

اس زمانہ میں آپ نے خود اپنی طبیعت کے رجحان یا بعض غیبی<sup>(۲)</sup> اشاروں کی بنا پر ترک سفر کا تہیہ فرمایا اور رائے پور میں ایسا مستقل

**ترک سفر کا تہیہ**

قیام اختیار فرمایا کہ نہ بہت تشریف لے جاتے اور نہ کہیں اور، کچھ عرصہ کے بعد مدرسہ مظاہر العاظم کے سالانہ جلسہ کے موقع پر جس میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے تشریف لانے سے معذرت کر دی تھی، حضرت شیخ الحدیث نے آپ سے شرکت کیلئے اصرار فرمایا آپ نے شرکت قبول فرمائی، اس معمول کو بدلنے اور اپنا عزم منسوخ کرنے سے گرائی بھی ہوئی، لیکن آپ نے اس کو گوارا فرمایا اور اس وقت سے سفروں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔<sup>(۳)</sup>

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم کی وفات کے بعد آپ نے دوسرے حج<sup>۱۳۲۵ھ</sup> میں کیا، جب سفر حج کا ارادہ ہوا تو آپ پہلے ڈھڈیان تشریف لے گئے والدہ صاحبہ حیات تھیں ان سے حج کی اجازت لی، انھوں نے فرمایا کہ دونوں بھائیوں کو

**دوسرا حج**

(۱) روایت مولانا راجلیل صاحب بجاوہ صوفی برکت وغیرہ (۲) اس سلسلہ میں یہ روایت مشہور ہے کہ ایک مجذوب بزرگ رائے پور آئے، آپ خلوت میں تھے، کچھ دیر انتظار کیا اور خود بات کر کے چلے گئے کہ آپ سفر بالکل نہ کریں اور منتقل خانقاہ میں رہیں۔ (۳) روایت حضرت شیخ الحدیث۔



بھی لیجاؤ، حضرت نے فرمایا ایک کو لے جاؤں گا اور وہ بھی محمد خلیل مناسب ہیں، آپ وہاں سے واپس ہو گئے اور اپنے بھائی محمد خلیل صاحب اور محمد علی خادم سے فرما گئے کہ اتنے روز کے بعد آجانا، رائے پور سے دہلی ہو کر روانہ ہوئے وہاں دس بارہ روز ٹھہرنا ہوا، اس سفر میں آپ کے ہمراہ آپ کے چھوٹے بھائی حافظ محمد خلیل صاحب، حاجی محمد علی خادم، مولانا عبدالعزیز صاحب گمٹھلوی، حاجی ظفر الدین، راؤ عبدالشکور خان رائے پوری، شاہ سکندر علی مرحوم، حافظ احمد صاحب بن مولانا نور محمد صاحب لدھیانوی وغیرہ تھے، ۲۱ رجب ۱۳۲۵ھ (۲۵ جنوری ۱۹۲۷ء) کو ہزار روانہ ہوا، اس حج سے قبل ہی سچیش کی شکایت تھی، جدہ سے اونٹ کر کے مکہ مکرمہ گئے سفر کر کے مدینہ طیبہ کا ارادہ فرمایا، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری اور مولانا محمد زکریا صاحب (شیخ الحدیث) وہیں مقیم تھے حضرت نے بھی رمضان کے روزے وہیں رکھنے کا فیصلہ فرمایا، مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ تیرہ روز میں پہنچنا ہوا، عصر پڑھ کر مغرب تک اونٹ کے ہمراہ چلتے تھے مغرب پڑھ کر سوار ہوتے ویسے بھی کچھ نہ کچھ پیدل چلتے تھے، آخری منزل پر بدو سے کہہ دیا تھا کہ جب وہ جگہ آجائے جہاں سے گنبد خضر نظر آتا ہے تو فوراً بتا دے، اس نے بتا دیا وہاں سے اتر کر پیدل چلتے رہے، رفقا کو پہلے ہی تاکید فرمادی تھی کہ درود شریف کی کثرت رکھیں، خاموش رہیں اور بہت ادب و احترام کے ساتھ حاضری دیں صبح کو مدینہ طیبہ پہنچنا ہوا۔ حضرت سہارنپوری دروازہ پر موجود تھے، سامان اتروا کر لے گئے، حضرت سہارنپوری ہی نے پہلا سلام مواجہہ شریف پڑھا دیا۔

رمضان سے پیشتر مدینہ طیبہ پہنچ گئے تھے، تراویح حضرت سہارنپوری کے ساتھ مدرسہ علوم شرعیہ میں ہوا کرتی تھی، حضرت سہارنپوری قدس سرہ کونائے قرأت میں

(۱) روایت جناب حافظ محمد خلیل صاحب برادر اصغر حضرت مولانا عبدالقادر صاحب



قرآن شریف سننے کا شوق تھا، ایک مالکی قاری تراویح پڑھایا کرتے تھے، حضرت سہارنپوری اور  
حضرت رائے پوری حرم سے فرض کی نماز پڑھ کر تشریف لے آتے، رفقاء اور خدام بھی ان حضرات کے ساتھ آجایا کرتے،

۱۶ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ (۸ مئی ۱۹۰۷ء چہار شنبہ) کو مدینہ طیبہ سے شیخ الحدیث کی  
معیث میں مکہ معظمہ واپسی ہوئی، حضرت شیخ الحدیث کو یہ کہہ کر قافلہ کا امیر بنا دیا کہ  
”الائتمة من قریش“ آپ کے خدام آپ کا شغف اچھی طرح سے باندھتے تاکہ سفر  
میں راحت رہے، ایک شریک قافلہ رئیس کو اس بات کی شکایت رہتی کہ ان کا شغف  
اچھی طرح نہیں باندھا جاتا، ان کے بار بار شکایت کر لے پر شیخ الحدیث نے بحیثیت امیر  
کے حکم دیا کہ وہ حضرت کے شغف میں سوار ہوں اور حضرت ان کے شغف میں حضرت تو  
اپنے شغف سے فوراً اتر گئے، ان رئیس نے اترنے سے انکار کر دیا، اس پر شیخ نے کہا کہ پھر حضرت  
پیدل چلیں گے، حضرت نے اس کو بخوشی منظور فرمایا اور پیدل روانہ ہو گئے، رئیس نے بڑی  
معذرت کی اور بڑے اصرار سے آپ کو سوار کرایا اور پھر شکایت نہیں کی۔

اس سال گرمی بڑی سخت پڑی، لوکی بڑی شدت تھی، اموات بکثرت ہوئیں، پانی  
کی نایابی کی وجہ سے لوگ اونٹوں پر چلتے چلتے مر جاتے تھے۔<sup>(۲)</sup> لکھنوت نے اس موقع پر اپنے  
پانی سے بہت سے جاں بلب حجاج کی مدد فرمائی، اکثر اس وقت کی موت کی گرم بازاری  
اور حجاج کی تکلیف کے واقعات بیان فرماتے۔

(۱) روایت حضرت شیخ الحدیث (۲) روایت حافظ محمد خلیل صاحب



یکم محرم ۱۳۴۶ھ (مطابق یکم جولائی ۱۹۲۷ء) یوم جمعہ کو کراچی پہنچے اور ۶ محرم  
 ۱۳۴۶ھ (۶ جولائی ۱۹۲۷ء کو) سہارنپور تشریف لے آئے، راستہ میں اہل تعلق کی بڑی  
 بڑی جماعتیں زیارت و ملاقات سے مشرف ہوئیں (۱)۔



(۱) روایت حضرت شیخ الحدیث



## رائے پور کے شب و روز

کہ بردنبر و شاہان زمین گدا پیامے      کہ بکبوی مے فروشاں دو ہزار ہم بجامے  
خدا ام خرابے بدنام و ہنوز امیدوارم      کہ زبدا خلاص یا ہم بدعائے نیک نامے (خواجہ مآخذ)

انسانیت کی صحت گاہیں | جنہوں نے ہندستان میں فقر و تصون کی تاریخ  
پڑھی ہے یا کبھی اس مقصد و ذوق کے ساتھ اس

ملک میں سفر کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ جس طرح شیر شاہ سوری نے اپنی تاریخی شاہراہ پر دورویہ  
تھوڑے تھوڑے فاصلہ سے کارواں سرانہیں تعمیر کرائی تھیں، جہاں مسافر قیام کرتے، خوراک  
حفاظت اور آرام کی جگہ پاتے اور راہ کی خشکی و ماندگی دور کر کے تازہ دم ہو کر اپنا سفر شروع کرتے  
اسی طرح فیاض دل اور فیاض روح درویشوں اور انسانیت کے چارہ سازوں نے زندگی کے  
ٹھکے ہائے مسافروں اور مادیت کے تقاضوں اور مطالبوں سے پامال کئے ہوئے انسانوں  
کیلئے جب کو اپنے دل کی زندگی دم توڑتی اور روح کا شعلہ بھبتا نظر آتا تھا، ایسی پناہ گاہیں اور  
کارواں سرانہیں تعمیر کی تھیں، جہاں کچھ دن ٹھہر کر دل کے چراغ کی لوبنیار و عنن اور روشنی  
پاتی، افسردہ قومی میں تازگی اور روح میں جلا پیدا ہوتی، غفلت اور معاصی کے مقابلہ کرنے  
اور اسلام کے پل صراط پر احتیاط و ثبات کے ساتھ چلنے کا عزم اور قوت پیدا ہوتی،



قوی الارادہ اور صاحب عزیمت لوگوں کی ہمت و قوت دیکھ کر اپنے کمزور ارادہ میں قوت اور اپنی ضعیف و مذہذب طبیعت میں ہمت محسوس ہوتی، فرائض کے پابند، سنن و آداب کے پابند بنتے، غافل، ذاکر، نمازوں میں سستی کرنے والے شب بیدار بن جاتے، اسباب کے پرستار اور مادیت کے گرفتار جو مستقبل کے خون اور فقر و فاقہ کے ڈر سے ہمیشہ لرزاں و ترساں رہتے اور تدبیر و وسائل کو رازق حقیقی سمجھتے، وہ ایک درویش خدا مست کے توکل و تمسک کا منظر اور اللہ تعالیٰ کی سبب الاسباب کا تماشہ دیکھ کر توکل کے مفہوم سے آشنا و یقین کی دولت سے بہرہ یاب ہوتے۔

دہلی، نواح دہلی اور دوآبہ میں متعدد ایسی خانقاہیں اور روحانی تربیت کے مرکز تھے جو پوری بیکسوئی کے ساتھ اپنے کام میں مشغول تھے، دہلی کی شہرہ آفاق خانقاہوں کے دور انقلاب کے بعد اخیر دور میں گنگوہ اور تھانہ بھون کے روحانی و تربیتی مرکز مرجع خاص و عام بنے ہوئے تھے، پھر جب ان پر بھی دور انقلاب آیا اور سنت اللہ کے مطابق رشد و ہدایت کی شمعیں بھی (اپنے مشائخ کی وفات کے بعد) خاموش ہو گئیں تو اسی سلسلہ روحانی کی ایک کڑی رائے پور کی خانقاہ نہ صرف اس نواح بلکہ صوبہ بجا متحدہ سے لے کر پنجاب تک کارو حانی و تربیتی مرکز بن گئی، ملک میں بڑے بڑے انقلاب آئے بڑے بڑے سیاسی طوفان اٹھے، اور آندھیاں چلیں، ملک تقسیم ہوا، لیکن ان تیز و تند ہواؤں میں بھی یہ چراغ جلتا رہا، نہ رائے پور میں ذکر اللہ کی سرگرمی میں کوئی فرق آیا اور نہ یہاں کی دعوت اور موضوع میں کوئی تبدیلی ہوئی۔

رائے پور کی خانقاہ | رائے پور کی بستی<sup>(۱)</sup> اور خانقاہ کے درمیان نہر حائل ہے بستی سے

(۱) رائے پور شہر سہارنپور سے بجا شمال ۲۳ میل پر واقع ہے، سہارنپور سے چکر و تہ کو جو پختہ (باقی حاشیہ صفحہ ۱۸۹ پر)



جانب غرب نہر کے کنارے کچھ فاصلہ پر وہ کوٹھی ہے جس میں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب  
 رائے پوری قدس الشہسره العزیز کا قیام تھا، اس سے جانب غرب مسجد اور مدرسہ کی پختہ  
 عمارت ہے، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کی حیات تک یہی خانقاہ اور اسی کے گرد پیش  
 طالبین خدا کا قیام تھا، جب حضرت مولانا عبدالقادر صاحب کے لئے چودھری  
 محمد صدیق صاحب نے اپنے باغ میں جو مسجد سے مغربی جانب واقع ہے، نئی قیام گاہ  
 تعمیر کرادی تو نئی خانقاہ وہیں منتقل ہو گئی، اس کے سامنے چند چھپر ڈال دیے گئے سائپوں  
 کی کثرت کی وجہ سے چار پائیوں کا خاص اہتمام کیا گیا، حضرت کی ہمیشہ تاکید ہوا کرتی تھی  
 کہ رات کو لوگ چار پائیوں ہی پر آرام کریں اور نوافل بھی حتی الامکان کسی بلند جگہ پر پڑھیں  
 جانب شمال ٹین کا ایک لمبا سائبان تھا اور ایک بڑا دالان اور برآمدہ، اس طرح کثیر تعداد  
 کے لئے رہائش اور بقدر ضرورت اسٹالس کا سامان تھا، گرمیوں میں چھپروں میں رات  
 بڑی ٹھنڈی اور خوشگوار ہوتی، پہاڑ کے دامن اور جہنما کے کنارے پر ہونے کی وجہ سے  
 بڑی ٹھنڈی ہوا آتی، خصوصاً شمالی ہوا بڑی خشک اور لطیف ہوتی، جاڑوں میں بستروں اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۸ کا) سڑک جاتی ہے اس کے ۱۱، ۱۹ میل پر گنڈیو کے پل سے جانب شمالی چاریل پر  
 راپور کی بستی آتی ہے یہ مسلمان راجپوتوں اور مسلمان شرفاء کی بستی ہے، نواب زادہ لیاقت علی خاں کا ہاہمال یہیں تھا  
 حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب قدس الشہسره بھی یہیں کے نواسے تھے اور اپنے وطن تیگری (ابنالہ) سے آپ یہاں منتقل  
 ہو گئے تھے، اور اسی کو آپ کے روحانی فیوض کا مرکز اور مدفن بننے کا شرف حاصل ہوا۔

(۱) وفات سے قریباً ڈیڑھ سال پیشتر پھر آپ کا قیام حضرت کی سابقہ کوٹھی میں ہو گیا اور مقیمین خانقاہ کی  
 بڑی تعداد اس کے آس پاس مقیم ہو گئی، حضرت دس روپیہ ماہوار کے حساب سے اس کا کرایہ مدرسہ  
 کو ادا فرماتے تھے۔



کافوں کا خاصا ذخیرہ تھا جو ایسے مسافروں اور طالبین کے کام آتا جو اپنا بستر نہ لاتے  
 عرصہ تک گنڈاپور کے پل سے رائے پور کی خانقاہ تک کسی سواری کا انتظام نہیں تھا  
 طالبین و زائرین عام طور پر نہر کی پٹری پر  $3\frac{1}{2}$  میل کی مسافت پیادہ پاٹے کرتے بالکل  
 اخیر زمانہ میں بہٹ سے (جو سہارنپور سے سولہ میل اور رائے پور سے چھ میل کے فاصلہ پر  
 واقع ہے اور ایک مرکزی مقام ہے) رکشے مل جاتے اور خاص اہتمام سے کا بھی آجاتی  
 ایک زمانہ میں سہارنپور سے بہٹ تک بھی آنے کیلئے تانگہ کے علاوہ اور کوئی سواری نہ تھی،  
 بعد میں سہارنپور سے بلکٹر لاریاں چلنے لگیں جو بہٹ یا گنڈاپور کے پل پر اتار دیتیں ہوا میں  
 کی دشواری و نایابی اور سواریوں کی کثرت و سہولت کے ہر دور میں طالبین صادق و دوردور  
 کی مسافت طے کر کے ذوق و شوق سے آتے اور ایک ایک وقت میں (ذکر و تربیت کی نیت سے  
 طویل قیام کرنے والوں اور مقیمین کے علاوہ) مہمانوں کی بڑی تعداد ہوتی۔

**رائے پور کا نظام الاوقات** نظام الاوقات یہ تھا کہ رات کے پچھلے حصہ میں بعوم  
 سب ہی جاگ جاتے اور طہارت و وضو سے فارغ ہو کر

نوافل میں مشغول ہو جاتے، بعض لوگ مسجد چلے جاتے، اکثر وہیں چٹائیوں اور چارپائیوں پر  
 نوافل ادا کرتے، پھر ذکر جہر میں یا مراقبہ میں مشغول ہو جاتے، اس وقت رات کے اس سائے میں اور  
 جنگل کی اس خاموش فضا میں خانقاہ اللہ کے نام کی صداؤں اور ذکر کی آوازوں سے گونج  
 جاتی، اور حسب استعداد و توفیق لوگ اس فضا سے کیف ہوتے اور سرور و مستی کی ایک عام  
 کیفیت ہوتی، اس وقت ہر ایک آزاد اور اپنے حال میں مشغول ہوتا، کوئی کسی سے  
 تعزیر نہ کرتا۔

(۱) مولانا عبداللہ صاحب دھرم کوٹا نزلتے تھے کہ پہلے سو ڈیڑھ سو اخیر میں ۲۲ سو مہانوں کے قیام کا انتظام تھا



صبح صادق کے طلوع کے ساتھ ہی مسجد میں اذان ہو جاتی، اذان و جماعت کے مابین (جو اچھا خاصا وقت ہوتا) چائے آجاتی، خانقاہ کے ناظم مطبخ حاجی ظفر الدین صاحب (جن کا خس پوش مکان یا جھونپڑا خانقاہ ہی میں جانب جنوب واقع ہے، ایسے سویرے کے وقت میں محض اپنے مختصر گھر لے کر کی مدد سے چائے کا انتظام کر لیتے اور سب کو فارغ کر دیتے، حضرت بھی جب تک چائے نوش فرماتے تھے اسی وقت چائے سے فارغ ہو جاتے بعد میں چائے کے بجائے دودھ دوا وغیرہ کا معمول اسی وقت پورا ہو جاتا! اخیر زیانہ کے تین چار سال مستثنیٰ کر کے حضرت ہمیتہ نماز کے لئے مسجد جاتے، اکثر خدام اور حاضرین خانقاہ ساتھ ہوتے، نماز سے فارغ ہو کر (جب تک آپ میں قوت تھی) پابندی کے ساتھ سیر کو تشریف لے جاتے، بالعموم نہر کی پٹری پر گنڈ پور کی طرف اور دو مونی تک (جو دو میل کے قریب ہے) تشریف لے جاتے، مجموعی طور پر چار میل کی سیر ہو جاتی، ایک عرصہ تک خصوصی مہمانوں کو حضرت یہاں تک پہنچانے بھی تشریف لاتے، کبھی میدان میں اس رد کے کنارے جو خانقاہ کے محاذی مشرق سے مغرب کو گئی ہے، تشریف لے جاتے، اس سیر میں بالعموم مجمع نہ ہوتا، شروع میں تنہا تشریف لے جاتے، بعد میں جب کسی قدر ضعف ہو گیا تھا ایک دو خادم ساتھ ہوتے اور کوئی ایسے صاحب جو اپنا کوئی حال یا کیفیات سنانا چاہتے یا جن کو جلد رخصت ہونا ہوتا، اس میں ہمیشہ معمول تشریف پڑھنے کا رہا۔

واپسی پر ابتدا میں مزار پر کچھ دیر بیٹھتے، بعد میں یہ معمول جاتا رہا، کچھ دیر موسم کے مطابق باہر تشریف رکھتے، پھر اندر تشریف لے جاتے، کوئی موسم ہو اور مہمان کم ہوں یا زیادہ، اچانک اسی وقت آگے ہوں، یا پہلے سے ٹھہرے ہوں، ۱۰، ۱۱ بجے کھانا



آجاتا، بالعموم وہی وقت باہر کے لوگوں کے آنے کا ہوتا تھا اور پہلے سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ کتنے مہمان آرہے ہیں بلا توقف و انتظار دسترخوان لگا دیا جاتا، کھانا عموماً نہایت سادہ اور بالعموم وال روٹی ہوتی، جب تک حضرت کی صحت اجازت دیتی رہی، مہمانوں کے ساتھ ہی کھانا تناول فرماتے تھے، اخیر زمانہ میں خاص مہمانوں کی رعایت سے حضرت کے مخصوص خدام راؤ (عطاء الرحمن خاں اور حاجی فضل الرحمن خاں) اپنا اپنا کھانا بھی لے آتے تھے اور مہمانوں کے ساتھ کھاتے تھے۔

دوپہر کے کھانے کے بعد کچھ دیر نشست ہوتی اس کا بھی کوئی خاص موضوع مقرر نہیں تھا، کبھی بزرگوں کے تذکرے ہوتے کبھی کوئی اور مضمون، ۱۲ بجے کے قریب آرام فرماتے لوگ بھی آرام کرتے، ظہر کی اذان سے پیشتر یا اذان پر (حسب ضرورت و معمول) لوگ اٹھ جاتے اور مسجد میں جا کر نماز پڑھتے، نماز ظہر کے بعد حضرت تخلیہ میں چلے جاتے، سفرِ حضر یہ قدیمی و دائمی معمول تھا، صرت رائے پور میں کوٹھی کے قیام کے آخری ایام میں اسکی پابندی نہیں رہی تھی، اس تخلیہ میں حضرت کا کیا معمول تھا؟ مراقبہ میں مشغول رہتے یا تلاوت و نوافل میں اس کا تعین نہیں ہو سکا، عام طور پر صلوٰۃ القسیح یا ذکر مہر کا معمول تھا، اس تخلیہ کا بڑا اہتمام و التزام تھا، عصر کی نماز سے کچھ پیشتر باہر تشریف لاتے، بعض مرتبہ باہر تشریف لانے سے پہلے کسی کو اگر خصوصی گفتگو کرنی ہوتی یا عرض حال کرنا ہوتا تو امد طلب فرما لیتے، ابتداء میں خدام کا بیان ہے کہ چہرہ مبارک پر ایسا جلال اور ستی کی کیفیت ہوتی کہ نظر رو برو کرنا مشکل ہوتا اس وقفہ میں خاص مہمانوں اور علماء و خواص کی پذیرائی بھی فرماتے اور انکی طرف خصوصی التفات فرماتے، اسی اشارہ میں چار اور اخبار آجاتے، بعض حضرات اخبار کی اہم خبریں پڑھ کر سنا تے، یہ کام اخیر زمانہ میں حاجی فضل الرحمن خاں کے سپرد تھا



وہ خبروں پر پہلے سرخی سے نشان لگالیتے، بعض بعض ہم مضامین بھی پڑھ کر نائے جاتے  
حضرت کبھی کبھی کچھ ارشاد بھی فرمادیتے، اخبارات کا انتظار رہتا اور پابندی سے  
وہ پڑھے جاتے بعض زمانہ میں یہ سلسلہ عصر کے بعد رہتا۔

عصر کی نماز کے لئے مسجد جاتے، فارغ ہو کر مغرب تک موسم کے تغیرات کے  
مطابق کمرہ کے اندر یا باہر صحن میں عام نشست ہوتی، اسی موقع پرستی کے حضرات اور  
گاؤں کے لوگ اور مقیمین خانقاہ جو اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوتے تھے، آجاتے  
تھے، اخیر کے ۴، ۵ سال چھوڑ کر (جس میں اس وقت پابندی سے کتاب سنائی جاتی  
تھی) اس مجلس کا کوئی مقرر و خاص موضوع نہ تھا، موسم، سیاسیات، حالات و واقعات  
بزرگان دین کے تذکرے، کوئی استفسار کیا جائے تو اس کا جواب، عرض ہر طرح کی  
مباح و جائز گفتگو ہوتی، اس مجلس میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب  
(جو اکثر تشریف لایا کرتے اور کئی کئی دن قیام فرماتے) تشریف رکھتے تو اس کا کیفیت  
رونق اور شگفتگی دو بالا ہو جاتی، حضرت (جب فرش پر نشست ہوتی) تو اپنے برابر  
ان کے لئے مسند رکھواتے، چار پائیوں پر نشست ہوتی تو اپنے برابر کی چار پائی پر  
فرش کروا کے اور تکیہ رکھوا کر بٹھاتے، کوئی استفسار ہوتا تو اکثر اس کا جواب شیخ پر  
محول فرماتے اور فرماتے کہ حضرت کیا ارشاد ہے؟ ان دونوں حضرات کی موجودگی کے  
زمانہ کی یہ محفلیں چشم فلک کو عرصہ تک یاد رہیں گی۔

حاضرین میں سے بڑے علماء اور قابل احترام حضرات کے لئے بھی خصوصی نشست  
اور آرام وہ جگہ کا اہتمام ہوتا تا اس طور پر حضرت مولانا فضل احمد صاحب کیلئے اس اہتمام

(۱) حضرت مولانا فضل احمد صاحب نہایت جید الاستعداد، مخلص اور شفیق استاد تھے (باقی حاشیہ صفحہ ۱۹۴)



کا معمول تھا۔ وہ الگ ایک چارپائی پر فرودکش ہوتے اور ہمیشہ خاموشی کے ساتھ مجلس میں شریک رہتے۔

غروب کے ٹھیک وقت کا اور گھڑی کو اس کے مطابق صحیح کرنے کا بڑا اہتمام تھا، اس کیلئے کئی اصحاب کھلے میدان میں سورج کے غروب ہونے کو دیکھنے کیلئے جاتے اور آکر صحیح صحیح وقت بتلاتے۔

مغرب کے بعد اہل خانقاہ نوافل و ذکر میں مشغول ہو جاتے، مغرب کے بعد کا یہ وقت زیادہ تر ان طالبین و سالکین کے لئے مخصوص تھا، جن کو اپنے ذکر و سلوک کے سلسلہ میں کچھ دریافت کرنا یا اپنی کسی خاص کیفیت و حالت کو عرض کرنا ہوتا یا عموم ایسے حضرات پہلے سے عرض کر کے وقت مقرر کروا لیتے، اس وقت کسی دوسرے کی آمد پسند نہیں فرماتے تھے، نہایت شفقت و کرم کے ساتھ حال دریافت فرماتے بڑی توجہ سے بات سنتے اور بڑے اہتمام سے اس کا جواب دیتے اور رہنمائی فرماتے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ یہاں کے قیام و اہتمام کا خاص موضوع اور حضرت کی مبارک زندگی کا خاص مقصد ہے اسی وقت میں اکثر لوگ بیعت و توبہ سے مشرف ہوتے۔

عشا کی اذان اول وقت ہو جاتی، معذوری اور ضعف کے زمانہ میں اس کا اہتمام اور بھی بڑھ گیا تھا، عشا کا وقت ہوتے ہی اذان ہو جاتی، اخیر زمانہ میں اذان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۳ کا) حضرت سید بہتین اور قدیم رفیق اور شرقی پنجاب کے اکثر علماء و مدین کے اساتذہ تھے اخیر عمر میں

تدلیسی مشاغل ترک ہو گئے تھے اور بڑا وقت حضرت ہی کی خدمت میں رائے پور میں اور زمانہ قیام پاکستان میں لاہور

لائل پور وغیرہ میں گزرتا تھا۔ حضرت کو ان کا بڑا خیال رہتا تھا، اور بہت تعلق خاطر تھا، ۶ رجب ۱۳۸۴ھ

(مطابق ۱۱ نومبر ۱۹۶۳ء بروز بدھ، منگلگری (مغربی پنجاب) میں انتقال ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ)



وجاعت میں بہت کم فصل ہوتا، نماز کے بعد ہی کھانا آجاتا، معذوری کے آخر زمانہ میں  
حضرت نماز مغرب کے بعد ہی کھانے سے فارغ ہو جاتے، عام مقیمین خانقاہ اور  
ہاں عشاء کے بعد متصل کھانا کھاتے، کھانے کے بعد جلد سونے کا اہتمام اور گوشش  
ہوتی تاکہ رات کو اٹھنے میں آسانی ہو،

حضرت کا نظام الاوقات بیان کرتے ہوئے حضرت کے ایک خاص متوسل لکھتے ہیں

”میں بیس پچیس مرتبہ خانقاہ شریف میں حاضر ہوا، زیادہ سے زیادہ ایک مرتبہ

۳۵ دن کے قریب وہاں رہا۔ حضرت کا پروگرام حسب ذیل تھا۔

رات کو تقریباً دو بجے اٹھتے تھے، تہجد، ذکر (نفی، اثبات) مراقبہ وغیرہ

میں فخرنگ مشغول رہتے، فجر کی سنتیں خانقاہ شریف میں پڑھ کر مسجد شریف

لے جاتے تھے، وہاں فرض فجر پڑھ کر سیر کے لئے (۳ میل۔ ڈیڑھ میل جانا

ڈیڑھ میل واپسی) نہر حین غزلی کے کنارے کنارے تشریف لے جاتے تھے

واپسی پر وضو کر کے پھر ذکر و مراقبہ وغیرہ میں مصروف رہتے حتیٰ کہ تقریباً

۱۰ بج جاتے، پھر باہر تشریف لاتے تقریباً ۱۱ بجے تک طعام سے فراغت

ہوتی، تقریباً ۱۲ بجے حضرت آرام فرماتے اور ڈیڑھ دو بجے کے قریب بعد

دوپہر حضرت پھر اٹھ بیٹھتے استنجا، طہارت، وضو سے فارغ ہو کر ظہر کی سنتیں

خانقاہ شریف میں پڑھتے اور فرض مسجد میں ادا کر کے واپس تشریف لاتے اور

اور پھر ذکر و مراقبہ میں مصروف ہو جاتے، بعض خدام نے حضرت کے کمرہ کے

باہر کان لگا کر سنا تو حضرت کو نفی اثبات کا ذکر آہستہ آواز سے کرتے ہوئے سنا

اگرچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ ذکر لسانی صرف ایک



ذریعہ ہے مقصود نہیں ہے مقصود محض یاد ہے، اگر یاد نصیب ہو جائے تو ذکر سانی پھرا دیا جاتا ہے لیکن ایک دفعہ یہ بھی فرمایا تھا کہ بقا کے بعد بھی ترقی عبادات سے ہی ہے، یعنی قرآن پاک کا پڑھنا ذکر الہی کرنا اس سے ہی ترقی ہے، خاموش بیٹھنے اور محض تدبر سے نہیں، غرض کہ حضرت عصر کے وقت تک اسی طرح مصروف رہتے، عصر کی نماز کے بعد عام مجلس ہوتی، حضرت عموماً خاموش رہتے لیکن جب کوئی سوال کرتا تو اس کا جواب مفصل اور مکمل بسط سے عنایت فرماتے جس سے سامعین کی اور سائل کی مکمل تسلی ہو جاتی، مجھے ایک بھی واقعہ ایسا یاد نہیں جس میں کسی سائل نے سوال کیا ہو اور حضرت کے جواب سے اس کی یاد دیگر سامعین کی تسلی نہ ہوئی ہو، مغرب کی نماز کے بعد عشاء تک کا وقت ان سائلین کے لئے مخصوص تھا جو علیحدگی میں کچھ عرض کرنا چاہیں، عشاء کے بعد کھانا تناول فرما کر حضرت آرام فرماتے تھے اور تقریباً چار پانچ گھنٹے آرام کے بعد اٹھ بیٹھتے تھے۔ حضرت کی مجلس کارنگہ بالکل ایسا ہی تھا جیسا کہ چھوٹے پیمانہ پر انبیاء کرام علیہم السلام کارنگہ ہے علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل، والی حدیث صاف چپاں ہوتی تھی زہد و توکل، اخلاص، بات بات سے حیاں تھا کوئی چاہے کتنا ہی امیر ہو حضرت کے دربار میں بھی ہوئی چار پائیوں کے سرہانے کی طرف نہیں بیٹھ سکتا تھا، امرار پائنتی کی طرف ہی بیٹھتے تھے اور علماء کرام کے لئے سرہانے کی طرف مخصوص تھی<sup>(۱)</sup>۔

(۱) مضمون ماسٹر منظور محمد صاحب ایم۔ اے۔



کتابوں کی خواندگی کا سلسلہ | رائے پور کی خانقاہ کی ایک بڑی خصوصیت جو باہر کے آنے والے کو محسوس ہوتی اور

جو حضرت کے ایک خاص ذوق اور تقاضاے قلبی کا نتیجہ تھا، مجلس عام میں ان مفید و منتخب دینی کتابوں اور مواعظ پڑھنے کا سلسلہ تھا جو زندگی کے آخری برسوں میں حضرت کے یہاں کا ایک ضروری معمول اور ایک وظیفہ اور خانقاہ کی زندگی کا انصاب سا بن گیا تھا، اس پابندی تسلسل اور اہتمام کے ساتھ کسی خانقاہ یا دینی مرکز میں کتابوں کے سننے اور پڑھے جانے کا رواج نہیں دیکھا۔

کئی برس سے یہ معمول ہو گیا تھا کہ عصر کی مجلس میں (جو خانقاہ اور حضرت کے یہاں کی سب سے بڑی عمومی اور وسیع مجلس ہوتی تھی) کوئی ایک قابل اعتماد منتخب دینی کتاب پڑھ کر سنانی جاتی۔ سردی گرمی، تندرستی، بیماری، کسی معزز و ممتاز مہمان، یا کسی جلیل القدر عالم کی آمد کے موقع پر بھی اس میں تخلف نہ ہوتا، جو کتابیں اس مجلس میں زیادہ تر پڑھی گئیں وہ حسب ذیل ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی تصنیفات عام طور پر خصوصیت کے ساتھ فضائل نبوی (ترجمہ شمائل ترمذی) اور کتب فضائل بار بار اور مکرر سہ کر پڑھی گئیں۔ حضرت نے کئی بار فرمایا کہ ان کتابوں میں بڑی نورانیت ہے۔

واقعی کی فتوح الشام کا ترجمہ، تاریخ دعوت و عزیمت کا پہلا حصہ بار بار اور دوسرا حصہ ایک دو بار، اور تذکرہ مولانا فضل رحمن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کئی بار پڑھا گیا، سیرت سید احمد شہید بھی (مطبوعہ و قلمی) لاہور و لائل پور کے قیام

(۱) نچ جلد لاہور میں زیر طبع ہے۔



میں پڑھی گئی، قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری کی مقبول کتاب سیرۃ رحمۃ للعالمین کے تینوں حصے بڑے ذوق اور توجہ سے سنے اور پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

شیخ کی کتابوں کے علاوہ سب سے زیادہ جو کتابیں پڑھی گئیں وہ دو تھیں، مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصوم تلخیص و ترجمہ مولانا نسیم احمد صاحب فریدی (مطبوعہ مکتبہ الفرقان لکھنؤ) اور حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ ترجمہ مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھی، اول الذکر کتاب بار بار راپور میں مولانا عبدالمنان صاحب نے سنا اور آخر الذکر مسلسل مہینوں راپور اور لاہور کے آخری قیام اور مرض و وفات میں آزاد صاحب نے پڑھی اور حضرت نے بار بار بڑے جوش کے ساتھ اس پر اپنے تاثر کا اظہار فرمایا، اس کی تصدیق فرمائی اور لوگوں کو متوجہ کیا، اور آپ پر رقت طاری ہوئی۔ ان کتابوں کے علاوہ (جن کے متعلق کہنا مشکل ہے کہ کتنے بار پڑھی گئیں) دارالمصنفین اعظم گڑھ اور ندوۃ المصنفین دہلی کی تاریخ و سیر کی کتابیں سیر صحابہ کے مختلف مجموعے، مولانا محمد منظور نعمانی کی کتابیں جو رد اہل بدعت اور مسلک یونہدی کے دفاع میں ہیں، بڑے شوق اور دلچسپی سے سنی گئیں اور مولانا کو اس سلسلہ کے جاری رکھنے کی ہدایت بھی فرمائی۔

(۱) حضرت کے خادم خاص دو غذا ڈاک کے ہتھم اور سفروں کے رفیق خاص، تقریباً ۱۹ سال حضرت کی خدمت میں رہے اور اسی خدمت کے لئے ہندستان کی شہریت اختیار کی، گوجرانوالہ پنجاب کے رہنے والے اور مدرسہ مظاہر العلوم کے فارغ ہیں۔

(۲) سید سعید علی نام، حکیم سید محمود علی صاحب فتحپوری کے فرزند، اخیر زمانہ میں (جب سے حضرت کو مسجد تشریف لیجانے سے معذوری ہوئی) خانقاہ اور حضرت کے امام عملوۃ تھے۔



عصر کی نماز کے بعد سے مغرب کی اذان تک یہ سلسلہ جاری رہتا، بعض اوقات اذان سے چند منٹ قبل بند ہوتا، بعض مرتبہ بند ہونے پر دریافت فرماتے کہ کیوں خاموش ہو گئے؟ قاری پھر پڑھنا شروع کر دیتا، کتاب شروع ہونے کے بعد حضرت ایسا معلوم ہوتا عالم استغراق میں چلے جاتے، کبھی کبھی متوجہ ہو کر فرماتے کیا فرمایا؟ یا پھر پڑھو، ورنہ بالعموم آپ پر سکوت و استغراق طاری رہتا، معلوم ہوتا ہے کہ حضرت لوگوں کے نفع اور ان کو مشغول رکھنے کے لئے اور ان کی مشغولیت کی حالت میں خود مشغول ہونے کے لئے یہ سلسلہ جاری فرماتے تھے،

کسی زمانہ میں اس معمول میں اتنی ترقی اور انہماک ہو جاتا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو کتاب سے بغیر چین نہیں آتا، بہت ہاؤس سہارنپور کے قیام میں اکثر دیکھا گیا کہ نماز فجر کے بعد جو آرام فرمانے کا معمول تھا اس سے بیدار ہو کر فوراً آزاد صاحب کی طلبی ہوتی، فتوح الشام یا صحابہ کرام کے حالات کی کوئی کتاب پڑھنے کا حکم ہوتا آزاد صاحب کسی ضرورت سے اٹھتے تو دوبارہ ان کی طلبی اور تلاش ہوتی خاموش ہوتے تو فرمایا جاتا کہ کیوں خاموش ہوئے؟ کھانا آنے تک رجب ہمیشہ ۱۱ بجے آجاتا یہ سلسلہ جاری رہتا اس میں انقطاع یا توقف یا ناغہ آپ کو گوارا نہ تھا، ان کتابوں کے ذوق کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ راقم سطور نے اکتوبر ۱۹۶۰ء میں اپنے وطن رائے بریلی سے اطلاع دی کہ تاریخ دعوت و عزیمت کے تیسرے حصہ کے سلسلہ میں حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ مرتب ہو گیا ہے، اس خطا کے کچھ عرصہ بعد رائے پور حاضری ہوئی مصافحہ کے ساتھ ہی کتاب کا مسودہ طلب فرمایا اور اسی وقت پڑھنے کا حکم ہوا، ظہر کے بعد سے عصر تک و عصر کے بعد مغرب تک



برابر یہ سلسلہ جاری رہتا، کبھی کبھی کمرے میں اندھیرا ہونے کی وجہ سے لائٹیں جلا کر کتاب پڑھی جاتی، جب تک کتاب ختم نہیں ہوگئی کوئی دوسرا کام ان وقتوں میں نہیں ہوا،

**ڈاکٹ** | اخیر زمانہ حیات میں نلہر کے بعد (جب تخلیہ کا معمول تھا تو تخلیہ کے بعد اور جب یہ معمول نہیں رہا تو نلہر کے بعد) ڈاک سنی جاتی، اخیر زمانہ میں اسی وقت اخبارات کے سننے کا بھی معمول ہو گیا تھا۔

**بیعت کا سلسلہ** | آرام و طعام اور نماز وغیرہ کے علاوہ بیعت کا سلسلہ ہر وقت جاری رہتا، بالعموم جانے والے فجر کی نماز یا ظہر کی نماز کے بعد

بیعت ہو جاتے، اسی وقت مسافر رخصت ہوتے، مغرب کے بعد بالعموم بیعت کا سلسلہ شروع ہو جاتا، اکثر بیعت کرنے والوں کی کثرت سے کسی چادر یا دستار کو تھام کر بیعت ہونے کی نوبت آتی اخیر دنوں میں تو یہ سلسلہ بہت وسیع اور طویل ہو گیا تھا اور ایک ایک وقت سیکڑوں آدمی بیعت ہوتے اور کئی کئی آدمی بیچ بیچ میں کھڑے ہو کر مگرین کی طرح توبہ کے الفاظ دہراتے اور بیعت کرنے والے ان کو ادا کرتے<sup>(۱)</sup>۔

**ختم خواجگان** | حضرت کی زندگی کے آخری ۵، ۶ سال ختم خواجگان کی بڑی

پابندی رہی۔ رائے پور قیام ہو یا پاکستان یا کہیں اور، بالعموم فجر یا ظہر کی نماز کے بعد آزاد صاحب کے اہتمام میں ختم خواجگان ہوتا۔<sup>(۲)</sup>

(۱) پاکستان کے آخری سفر کے موقع پر اس میں بہت زیادہ وسعت اور بیعت کرنے والوں کا ہجوم ہو گیا تھا اسکی تفصیل پاکستان کا آخری سفر کے ذیل میں ملاحظہ ہو۔ (۲) یہ ختم حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب راپٹوری قدس سرہ کے زمانہ سے معمول ہے، ترکیب یہ ہے کہ پہلے تمام شرکاء ختم دس دس مرتبہ درود شریف پڑھیں، اس کے بعد مجموعی طور پر تین سو ساٹھ بار لا ایلہ الا اللہ اور پھر ۳۶ بار سورہ الم نشرح مع بسم اللہ پھر لا ایلہ الا اللہ تین سو ساٹھ بار لا ایلہ الا اللہ پھر ۳۶ بار سورہ الم نشرح مع بسم اللہ پھر لا ایلہ الا اللہ تین سو ساٹھ بار لا ایلہ الا اللہ پھر تمام شرکاء دس دس بار درود شریف پڑھ کر دعا کریں۔



ختم کے آخر میں آزاد صاحب طویل دعا کرتے جس میں تعلق والے مرحومین کھیلے  
دعاے مغفرت اور جن لوگوں نے فرمائش کی ہوتی ان کی کار بر آری اور مقاصد کے لئے  
اجتماعی دعا ہوتی۔

**رائے پور کی فضا** رائے پور میں ہر وار و و صادر کو سب سے پہلے چو چیز متوجہ کرتی  
تھی وہ ذکر کی کثرت ہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تپہ تپہ سے  
اللہ کے نام کی آواز اور ذکر کی صدا آرہی ہے، دن اور رات کے کم اوقات ذکر کی آواز  
سے خالی نظر آتے، رائے پور کی فضا اور حضرت کے دامنِ عاطفت میں کم استعداد آدمی کو  
بھی یہ بات محسوس ہوتی تھی کہ سکون و اطمینان کی ایک چادر پوری فضا اور ماحول پر تہی  
ہوئی ہے، وہاں پہنچ کر ہر غم غلط از سر ہر زد و اور فکر فراموش ہو جاتی تھی، اہل نظر و اصحاب  
بصیرت کو صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ حضرات نقشبندیہ کی نسبت سکینت ہے جو پور سے  
ماحول پر محیط اور غالب ہے، اس میں حضرت سے جتنا قرب ہوتا اتنا ہی اس کیفیت  
و احساس میں قوت پیدا ہوتی، گویا مرکز سکینت وہ ذات ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے  
نفس مطمئنہ اور یقین و رضا کی دولت سے نوازا ہے۔

رائے پور کے پورے ماحول اور گرد و پیش پر ضبط و تحمل و قار و سکینت اور خانوشی  
کی فضا طاری رہتی، اور یہ آپ کے ضبط و تحمل، عالی نظری اور نسبت کا رنگ تھا، لیکن کبھی کبھی  
وجد و شوق اور سرور و مسرت کی وہ کیفیت جس کو ضبط و تحمل اور تمکین نے مغلوب کر رکھا  
تھا اپنے وجود کا احساس و ولادیتی اور پر وقار اور عالی ظرف دریا کی کوئی کوئی موج ساحل  
سے آکر ٹکرا جاتی اور نسبت چشتیہ اپنا رنگ دکھاتی، کبھی کبھی آپ خود مولوی عبدالمنان ملوی  
کو جن کو اللہ نے درو سوز و خوش الحانی بھی عطا فرمائی ہے اور ان کو عربی، فارسی اور



کے بکثرت شعریاد ہیں) یا آزاد صاحب کو جو سخن شناس بھی ہیں اور سخن مستبح بھی اور ان کی  
 آواز درو میں ڈوبی ہوئی ہے طلب فرماتے اور خواجہ حافظ، امیر خسرو، حضرت خواجہ  
 نصیر الدین چراغ دہلی کی کوئی عاشقانہ یا عارفانہ غزل پڑھو کر سنتے اور عجیب کیفیت و  
 سرور پیدا ہو جاتا، مولوی عبد المنان صاحب سے اکثر حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ  
 دہلی کی مشہور غزل جس کا مطلع ہے

بے کارم و با کارم ہوں مدبجباب بند  
 گویا نیم و خاموشم چوں خطا کتبا بند

اور قصیدہ بانس سعاد وغیرہ عربی، فارسی اور دو کے اشعار سنتے، نیز خواجہ حافظ اور  
 امیر خسرو کی متعدد غزلیں پڑھی گئیں،

کبھی کبھی طلوع صبح سے پہلے کسی ذکر کرنے والے نے ذوق و شوق میں اگر خواجہ  
 حافظ کی یہ غزل پڑھنی شروع کر دی تو مناسب حال ہونے کی وجہ سے اس میں  
 خاص معنویت اور تازگی پیدا ہو گئی۔

میں کہ باشم کہ دراں خاطر عاظر گزیم  
 لطفہا می کنی اے خاکِ رست باج و دم  
 اے نسیم سحری بندگی ما برسوں  
 کہ فراموشی مکن وقت دعا اے محرم  
 ہمتم بدرقہ راہ کن اے طائر قدس  
 کہ دراز است رہ مقصد میں تو سفر

لیکن بہت جلد پھر محفل اور ماحول پر ضبط و تحمل اور سکینت کی فضا طاری ہو جاتی اور  
 سب اپنے اپنے کام میں لگ جاتے اور معلوم ہوتا کہ جام شریعت کے سناٹے  
 سندان عشق کی غار منی کار فرمائی تھی پھر دور جام چلنے لگا۔

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق

بہر ہوسنا کے نداند جام و سندان باختر



ایک حاضر خانقاہ اپنا ایک واقعہ سناتے ہیں۔

”ایک دفعہ جلال آباد لوگ کہتے ہیں کہ بزرگوں کی مجلس میں حال ہو جاتا ہے

گو میں نے تو کچھ نہیں دیکھا ہے (میرے قیام کا) اخیر دن تھا، دوسرے روز

واپس تھی مغرب کے بعد جب ذکر میں بیٹھا تو بیٹھے ہی عجیب حالت شروع ہو گئی

گر یہ اور محویت اور توجہ الی اللہ ایسی کہ اللہ تعالیٰ سامنے ہے اور حضرت میرے

جانب میں اور تسلی فرما رہے ہیں، تمام ذکرین پر عجیب حالت طاری تھی، اس

حالت میں میں نے ذکر بڑی دقت سے پورا کیا اور آخر مجبوراً چھوڑ کر حاضر

خدمت ہوا“

راؤ عطاء الرحمن خاں نے عرض کیا کہ حضرت آج تو عجیب حالت تھی، آزاد صاحب

نے تو توالی ہی شروع کر رکھی تھی<sup>(۱)</sup>۔ آپ نے فرمایا اوہو لاجول ولا قوۃ الا باللہ

بس تمام حالت دگرگوں ہو گئی<sup>(۲)</sup>۔

آزاد صاحب سے اکثر ان کے والد کی نظم فرمائش کر کے سنتے اور جب آزاد صاحب

اپنے مخصوص انداز میں پڑھتے تو دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا

اور سناٹا سا چھا جاتا، نظم کا مطلع یہ ہے۔

یہ سرائے دہر مسافر و! بخدا کسی کا مکان نہیں

جو مقیم اس میں تھے کل یہاں کہیں آج انکا نشان نہیں

رمضان مبارک میں خاص بہار ہوتی ہوگ بہت پہلے سے

رائے پور کا رمضان اسکے منظر ہوتے اور تیاریاں کرتے، ملازمین چھٹیاں لے کر

(۱) یعنی ذکر کے ساتھ شوق انگیز اشعار پڑھ رہے تھے (۲) تحریر صوفی غلام فرید صاحب ساکن جھادریاں



آتے مدارس دینیہ کے اساتذہ اس موقع کو غنیمت جان کر اہتمام سے آتے علماء و حضرات کی خاصی تعداد جمع ہو جاتی، تقسیم سے پہلے مشرقی پنجاب کے اہل تعلق و خدام اور وہاں کے مدارس کے علماء کی تعداد غالب ہوتی، اہل رائے پور اور اطراف کے اہل تعلق اور اولوالعزمی اور عالی ہمتی سے ہمالوں اور مقیمین خانقاہ کے انظار، طعام و سحر کا انتظام کرتے، رمضان مبارک میں اپنے شیخ کی اتباع میں مجلسیں حسب تم ہو جاتیں، باتوں کے لئے کوئی خاص وقت نہ تھا، ڈاک بھی بند رہتی، تخلیہ نماز کے وقت کے علاوہ تقریباً ۲۴ گھنٹے کسی ایسے شخص کے آنے سے گرانی ہوتی جس کے لئے وقت صرف کرنا پڑتا، ان حالات سے پیشتر جمع کے ساتھ ہوتا، جس میں کھجور اور زمزم کا خاص اہتمام ہوتا مغرب کے متصل کھانا، علالت سے پہلے جمع کے ساتھ اس کے بعد چار عشاء کی اذان تک یہی وقت ۲۴ گھنٹے میں مجلس کا تھا، اذان کے بعد نماز کی تیاری اس درمیان میں حضرات علماء جن کا جمع اگلی صوف میں رہتا، بعض اہم اہم سوالات کرتے اور حضرت ان کا جواب دیتے، عشاء کے بعد تقریباً آدھ گھنٹہ کبھی نشست، اور کبھی بیٹھ جاتے، خدام بدن دبا نا شروع کرتے، مسجد و خانقاہ میں تراویح ہوتی، مسجد میں بھی قرآن مجید ہوتا اور خانقاہ میں بھی۔

یوں تو حفاظ کی کثرت ہوتی مگر حضرت اچھے پڑھنے والے بہتر حافظ کو پسند کرتے حضرت نے ایک سال ۱۹۵۲ء میں منصورہ پر رمضان مبارک کیا، ۵۰، ۶۰ خدام ساتھ تھے، مولوی عبدالمنان صاحب نے قرآن مجید سنایا، تراویح کے بعد حضرت کے تشریف رکھنے اور مجلس کا معمول تھا، طبیعت میں بڑی شگفتگی اور انبساط تھا، متعدد حضرات رات بھر بیدار اور مشغول رہتے، غرض دن اور رات ایک کیف محسوس ہوتا تھا، صوفیوں



کم ہمت بھی سمجھتے تھے کہ:-

میخانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے  
ایک حاضر خدمت خادم نے جس کو آخری عشرہ گزارنے کی سعادت حاصل ہوئی  
تھی اور جو اپنی صحت کی کمزوری اور ہمت کی پستی کی وجہ سے مجاہدہ سے قاصر رہا اپنے  
ایک دوست کو ایک خط میں لکھا تھا۔

دکان مے فروش پہ سالک پڑا رہا  
اچھا گزر گیا رمضان بادہ خوار کا





## باطنی کیفیات اور نمایاں صفات

اے مرغِ سحر عشق ز پروانہ بیاموز  
کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد

ایں مدعیان در طلبش بے خبر اند  
آزاکہ خبر شد خبرش باز نیامد

کامل الاحوال بزرگوں کی باطنی کیفیات کا اندازہ عامی کیا گیا ہے۔  
**محبت و شوق** ہیں، ان حضرات کا اصول و مسلک یہ ہے کہ۔

عشق عصیانِ ہاست گزستور نیست

لیکن پھر بھی پیمانہ جب لبریز ہوتا ہے تو دو چار قطرے ٹپک پڑتے ہیں، ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں ضبط کر یہ اور اٹھائے حال کی کوشش اس حقیقت کی غمازی کرتی ہے جس سے سینہ معمور اور دل مخمور ہے، کسی حقیقت شناس نے عرصہ ہوا کہا تھا۔

خوشر آں باشد کہ ستر و لبر آں

گفتہ آید در حدیث دیگر آں

انتخابِ احوال جب کسی شعر کا انتخاب کرتے ہیں یا اس سے ان کو خاص کیف اور ذوق حاصل ہوتا ہے تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ ان کے حقیقت حال کی تصویر اور ان کے دل کی سچی ترجمانی اور تعبیر ہے، ایک مرتبہ راقم سطور نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت مولانا فضل الرحمن



گنج مراد آبادی اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

دل ڈھونڈنا سینہ میں مرے بوا لعجبی ہے

اک ڈھیر ہے یاں راکھ کا اور آگ دہی ہے

حضرت کو اس شعر پر بڑا ذوق آیا اور کئی بار فرمائش کر کے مجھ سے سنا، میں سمجھ گیا کہ اس پسندیدگی اور کیفیت کی وجہ یہ ہے کہ یہ شعر مطابق حال ہے،

حضرت کے خمیر میں شروع سے محبت و عشق کی چنگاری تھی، اور یہ ان کا فطری ذوق اور حال تھا، اس لئے مشائخ اور بزرگوں میں بھی جن کے یہاں یہ عنصر نمایاں اور غالب نظر آتا تھا ان سے خصوصی مناسبت اور عقیدت تھی، اسی بنا پر محبوب الہی سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے عشق کا سا تعلق تھا اور ان کے حالات سے خاص شغف اور شیفتگی تھی اور کسی طرح ان کے حالات سے سیری نہیں ہوتی تھی، (۱) دور آخر میں حضرت مولانا فضل رحمن گنج مراد آبادی کے حالات اور تذکرہ میں یہ جنس بہت ملتی ہے اور اہل عشق کو ان کے واقعات، ان کی کیفیات اور ان کے منتخب و پسندیدہ اشعار سے بڑی چاشنی حاصل ہوتی ہے، لاہور کے دوران قیام ۱۹۵۹ء میں حاجی متین احمد صاحب کی کوٹھی پر کسی دوست کی تحریک و تذکرہ پر تذکرہ مولانا فضل رحمن عصر کے بعد کی مجلس میں پڑھا جانے لگا اس وقت تک کتاب چھپی بھی نہیں تھی اور میرے پاس اس کا ناقص مبیضہ تھا، کتاب شروع

(۱) حضرت کے باربا تقاضے اور تاکید ہی سے راقم نے تاریخ دعوت و عزیمت "کاتیسرا حصہ جو حضرت

خواجہ کے حالات پر مشتمل ہے مرتب کیا، حضرت نے اتنے بار اس کا تقاضا فرمایا تھا کہ بغیر اس ارمان کے

حاضر ہونے سے شرم آنے لگی تھی، بالآخر اللہ نے اسکی توفیق دی اور حضرت نے اسکو حرون بکرون بیانا

پہلے گزر چکا ہے، جب تک وہ ختم نہیں ہوا کوئی دوسری چیز شروع نہیں ہو سکی۔



ہوئی اور مولانا کے سادہ لیکن دل کو تڑپا دینے والے حالات اور واقعات پڑھے جانے لگے تو ساری مجلس پر ایک کیف سا طاری ہو گیا، جو درحقیقت حضرت کی کیفیت باطنی کا عکس تھا، زبان حال گویا کہہ رہی تھی:-

پھر پرستشِ جراحِ دل کو چلا ہے عشق

سامان صد ہزار نمکداں کئے ہوئے

بعض اہل احساس نے بیان کیا کہ ایسا کیف مجلس میں اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آیا، حضرت نے ایک بار فرمایا کہ بڑی پیاری باتیں ہیں، پھر فرمایا: پیاروں کی باتیں پیاری ہی ہوتی ہیں۔

اسی بنا پر حضرت مولانا ہی کے ایک معاصر اور صاحبِ محبت شیخ سائیں توکل شاہ صاحب انبناوی کا تذکرہ بھی بڑے ذوق و کیف کے ساتھ فرمایا کرتے تھے، یہاں بھی کشتش کی وہی وجہ تھی، حضرت کے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب دونوں حضرات کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور دونوں نے خصوصی توجہ فرمائی تھی، حضرت خواجہ سلیمان تونسوی اور دو سر مشائخ چشتیہ سے مناسبت اور خصوصی تعلق کی وجہ بھی یہی تھی،

اہل درو و محبت کے یہاں ہمیشہ سے عشق و محبت کے اشعار سے تسکین و قوت حاصل کرنے کا دستور رہا ہے، اس کا مقصد صرف دل کی آسج کا (جو بعض اوقات ناقابل برداشت ہو جاتی ہے) نکالنا یا اس پر آنسوؤں کے چھینٹے دینا ہوتا ہے، اپنے زمانہ کے مشہور نقشبندی شیخ حضرت مرزا نطنز جان جانان نے اسی ضرورت و حقیقت کا اظہار اس طرح کیا ہے:-

آہی درد و غم کی سرزمین کا حال کیا ہوتا

محبت گر ہمازی چشم تر سے سینھ نہ برساتی



اس کے لئے اہل دل رسوم و ضوابط کے پابند کبھی نہیں رہے کبھی سادگی کے ساتھ کبھی ذرا  
ترنم سے کوئی عارفانہ عاشقانہ شعر سن لیا اور تسکین حاصل کر لی، اس لئے کہ :-

فریاد کی کوئی لئے نہیں ہے

نالہ پابند لئے نہیں ہے

حضرت بھی بعض اوقات اضطراب کسی صاحبِ دل اور صاحبِ نسبت کا کلام سن  
لیتے، بعض اوقات اپنی اس باطنی کیفیت و ضرورت کی بنا پر فرمائش کرتے اور سادگی و تکلفی  
کے ساتھ عربی، فارسی، اردو اور زیادہ تر فارسی یا پنجابی کا عاشقانہ کلام پڑھا جاتا ہے ۱۹۵۷ء  
یا ۱۹۵۸ء میں جب سہارنپور سے پاکستان تشریف لے جا رہے تھے تو یہ خادم سہارنپور  
سے لدھیانہ تک اسی کار پر تھا جس پر چھ تشریف رکھتے تھے، سہارنپور سے جب کار روانہ  
ہوئی اور سواد شہر سے نکلی تو حضرت کی بے کلی و بے تالی کی عجیب کیفیت دیکھی، معلوم ہوتا  
تھا کہ کسی کل چپن نہیں آتا پیچھے کی سیٹ پر خود بدولت اور مولانا عبدالحلیم صاحب اور  
مولانا عبدالمنان صاحب تھے، آگے کی سیٹ پر ڈرائیور کے ساتھ یہ خادم بیٹھا ہوا تھا،  
مجھ سے ارشاد ہوا کہ کچھ سناؤ، یہ خادم اگرچہ مختلف وقتوں میں عارفانہ و عاشقانہ اشعار  
پڑھا کرتا تھا، لیکن اس وقت کچھ ایسا عرب طاری ہوا کہ سوائے دو چار شعر کے کچھ یاد نہ  
آیا، حضرت کی طبیعت مبارک اسی وقت اس کی متقاضی تھی کہ ترنم سے پڑھا جائے وہ  
بھی اس وقت نہ ہو سکا، اس سے تسکین نہ ہوئی تو فرمایا کہ بزرگوں کے واقعات سناؤ  
اتفاق سے وہ بھی کچھ زیادہ یاد نہ آئے، اس اضطراب کو دیکھ کر بار بار اس کا خیال آیا کہ  
کاش ایسی موقع پر مولوی عبد المنان صاحب دہلوی ہوتے اور حضرت کو خوش کرتے۔

پاکستان کے قیام میں بعض زمانوں میں یہ ذوق زیادہ غالب آجاتا اور جب بانوس و



فہم لوگ ہوتے تو پنجابی کے اشعار سنتے، ایک زمانہ میں سونے سے پہلے بہت دن تک  
یہی معمول رہا۔

اسی محبت و شوق اور دائمی نسبت و تعلق کا نتیجہ تھا کہ بڑی سے بڑی جسمانی  
تکلیف اور بیماری کی شدید سے شدید اذیت کے موقع پر بھی حرف شکایت زبان پر کیا  
دل میں بھی نہیں آنے پاتا تھا جو اس محبت و شوق کے بغیر ناممکن ہے مالک کے احسان  
کا شکر کا جذبہ اور انس مع اللہ ان جسمانی اذیتوں اور انکے احساس پر غالب رہتا تھا۔  
مولانا عبد الوحید صاحب بیان کرتے ہیں۔

”آخری ایام میں معمول تھا کہ عشا کی نماز اول وقت پڑھ کر فوراً لیٹ جاتے  
تھے ایک دن فرمایا کہ بہت جلدی نماز پڑھاؤ مجھے پیشاب لگا ہے سلام پھیرتے  
ہی فرمایا، چار پانی جلد اندر لیجاؤ، خدام چار پانی اندر لے گئے اور چوکی پر بٹھا دیا بہت  
دیر بیٹھے رہے پیشاب نہیں ہوا (حضرت کی تکلیف کا اندازہ اسکو ہو سکتا ہے جس نے  
اس زمانہ میں انکو دیکھا ہو) سخت تکلیف تھی فرمایا پیشاب نہیں ہوا مجھے اٹھا لو  
خدام نے اٹھا کر لٹانے کا ارادہ کیا پھر فرمایا بہت جلدی کرو، پھر چوکی پر بٹھایا گیا  
پھر بہت دیر بیٹھے رہے، فرمایا میں گر رہا ہوں مجھے جلدی سے اٹھا لو، پھر اٹھا کر لٹایا  
پھر فرمایا مجھے اٹھاؤ، پھر یہی صورت پیش آئی، کئی مرتبہ کے بعد پھر جب اٹھانے کے  
لئے فرمایا (اس وقت انتہائی تکلیف کا عالم تھا) تو اتنا لفظ زبان سے نکلا کہ میرے  
مالک..... ایک خادم کے جی میں آیا کہ حضرت والا کو ساری عمر کیسی کیسی تکلیفیں رہیں مگر  
ساری عمر ایک کلمہ بھی شکایت کا زبان پر نہ آیا مگر آج یہ جملہ کیسے نکل رہا ہے حضرت نے  
جملہ پورا فرمایا، میرے مالک کا میرے ساتھ عجیب فضل کا معاملہ ہے، وہ خادم دل



میں اس عاجلانہ خیال پر نادم ہوئے۔

اسی طرح ایک مرتبہ شدید بخار تھا، بیہوشی کی یہ حالت تھی کہ رات بھر بے چین رہا اور صبح کو کچھ احساس نہ ہوا کہ کیا تکلیف تھی، بے چینی کی یہ کیفیت تھی کہ کسی پہلو چین نہ تھا کبھی بیٹھتے کبھی لیٹتے۔ آدھی رات کے بعد خادم نے عرض کیا کہ اب کچھ سکون ہے؟ ارشاد فرمایا، الحمد للہ سکون تو ہے ہی، اسکے علاوہ کوئی لفظ زبان سے ایسا نہ نکلا جس سے آرزوگی کا اظہار ہوتا ہو۔“

حضرت کو اپنے شیخ کی طرح  
قرآن مجید سے شغف اور اسکی تلاوت کا انداز

اسکے پڑھنے اور سننے سے بڑا شغف اور ذوق تھا خود حافظ تھے، تخلیہ اور صبح کے ٹہلنے میں اکثر قرآن مجید ہی سے اشتغال رہتا، کلام الہی کی تلاوت میں آپ کا کیا انداز تھا اور آپ اس وقت کیا مراقبہ اور استحضار فرماتے تھے، اسکا کسی قدر اندازہ اس روایت سے ہوگا، جو ایک معتبر خادم نے بیان کی۔

جب حضرت رحمۃ اللہ کی صحت اچھی تھی، تو رمضان المبارک میں بعد نماز عصر مجلس سے الگ تنہائی میں قرآن پاک کی تلاوت فرماتے ایک صاحب جو وہیں رہا کرتے تھے بتلاتے ہیں کہ میں ادھر سے گذرا، تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی قرآن پڑھنے کی کیفیت کچھ کھلی، اور بہت ہی کھلی معلوم ہوئی، اور دل ہی دل میں بے ساختہ یہ دعا کی کہ اے اللہ اس طرح پر قرآن پاک پڑھنا ہم کو بھی عطا فرما دے، رمضان المبارک کے گزرنے کے بعد غالباً حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں صاحب کو بلایا، اور فرمایا کہ، آؤ تمہیں بتلاؤں قرآن ایسے پڑھا کرو، وہ جو قرآن پاک میں آتا ہے، کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے باتیں



کرتے اور اس شجر سے سنتے تھے، اپنے کو وہی شجر تصور کرو اور پھر اپنے میں سے قرآن پاک کے نکتے ہونے الفاظ کو یوں سمجھو کہ یہ خدا سے پاک فرما رہے ہیں، اور کانوں سے اسی انداز پر سنو کہ میں اپنے اللہ کا کلام اللہ ہی کی آواز میں سن رہا ہوں، اور اسی طرح پر فرمایا کہ فرماتے ہوئے یہی کیفیت سراپا اپنے اوپر طاری کرنی، اور فرمانے کا یہ اثر ہوا کہ وہی کیفیت دل میں جیسے اتر گئی، وہ ہی صاحبِ لہجوں بتلاتے ہیں، کہ مدت تک قرآن پاک ایسی ہی کیفیت کے ساتھ پڑھنا نصیب ہوا، اور بہت ہی لطف آیا، اور یہ انداز قرآن پاک کی تلاوت کے سلسلہ کی ترقیوں میں نئے نئے

اضافوں کا سبب بنا،

ان بزرگوں کے اس تعلق و محبت کا اندازہ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **محبت رسول** کے اس تعلق و محبت کا اندازہ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذات گرامی سے ان کو حاصل ہے بغیر ان کو قریب سے دیکھے اور کچھ دن صحبت میں رہے، نہیں ہو سکتا، دور سے دیکھنے والے تو ان کو زاہد خشک اور معاذ اللہ بے ادب اور محبت سے نا آشنا سمجھتے ہیں، مگر ان کا حال وہ ہوتا ہے جو آسمی نازی پوری نے پوری احتیاط کے ساتھ بیان کیا ہے۔

صحابیہ جا کے کہیومرے سلام کے بعد

کہ تیرے نام کی رٹ ہے حدائے نام کے بعد

اس محبت اور جذبہ کی تسکین بھی نعتیہ اشعار سے ہوتی تھی، حضرت خاص طور پر صحابہ کرام کے نعتیہ اشعار زیادہ شوق اور فرمائش سے سنتے تھے، خصوصیت کے ساتھ قصیدہ بانٹ سعاد حضرت کا بڑا محبوب قصیدہ تھا اور اکثر مولوی عبدالمنان صاحب دہلوی سے اسکے ناسنے کی فرمائش کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن رواحہ کے اشعار۔



فینا رسول اللہ یتلو الکتابہ      اذا نشق معروض من الفجر ساطع  
 ارا ان الہدی بعد العمی فقلوبنا      بہ مرقنات ان ما قال واقع  
 یبیت میجانی جنبہ عن فراشہ      اذا استثقلت بالمشرکین المضاجع

حضرت کو خوب یاد تھا اور خود پڑھ کر سنا تے تھے،  
 حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی طرف منسوب قصیدہ جس کا مطلع ہے،  
 صبا بسوئے مدینہ روکن ازین دعا گو سلام برخواں  
 بگرد شاہ مدینہ گرد و بصد تضرع سلام برخواں  
 اکثر پڑھا کر سنا، اسی طرح۔

و لم زندہ شد از وصال محمد  
 جہاں روشن است از جمال محمد  
 اسی طرح پنجابی اور ملتان کے لغتہ اشعار محمد شفیع صاحب اور کمر صاحب سے اکثر نکرتے  
 تھے اور اس وقت اکثر آنکھیں پر نم ہوتیں۔  
 ایک مرتبہ حضرت مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے، اس خادم نے عرض کیا کہ  
 حضرت اس مسجد میں بعد کے لوگوں نے بڑی زیب زینت پیدا کر دی اور قیمتی قالین بچھائے  
 کاش یہ مسجد اپنی پہلی سادگی پر ہوتی، معلوم نہیں اس وقت حضرت کس حال میں تھے جو ش  
 آگیا، فرمایا "حضرت اور زیادہ زیب زینت ہو، دنیا میں جہاں کہیں جمال اور زیب زینت  
 ہے انھیں صدقہ میں تو ہے" مجھے شرمندگی ہوئی اور احساس ہوا کہ یہ حضرات کس قدر محبت  
 سے بھجے رہتے ہیں،

مرض وفات میں مدینہ طیبہ کا ذکر سن کر سبب اختیار رفت طاری ہوتا ہے اور بعض



اوقات بلند آواز سے رونے لگتے، مولانا محمد صاحب النوری عمرہ کے لئے روانہ ہوئے تھے حضرت سے رخصت ہونے کے لئے آئے، مدینہ طیبہ کا ذکر ہوا تو حضرت دھاڑیں مار کر رونے مولانا محمد صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی حضرت اقدس کو اس سے پہلے بلند آواز سے روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ بالو عبد العزیز صاحب آئے تو ان سے فرمایا دیکھو یہ مدینہ جا رہے ہیں، یہ کہہ کر حضرت کی چھین نکل گئیں<sup>(۱)</sup>۔

کتاب میں اس کا تذکرہ کئی بار آچکا ہے کہ صحابہ کرامؓ سے تعلق و محبت

حضرت پر ابتداءء شعور سے صحابہ کرامؓ کی محبت و عظمت کا بڑا غلبہ تھا اور حضرت کو ان کے حالات اور تذکرہ سے بڑی مناسبت اور شغف تھا، اکثر انھیں کا تذکرہ کرنا اور سننا پسند فرماتے تھے ان کی فتوحات و معازی کی کتابوں سے سیری نہیں ہوتی تھی، فتوح الشام و اقدی سے خاص شغف تھا، خلفائے راشدینؓ اور ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے مناقب بڑی دلچسپی اور لطف سے سنتے تھے اور اس داستان کو زیادہ سے زیادہ طول دینا پسند کرتے تھے،

بگرنے تو ان گفتن تمنائے جہانے را  
من از شوق حضور می طول دام داستان را

پاکستان میں بالخصوص (وہاں کے حالات کی بنا پر) یہ ذکر و تذکرہ بہت بڑھ جاتا تھا، ایک روز ایک مجلس میں فرمایا:-

اگر شیعہ کے اصول کو دیکھا جائے تو پھر اسلام میں تو کچھ نہیں رہ جاتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی کمال ہی نہیں معلوم ہوتا، ہم دیکھتے ہیں کہ

(۱) مکتوب مولانا محمد صاحب النوری



ایک ہزرگ کی صحبت سے ہزاروں لاکھوں انسانوں کی اصلاح ہو جاتی ہے اور  
 صحبت کی برکت سے بچے دیندار بن جاتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 صحبت سے کوئی بھی پکا مسلمان نہیں بنا<sup>(۱)</sup>۔

ایک مرتبہ ان حضرات کو مخاطب کرتے ہوئے جو سادات کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں  
 اور تشیع کی طرف راہل ہیں فرمایا:۔

بھائی میں تو سیدوں سے عرض کرتا ہوں کہ مجھے تو آپ حضرات پر اعتبار  
 نہیں رہا کہ ہم تو اچھے خاصے مندروں میں پوجا پاٹ میں لگے رہتے تھے آپ کے  
 بڑوں نے ہمارے بڑوں کو اسلام کی دعوت دی، ہم بیک کہتے ہوئے ان کے  
 پیچھے ہو لئے اب آپ ہمیں چھوڑ کر کوئی شیعہ ہو رہا ہے، کوئی مرزائی اور کوئی عیسائی  
 اور کوئی منکر حدیث پس بھائی ہمیں یہی اسلام کافی ہے، یہ ہمارے بس کا نہیں کہ  
 تم جہاں جاؤ ہم تمہارے پیچھے پیچھے بھاگے پھریں، اگر صحابہ کرام رضوان اللہ  
 تعالیٰ علیہم مسلمان نہیں ہیں تو ہمیں تو اور کوئی مسلمان نظر نہیں آتا،<sup>(۲)</sup>

مولانا محمد صاحب انوری لکھتے ہیں:۔

حضرت نور اللہ مرقدہ کو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات سننے

کا بڑا ذوق و شوق رہتا تھا، مولانا محمد یوسف صاحب کی کتاب حیاۃ الصحابہ<sup>(۳)</sup>

(۱) مجلس ۶، رجمادی الثانیہ ۱۲۶۶ھ کو کئی صوفی مجددی صاحب (۲) تھری صوفی غلام فرید ساکن جھاڑپا

(۳) حیاۃ الصحابہ مولانا محمد یوسف صاحب کی جلیل القدر تصنیف ہے کتاب عربی میں ہے، یہ صحابہ کرام

کے حالات و واقعات اور تبلیغ و دعوت کی روداد کا نہایت نغمہ مجموعہ ہے، دو ضخیم حصے مطبع دارۃ المعارف

میدان آباد سے مطبع ہو چکے ہیں، تیسرا حصہ زیر طبع ہے۔



(جو کبھی خلوت میں سنائی گئی) سن کر بہت روتے تھے اور پنجاب کے افسار میں لاہور  
 دلائل پور میں تو ہم نے دیکھا ہے کہ محمد شفیع کبیر والہ ضلع ملتان سے آجاتے تو ان سے  
 مناقب صحابہ کے متعلق پنجابی نظیں سنتے اور رقت طاری ہو جاتی، اکثر اوقات  
 حضرت اقدس کی زبان مبارک پر پنجابی کا یہ شعر رہتا تھا۔

اود یوانے محمد دے میں دیوانہ صحابہ دا

اوپروانے محمد دے میں پروانہ صحابہ دا

پھر محمد شفیع کے انتظار میں رہتے جب آتے تو یہ شعر ضرور سنتے۔<sup>(۱)</sup>

اپنے شیخ اور اکابر سے تعلق | شریف الفطرت اور کریم النفس انسان جس سے  
 کوئی نعمت پاتا ہے ساری عمر اس کا احسان مانتا

ہے اور اس کے گن گاتا ہے، پھر جس شخص کو کسی شیخ کامل اور مقبول بارگاہ کی خدمت میں  
 طویل صحبت اور خصوصی قرب حاصل رہا ہو اور اس نے شب و روز جلوت و خلوت میں  
 بنظر غائر اسکی زندگی کا نظالوہ کیا ہو اور اسکے کمالات اس پر منکشف ہوئے ہوں، اس کا دل  
 کس طرح اس کی محبت و عقیدت سے لبریز اور اسکی زبان کس طرح اس کے محامد و فضائل  
 بیان کرنے میں مشغول نہ ہو،

حضرت اپنے شیخ و مربی حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب قدس اللہ سرہ کی محبت  
 و عقیدت سے لبریز تھے، اور یہ آپ کا ایک دائمی حال اور ذوق بن گیا تھا، جس وقت آپ  
 کا ذکر فرماتے تھے اس شعر میں ذرا مبالغہ اور شاعری نہیں معلوم ہوتی ہے،

(۱) مکتوب مولانا محمد صاحب انوری، مولانا عبد الجلیل صاحب فرماتے ہیں کہ باوجود غلبہ کے نعت کے آخری مصرعوں

کا اثر حضرت پر ہوتا تھا اور بعض اوقات اس اثر سے بدن میں حرکت دیکھی گئی۔



زبان پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا  
کہ میرے لظوق نے بوسے مری زبان کھیلے

حضرت کے اخلاص و ولہیت، حضرت کی بے نفسی و فنائیت، حضرت کے اجتہاد و بصیرت پر آپ کو پورا اعتقاد و اعتماد تھا، ایک مرتبہ فرمایا:-

”میں اپنے حضرت کی تعریف اس لئے نہیں کرتا کہ اس میں بھی اپنی ہی تعریف ہے، ورنہ ہمارے حضرت تصوف کے امام تھے اور تو کچھ نہیں عرض کرتا البتہ اتنا جانتا ہوں کہ میں چودہ سال حضرت کی خدمت میں رہا، اس طویل مدت میں کبھی ایک کلمہ بھی حضرت کی زبان مبارک سے نہیں سنا، اس میں اپنی تعریف کی بوجہ آتی ہو، حُب جاہ ایک ایسی چیز ہے جو سب سے آخر میں اولیاء اللہ کے قلوب سے نکلتی ہے جب سالک صدیقین کے مقام تک پہنچتا ہے تب اس سے سچھا چھوٹتا ہے، یہ بات میں نے اپنے حضرت میں خوب اچھی طرح سے دیکھی کہ حُب جاہ کا وہاں سرکنا ہوا تھا!“<sup>(۱)</sup>

حضرت کو اپنے شیخ اور شیخ سے نسبت رکھنے والی چیزوں سے اتنا انس اور محبت تھی کہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں تو رائے پور کا کتا بھی پیارا ہے۔ حضرت کا کوئی دور سے دور کا رشتہ دار بھی ہوتا تو اس سے اس طرح جھک کر ملتے کہ گویا اپنے کسی معزز قریبی عزیز سے مل رہے ہیں اور ان سے اس درجہ اظہار تعلق فرماتے کہ نہ جاننے والے یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتے کہ یہ لوگ حضرت کے کوئی قریبی عزیز اور خصوصی تعلق والے ہیں، اپنے قریبی عزیزوں کو ان کے مقابلہ میں ہمیشہ پیچھے رکھا۔<sup>(۲)</sup>

(۱) (۲۰۱) تحریر مولانا عبد الوحید صاحب۔



اس غایت تعلق کا نتیجہ یہ تھا کہ کامل مناسبت اور اتحاد پیدا ہو گیا تھا، ایک مرتبہ فرمایا کہ میرے اور شیخ کے تعلق کو کیا پوچھتے ہو، جو بات حضرت کے قلب میں آتی وہی باطن صحت کے دل میں آجاتی تھی، اور جو میرے قلب میں آتی وہی حضرت کے قلب میں آتی (۱) حضرت سے تعلق رکھنے والوں کے ساتھ خادمانہ برتاؤ فرماتے تھے اور ان کے حقوق کو ادا کرنے کی کوشش کرتے تھے اور اس کو اپنے حق میں نہایت مفید و موجب ترقی سمجھتے تھے، ایک بار فرمایا کہ۔

”راے پور میں شاہ زاہد حسن صاحب مرحوم کی بیماری کی خبر آئی، میں نے سوچا کہ یہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خادم تھے، خالص لوجہ اللہ بغیر ملائے ان کی عیادت کو جانا چاہئے، اس لئے راے پور سے پیدل بہٹ گیا، اس جانی میں عجیب کیفیت رہی اور ایک ایسی خوشبو آتی رہی کہ پھر وہ نہیں آئی، یہ اس تصحیح نیت کی برکت تھی (۲)۔“

یہ تعلق مرور ایام اور طول مدت سے مضمحل اور کمزور نہیں ہوا تھا بلکہ جوں جوں وقت گزرتا اور وقت آخر قریب آتا جاتا تھا، اس محبت و تعلق میں اضافہ و ترقی تھی۔ ۱۹۴۷ء میں حضرت لکھنؤ میں مولانا محمد منظور صاحب کے مکان پر تشریف رکھتے تھے، علامہ شہزاد صاحب نے حضرت اپنے مرشد مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب کے مرض و وفات اور انتقال کا حال

(۱) تحریر مولانا عبد الجلیل صاحب (۲) اس بیماری کے بعد حضرت شاہ صاحب عرصہ تک زندہ رہے

حضرت شاہ صاحب کی پشت پر سرفازان ہو گیا تھا اور وہ اچھا ہو گیا، اس مرض تک شاہ صاحب کو حضرت سے کچھ زیادہ موانست و عقیدت نہ تھی لیکن اسکے بعد انکو حضرت سے عاشقانہ و خادمانہ تعلق پیدا ہو گیا اور بغیر تک رہا۔ (۳) تحریر مولانا عبد الجلیل صاحب۔



بیان فرما رہے تھے، جب انتقال کا ذکر فرمایا تو آنکھوں میں آنسو تھے اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ زخم تازہ اور حادثہ بالکل قریب کا ہے، لاہور کے زمانہ قیام میں مرض وفات میں حضرت کا ایک مکتوب بنام شاہ زاہد حسن پڑھا جا رہا تھا، جب آخر میں حضرت کا اسم گرامی "احقر محمد رحیم" آیا تو ضبط نہ ہو سکا اور رقت طاری ہو گئی،

نہ صرف اپنے شیخ جن سے براہ راست تعلق تھا اور جو ولی نعمت تھے بلکہ اپنے سلسلہ کے تمام فیوخ بالخصوص سلسلہ ولی اللہی اور سلسلہ اداویہ کے مشائخ اور اہل سلسلہ سے نہایت درجہ عقیدت مندی اور عشق و محبت کا تعلق تھا، ان حضرات کے بارے میں کسی طرح کی تحقیق یا تنقید کی طبیعت متحمل نہیں تھی، اور یہ ایک ایسی غیر اختیاری کیفیت تھی، جس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو سچی محبت، کامل اعتماد اور شرافت اور شکرگزاری کا جذبہ فطرت میں ملا ہے، صوفی محمد حسین صاحب راوی ہیں۔

"ایک دفعہ ڈھڈیاں میں شام کا کھانا ہو رہا تھا، حضرت والا خود سترخان پر تشریف فرما تھے، ایک صاحب لائل پور سے تشریف لائے جن کا جماعت اسلامی سے تعلق تھا، السلام علیکم کہہ کر بیٹھ گئے، حضرت نے ان کو کھانے میں شریک ہونے کو کہا، چنانچہ کھانے میں شریک ہو گئے، ان کو حضرت کے ساتھ ہی جگہ ملی، ابھی ایک ہی لقمہ اٹھایا ہو گا کہ انہوں نے حضرت اقدس سے سوال کیا (بڑے اکھڑنے سے سوال بھی کیا) حضرت! شاہ اسماعیل شہید اور حضرت سید احمد شہید کی تحریک کیوں ناکام ہو گئی تھی؟ ناکامی کی وجوہات کیا تھیں؟ حضرت اقدس نے بڑی ناگواری کے ساتھ بلکہ غصہ کے ساتھ فرمایا کہ ہم کوئی بزرگوں کے عیب نکالنے کے لئے تھوڑے بیٹھے ہوئے ہیں، ان کی سعی بہر حال مشکور ہے، اس سے وہ



صاحب خاموش ہو گئے<sup>(۱)</sup>

حضرت نے اپنے مرشد و مربی حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فنائیت و بے نفسی کے متعلق اپنا

## بے نفسی و فنائیت

ذاتی مشاہدہ و تاثر جو کچھ بیان فرمایا، حضرت کے یہاں رہنے والوں کا بعینہ ہی تاثر حضرت کی ذہنی متعلق ہے کہ کبھی ایک کلمہ بھی ایسا نہیں سنا جس میں اپنی تعریف کی بوجہ بھی آتی ہو، حجت جاہ کا یہاں سرکٹا ہوا تھا، اس خادم کو ۱۳۶۹ھ کے آخری سفر حج میں ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا اور تقریباً تین مہینے شب و روز ساتھ رہنا ہوا، بعض خدام نے اپنے ادراک و الطاف الہی کے واقعات بھی سنائے، پورے سفر میں حضرت نے کوئی ایسی بات نہیں فرمائی جس سے حضرت کے علوم مرتبہ یا کسی کشف و ادراک کا احساس ہو، حج کے علاوہ بھی کبھی کوئی ایسی بات قصداً نہیں فرمائی جس سے لوگوں کی عقیدت میں اعتنا نہ یا آپ کی بزرگی کا احساس ہو، خدام نے جب سنا، اپنی نفی، اپنا انکار اپنی بے حسی اور عبادت کا اظہار سنا، مشیخت کی باتیں یا متصوفانہ نکات یا سلوک و معرفت کی تحقیقات بیان کرنے کا حضرت کے یہاں دستور ہی نہ تھا، اہل علم سے پوچھتے، تصوف کی کوئی بات پوچھتا تو اگر حضرت شیخ الحدیث یا کوئی دوسرا صاحب علم و حکم نظر قریب ہوتا تو اس کی طرف مائل فرما دیتے، اگر اصرار کیا جاتا اور بات ضروری ہوتی تو نہایت نپے تلے لفظوں میں مغز کی بات فرما دیتے، ایسی بات سے گریز کرتے جس سے آپ کی ثروت نگاہی باریک بینی کا اندازہ ہو لیکن اہل حقیقت سمجھ جاتے کہ

غواص کو مطلب ہے گہر سے کہ صدقے

(۱) مولانا عبد الجلیل صاحب کی روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میں اسٹی برس کا بوڑھا قبر میں پاؤں نکالے

بیٹھا ہوں اب بزرگوں کے عیب ڈھونڈنے کے واسطے رہ گیا۔



کسی بھری مجلس میں خواہ اس میں کیسے ہی نئے نئے اور سر پر آوردہ اشخاص کیوں نہ ہوں، اپنی لاعلمی اور اپنے عامی ہونے کا اظہار کرنے میں کوئی تاثر نہ ہوتا خواہ اس کا اثر حاضرین مجلس اور خاص طور پر صاحب علم طبقہ پر کچھ پڑتا ہو، راولپنڈی میں ایک مرتبہ قریشی صاحب کی کوٹھی پر چمن میں عصر کے بعد بڑی وسیع مجلس تھی، بعض اعلیٰ عمدہ دار، ممتاز علماء اور عمائد شہر جمع تھے، پروفیسر عبد اعنی صاحب جے پوری نے (غالباً اس خیال سے کہ حضرت کچھ ارشاد فرمائیں اور لوگ مستفید ہوں) سوال کیا کہ حضرت صبر کی حقیقت کیا ہے؟ حضرت نے بڑی بے تکلفی سے راقم کی طرف اشارہ کیا کہ مجھے تو معلوم نہیں ان سے پوچھو! میں نے اپنے نزدیک بڑی کسری اور تواضع سے کام لیتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت مجھے تو اس لغوی معنی کے سوا کچھ معلوم نہیں، نہایت سادگی اور اطمینان سے فرمایا کہ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں! مجلس پر سنا نا چھا گیا، حضرت کو اس کا احساس نہیں معلوم ہوتا تھا کہ مجلس کے خواص حضرت کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے، جن کو علماء و عمائد کے ایک بڑے گروہ نے اپنا شیخ و مرتی تسلیم کر رکھا ہے،

ایک مرتبہ لائل پور کے دوران قیام میں اس بارے میں خدام و اجباب کے درمیان بڑی کشاکش تھی کہ حضرت رمضان کہاں کریں، لائل پور کے اہل تعلق لائل پور کے لئے کوشاں تھے لاہور کے اجباب لاہور کے لئے مُصر تھے اور قریشی صاحب وغیرہ راولپنڈی کے لئے عرض کرتے تھے، حضرت نے ایک روز سچور کے وقت تینوں گروہوں کے خاص خاص اشخاص کو بلایا اور فرمایا کہ بھائی دیکھو میں ایک عزیز کا شتکار کا لڑکا ہوں، میرے گھر میں ایسی عزت تھی کہ میں جب طالب علمی میں آیا کرتا تھا تو میری والدہ کو فکر ہوتی تھی کہ گہوں کی روٹی کا انتظام کس طرح کریں؟ یعنی بھی ہوں، اول تو کچھ زیادہ پڑھا نہیں، پھر جو کچھ پڑھا تھا وہ بھی بھولا



گیا اب تم جو مجھے کھینچے کھینچے پھرتے ہو اور کوئی ادھر لے جانا چاہتا ہے کوئی ادھر تو یہ محض اس کی برکت ہے کہ کچھ روز اللہ کا نام لیا، تم خود اخلاص کے ساتھ چند روز اللہ کا نام لیا نہیں لیتے کہ خود مطلوب بن جاؤ، یہ تقریر کچھ ایسی سادگی اور اثر کے ساتھ فرمائی کہ بعض حضرات کی آنکھوں میں آنسو آگئے،

لکھنؤ سے بریلی جاتے ہوئے سفر میں مجھ سے فرمایا کہ آپ لوگ اہل علم ہیں، انہیں اپنے مجھے کیوں آگے کر دیا اور کیوں مجھے شرمندہ کرتے ہیں، ایک ستر شد غلام کو جو اپنی حقیقت اور احتیاج سے کسی قدر واقف تھے، اس کا جو جواب دینا چاہئے تھا وہ عرض کیا گیا۔ ایک مرتبہ آزاد صاحب نے حضرت کو مخاطب کر کے ایک غزل کہی جس کا مقطع تھا۔

یہ کیا تم ہے کہ آزاد تیرے ہوتے ہوئے

ہے سیکدہ میں بھی اور تشنہ کام ہے ساقی

یہ شعر سن کر فرمایا کہ بھائی میرے پاس تو پانی بھی نہیں، یہ شعر تو شیخ الحدیث کو سنانا یہ دراصل حضرت کا حال تھا جس میں کسی تصنع یا مصلحت بینی کا دخل نہیں تھا، بدادہتہ اور وجد لنی طرز پر اپنے کو ہر کمال سے عاری سمجھتے تھے اور اہل نظر کے نزدیک یہ مقام ہزار کرامتوں اور ہزار علوم و معارف سے ارفع ہے۔

بے نفسی اور فنائیت کا ایک واقعہ جو میرے نزدیک سیکڑوں مجاہدات اور صدیوں کرامات سے بھی بلند اور بیش قیمت ہے یہاں نقل کیا جاتا ہے اس واقعہ سے اندازہ ہو گا کہ حضرت کی طبیعت وقتی تاثرات و جذبات کس قدر غیر متاثر واقع ہوتی تھی اور آپ کا مزاج کیسے بے نفسی اور فنا کیسے کے کس درجہ پر پہنچ گیا تھا اور آپ کی طبیعت میں کس قدر عجز و تواضع کی



بناہ کی قوت اور حق شناسی تھی۔

وفات سے تین چار ماہ قبل کا واقعہ ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خادم جو ساری عمر خانقاہ کے کھانے وغیرہ کے ذمہ دار رہے۔ بوجہ اپنی علالت کے انکی بیوی نے اپنے لڑکے کے ذریعہ معذوری ظاہر کر دی جس پر حضرت کے کچھ فرمائے بغیر مولانا حبیب الرحمن صاحب نے اپنے گھر میں کھانے کا انتظام کیا، حضرت نے بالکل سکوت فرمایا اس کے بعد منتظمین نے ان کے خلاف بہت شکایات کیں، کھانا اچھا نہیں ہوتا، روٹی کچی ہوتی ہے۔ کبھی نمک غائب، مہانوں کو تکلیف ہوتی ہے غرض کہ اس طرح کی بہت سی باتیں انھوں نے کہیں۔ گویا وہ چاہتے تھے کہ بہت اچھا ہوا کہ انھوں نے استعفیٰ دیدیا۔ حضرت سے انھوں نے کہا کہ یہ منجانب اللہ ہوا ہے ہم چاہتے بھی یہی تھے، لیکن ان سب کے کان بھرنے کے باوجود حضرت نے سکوت اختیار فرمایا کبھی ایک لفظ بھی نہیں کہا، صرف ایک مرتبہ ان شکایات کے جواب میں ایک عام بات یہ فرمائی کہ ”بھائی اصل میں ایک کام جب بہت دن تک کیا جاتا ہے تو اس میں اتنا اہتمام نہیں رہتا اور ایسی باتیں ہو ہی جاتی ہیں۔“

یہ حال دو سکر دن حضرت نے انکو دوسری کوٹھی سے بلوایا، مگر وہ آئے نہیں، کئی گھنٹے کے بعد پھر بلوایا پھر بھی نہیں تشریف لائے نظر کے بعد پھر وہ شکایات کا سلسلہ جاری ہوا۔ اس کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً آدمی بھیجا اب کی وہ تھوڑی دیر کے بعد آگے کمرہ خان کروایا گیا۔ چار پائی کی پشت پر حضرت کے بھائی مولانا عبدالوحید صاحب تشریف رکھتے تھے، حضرت



استغراق میں تھے جب وہ آئے تو حضرت نے فرمایا کون ہے؟ انھوں نے کہا  
ظفر الدین فرمایا آگئے؟ تمہارا کیا حال ہے؟ انھوں نے اپنا حال بتایا اور  
ڈاکٹر کے دکھانے کا ذکر کیا۔

حضرت نے ارشاد فرمایا مجھے تمہاری بیماری کی بہت فکر ہے اللہ تعالیٰ تمہیں صحت عطا فرما  
میں بہت معذور ہوں، چل نہیں سکتا ورنہ دن میں کسی مرتبہ تمہاری خدمت  
میں آتا، اگر تکلیف کی وجہ سے نہیں آسکتے ہو تو اپنے لڑکے بشیر احمد کے ذریعہ اپنی  
خیریت کہلوادیا کرو دو ابھی تو تم نے خریدی ہوگی؟ جب ڈاکٹر کے پاس گئے تو کچھ پیسے  
تو لے جاتے، انھوں نے جواب دیا کہ حضرت دست روپے لے گیا تھا اور دو  
اتنے ہی میں آئی اسکے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میری واسکوٹ کی جیب  
میں ہاتھ ڈالو (اس میں اس وقت ۳-۴ روپیہ تھے) اور فرمایا کہ یہ رکھ لو  
دوائی وغیرہ میں کام آئیں گے۔ اس کے بعد فرمایا کہ دوسری جیب بھی تو  
دیکھو اس میں بہت بڑی رقم تھی فرمایا کہ یہ بھی رکھ لو انھوں نے کچھ تکلف  
کیا حضرت نے فرمایا کہ اور بھی بہت سے خرچ ہیں اسکو رکھ لو، اللہ کا شکر  
کرو۔ یہ محض میرے مالک کا فضل ہے جب وہ رقم لیکر واپس جانے لگے  
تو حضرت نے پھر آواز دی اور ارشاد فرمایا۔ تم نے ہمارا کھانا پکانا کیوں چھوڑ  
دیا؟ تین چار ہینہ کی بات تھی میں تو چاہتا تھا کہ تمہارے ہی ہاتھ سے کھاتے  
انھوں نے اپنی اور اپنی اہلیہ کی بیماری کا ذکر کیا۔ حضرت نے فرمایا تمہارے  
تین بچیاں ہیں، انھوں نے عرض کیا کہ وہ چھوٹی بچیاں ہیں، حضرت نے فرمایا  
ہم تو چاہتے ہیں کہ تمہارے ہی ہاں کھائیں چاہے جیسا بھی ہو کچا ہو پکا ہو



بے نمک ہو جس طرح کا بھی ہو۔ اگر تم اور تمہارے گھروالے نہ کر سکیں تو ایک ...  
 ... ملازمہ رکھ لو ان کا خرچ انشا اللہ میں دوں گا، اس کو مجھ سے لے لیا کرو کسی کو خبر نہ ہو  
 لیکن یکے تمہاری ہی نگرانی میں، انھوں نے کہا کام کرنے والی کوئی سحورت اچھی  
 ملتی نہیں، حضرت نے فرمایا کہ تمہیں اچھی نہیں ملتی تو میں بھائی فضل الرحمن سے  
 ہی کہتا ہوں وہ انتظام کر دیں گے۔ انھوں نے کہا کہ سوچ کر بتاؤنگا اسی درمیان  
 میں یہ بھی فرمایا کہ تمہارے پاس چاول کی بوریاں بھی تو آئی تھیں اس میں سے ایک  
 بوری چاول علی میاں کے لئے ہمیں چاہئے اسکے بعد چلے گئے اسکے بعد حضرت نے  
 کچھ نہیں کیا

دوسرے تیسرے روز بہت بڑی تعداد میں ہدایا و تحائف اور رقمیں آئیں  
 حضرت کی جیبیں تو روپے سے بھر ہی چکی تھیں پوری چار پالی بھی نوٹوں سمٹ  
 گئی، اپنے بڑے رومال میں ان سب روپیوں کو اکٹھا کر کے باندھ لیا اسکے بعد  
 حاجی ظفر الدین صاحب کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ اسکو خوب مضبوطی سے اور  
 کس کر باندھو تاکہ زیادہ بڑی نہ معلوم ہو اور لیجاؤ، کھانے کے سلسلہ کی کوئی بات  
 نہیں فرمائی۔ (روایت مولانا عبدالوحید صاحب)

حضرت نے اس دور انحطاط و مادیت میں مشائخ متقدمین  
 زہد و توکل اور بذل و سخا | اور گزشتہ عہد کے اصحاب یقین کے زہد و توکل کی یاد تازہ  
 کر دی، آپ کو دیکھ کر اور آپ کی صحبت میں کچھ رہ کر ان کے ان واقعات کی تصدیق ہو جاتی تھی،  
 جو اس زمانہ کے نا آشنا اور ظاہر میں اشخاص کو مبالغہ آمیز اور مشکوک معلوم ہوتے ہیں، یہاں آ کر مال و  
 دولت اور روپیہ پیسہ کی حقیقت کھل جاتی تھی اور صاف نظر آتا تھا کہ وہ اس مرد خدا کی نظر میں کنکریوں اور



شکیوں سے زیادہ نہیں، یہاں نہ کسی امیر کا اعزاز تھا نہ اس کی دولت و ثروت اور جاہ و شہرت کا تذکرہ، بعض مرتبہ وزراء کے حکومت آتے اور چلے جاتے، کبھی مخصوص خدام سے بھی (جو بعد میں آتے) ان کی آمد کا تذکرہ تک نہ فرماتے، ہندوستان و پاکستان دونوں جگہ اس طرح استقبال و وداع ہوتا جو بڑے بڑے وزراء و امراء کو نصیب نہیں لیکن ایک جگہ کے استقبال یا وداع کا دوسری جگہ ذکر بھی زبان پر نہ آتا، معلوم ہوتا کہ یہ سب تماشہ ہے یا یہ سب اعزاز کسی دوسرے کا ہو رہا ہے، کار کے سفر میں کاروں کا ایک کارواں پیچھے ہوتا لیکن معلوم ہوتا کہ اس سب اعزاز و احترام سے بے تعلق اور علیحدہ کسی اور حقیقت پر نگاہ جمی ہوئی ہے۔

سبے مایوس اور سبے مستغنی تھے مگر چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کا ایسا تکفل ہوتا کہ عقل ظاہر میں انگشت بنداں رہتی، دوامیں انگلستان تک سے آتیں، موسم کے پھل اور میوے اور خاص طور پر جن کی حضرت کو غذا یا دوا میں ضرورت ہوتی، وہ سہارنپور و دہلی اور پاکستان تک سے بڑے اہتمام سے آتے اور اتنے جمع ہو جاتے کہ ان کا ختم کرنا مشکل ہو جاتا، اکثر دیکھا گیا کہ ادھر حضرت کو معالج لے کوئی پھل بتایا، ادھر کوئی خادم بڑی مقدار میں نذر لے آیا، اور اس کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا، ایک خادم اپنا مشہور واقعہ لکھتے ہیں:-

”آموں کی فصل تھی کثرت سے آم مہانوں کو بھی تقسیم ہوا کرتے تھے، ایک بار فرمایا، اب تو انگور ہوتے، یہ بات کھانے کے بعد فرمائی تھی، ظہر میں جو مہمان آئے وہ انگور لے کر آئے اور پھر انگوروں کا اتنا سلسلہ شروع ہوا، کہ انگور بھی آموں کی طرح تقسیم ہوتے تھے۔ ایک بار فرمایا کہ اللہ نے مجھ پر اتنی رزق میں وسعت فرمائی ہے کہ اگر چاہوں تو مہانوں کو مرغ پلاؤں روزانہ کھلاؤں“

(۱) صوفی انعام اللہ لکھنوی۔



ایک مرتبہ رائے پور سے پاکستان کے لئے روانگی ہوئی سہارنپور میں فرمایا کہ غلطی ہوئی، موم نہیں لے لیا، پاکستان میں دقت سے ملتا ہے، موم روغن کی ضرورت ہوگی، کچھ ہی دیر کے بعد دیکھا گیا کہ ایک شخص بہت سا موم لئے چلا آ رہا ہے اور نذر کر رہا ہے<sup>(۱)</sup>۔

اسی سلسلہ کا ایک اور واقعہ جو مولانا عبد الوحید صاحب بیان کرتے ہیں قابل ذکر ہے

مولانا کہتے ہیں۔

• ایک صاحب اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں، ابتدا میں حاضری ہوئی۔ ان دنوں حضرت اپنے گھر جانے کی تیاری فرمادی تھی دیکھا تو جیب میں ایک پیسہ نہیں اور اتنے طویل سفر کی تیاری ہو رہی ہے اور جو اللہ تعالیٰ بھیجتے ہیں وہ سب ارباب حجاج میں تقسیم فرمادیتے ہیں، سفر کے بیچ میں ایک دن رہ گیا ہے میں دیکھ دیکھ حیران ہوں کہ اسی طرح تقسیم فرماتے رہے تو آخر سفر کیسے ہوگا، دوپہر کے وقت بہت سے مہمانوں ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ گاؤں سے بھائی فضل الرحمن خان صاحب آئے اور حضرت کے کان میں عرض کیا میں پاس کھڑا سن رہا تھا "ایک منی آرڈر بمبئی سے ۵۴ روپیہ کچھ آنے کا آیا ہے بھیجنے کا پتہ میں جانتا نہیں حضرت نے فرمایا میں بھی نہیں جانتا، حضرت کا معمول تھا کہ ایسے منی آرڈروں کو واپس فرمادیتے تھے مگر اس موقع پر فرمایا کہ اسکو رکھ لو، اللہ تعالیٰ نے ہمارے سفر کے لئے انتظام فرمایا ہے اسکے بعد فرمایا کہ حساب لگاؤ کہ انٹر کرایہ میرا اور میرے ساتھی کا ڈھڈیاں تک کیا ہوگا، انہوں نے جوڑ کر بتایا کہ ٹھیک ۵۴ روپیہ کچھ آنے ہی ہوتے ہیں حضرت نے یہ فرماتو دیا لیکن اس رقم کا رکھنا بھی طبیعت پر بار ہونے لگا چنانچہ سہارنپور پہنچ کر

(۱) روایت آزاد صاحب۔



وہ بھی کسی ضرورت مند کو عنایت فرمادیا۔

اسی سلسلہ کا ایک عجیب و غریب واقعہ جو خدا کے مقبول بندوں کے حالات اور ان کے ساتھ خدا کی سبب الاسباب کا جو معاملہ ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے اس کے پیش نظر تو عجیب و غریب نہیں لیکن ظاہری نگاہ اور روزمرہ کے واقعات کے لحاظ سے ضرور عجیب ہے مولانا عبدالوحید صاحب کی زبانی سننے میں آیا۔

ستری احمد حسن صاحب<sup>(۱)</sup> اور حافظ محمد ابراہیم صاحب<sup>(۲)</sup> وغیرہ اجاب دہرہ دون کا معمول تھا کہ اکثر ہفتہ میں کسی شام کو موٹر پر رائے پور آ جلتے اور رات وہاں رہ کر اگلے دن دہرہ دون واپس ہو جلتے ایک مرتبہ وہ ایسے ہی دہرہ دون سے رائے پور آ رہے تھے کہ انکو راستہ میں بیچ سڑک پر ایک سیاہ سا جانور کھڑا نظر آیا قریب ہی جنگل اور جنگلی جانوروں کی شکار گاہ ہے اس لئے پہلے انکو یہ خیال آیا کہ کوئی شیر یا تیندوا وغیرہ ہوگا باوجود ہارن بجانے کے وہ راستہ سے نہ ہٹا، آخر کار انھوں نے موٹر روکی اور قریب جا کر دیکھا تو ایک نیل تھا اسکو انھوں نے پھر ہٹانے کی کوشش کی تاکہ راستہ صاف ہو اور موٹر چلے لیکن وہ اڑا کھڑا رہا اور وہاں سے نہ ہٹا، انکے پاس شکار کا کوئی سامان نہ تھا، یہاں تک کہ کوئی چھرا چا تو بھی نہ تھا انھوں نے کچھ دیر انتظار کیا کچھ ہی دیر کے بعد ایک دوسری موٹر یا ٹرک آیا، اسکی سواری میں سے کسی کے پاس چا تو تھا انھوں نے وہ چا تو لیا اور اسی نیل کو حلال کیا۔ وہ گویا اسی کے لئے کھڑا تھا انھوں

(۱) ستری احمد حسن صاحب حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سے بیعت میں حضرت سے بھی بڑا تعلق رکھتے تھے اور اس برادرانہ رشتہ کی وجہ سے حضرت کو بھی ان سے بہت انس و الفت تھا ہر دو دن میں نوٹروں وغیرہ کی مرمت کا کام کرتا تھے حضرت اکثر سواری سے آتے جاتے انکے ہاں ٹھہرتے تھے، ذکر شکل اور خوش اوقات بزرگ ہیں (۲) حافظ محمد ابراہیم صاحب دہرہ دون میں بٹھے گاگا و بار تھا انکو بھی حضرت سے بہت تعلق تھا۔



نے اسکو موٹر پر لا دیا۔ اور رائے پورے آئے حضرت کو جب یہ قصہ معلوم ہوا تو فرمایا کہ  
اللہ کا بڑا فضل ہے میرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ کل فلاں فلاں بزرگ تشریف  
لائے ہیں<sup>(۱)</sup> ہمارے پاس گوشت نہیں ہے۔ کاش کہیں سے گوشت آجاتا اللہ جلّٰلے یہ بیان کیا

ادھر غیب سے ضرورت کی ایشیا رکن آمد تھی، ادھر ان کا فوری صرف، روپیہ کھانا کو  
رکھنا اور اس پر رات کا گزرنہ طبیعت پر بڑا بار تھا، خدام جو کچھ پیش فرماتے تھے فوراً دوسرے  
خدام مقیمین خانقاہ اہل حاجت اور آنے والوں کو پیش کر دیتے، حاجی فضل الرحمن خاں کہتے  
ہیں کہ صرف میرے ہاتھوں سے کئی لاکھ روپے حضرت نے دوسروں کو دلوائے ہیں، بعض اہل علم  
کو کرایہ کے نام سے سو سو دو سو کی رقم عطا فرمانے کا عام دستور تھا، کبھی ان کی آمد پر بڑی شفقت  
سے فرماتے کہ میں تو بہت دن سے تمہارا انتظار کر رہا تھا اور تمہارے لئے رقم رکھے ہوئے تھا  
پھر فوراً کچھ عنایت فرماتے، ایک خادم جو سفر حج میں ساتھ تھے حجاز سے مصر و شام چلے گئے  
تھے، ان کے ایک رفیق کو ایک بزار کی رقم عنایت فرمائی اور فرمایا کہ ان کو بھیج دو اور لکھ دو کہ تمہاری  
صحت بحری سفر کی متحمل نہیں، تم ہوائی جہاز سے سفر کرنا میں نے خود دیکھا ہے کہ بعض اوقات  
سنی آرڈر سے کوئی معتدبہ رقم آئی، وصول کرتے ہی کسی کے حوالہ فرمادی، جو لوگ اس عادت  
سے واقف تھے وہ ایسے موقع پر موجود رہنے سے احتیاط کرتے تھے۔

صوفی محمد حسین صاحب لکھتے ہیں:-

مولانا عبداللہ صاحب دھرم کوٹ نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ لاہور میں صوفی

عبدالحمید صاحب کی کوٹھی پر حضرت والا قیام پذیر تھے، دوپہر کا وقت تھا اور سب لوگ

(۱) اس موقع پر جہاں تک راقم کو یاد ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اور حضرت شیخ الحدیث کا نام یا ممکن ہے

مولانا عاشق النبی صاحب بھی ساتھ ہوں۔ (۲) روایت مولانا منظور صاحب نعمانی۔



سوہے تھے، میں ساتھ کے کمرہ میں تھا، حضرت چارپائی پر آرام فرما رہے تھے لیکن بیدار تھے اور سب خدام سوہے تھے، ایک نووارد آئے حضرت سے ملے اور کچھ نذرانہ پیش کر کے رخصت ہو گئے، حضرت نے ان کے جانے کے بعد فرمایا "ارے بھائی کوئی ہے، چونکہ خدام سب سوئے ہوئے تھے صرف ایک صاحب پاس بیٹھے ہوئے تھے (جن کا نام مولانا نے مصلحتاً نہیں بتایا) انہوں نے حضرت کی بات کا جواب دیا، فرمایا یہاں آؤ دیکھو یہ کیا ہے؟ انہوں نے دیکھ کر تہلکا یا کہ حضرت مبلغ سات سو پینتیس روپے ہیں، فرمایا اچھا ان کو جیب میں ڈال لو، انہوں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے ضرورت نہیں ہے، مجھ پر اللہ کی مہربانی ہے، اور میں اس کے لئے حضرت کی خدمت میں حاضر بھی نہیں ہوا، فرمایا "اچھی بس ڈال بھی لو، کہیں کام آجائیں گے" (۱)

محمد اختر صاحب (نوبسم) بیان کرتے ہیں کہ:-

"ایک دفعہ جمع لگا ہوا تھا، بہت سے حضرات بیٹھے تھے، کسی شخص نے مصافحہ کرتے وقت بے تکلف عرض کیا: حضرت دس روپیہ کی ضرورت تھی، حضرت نے فرمایا اللہ سے دعا کرو، پھر خاموش ہو گئے، تھوڑی دیر میں ایک شخص آیا، سو روپیہ کا نوٹ حضرت کے ہاتھ پر رکھا، حضرت نے آواز دے کر فرمایا "ارے بھائی وہ شخص کہاں گیا جو دس روپیہ مانگ رہا تھا؟ وہ بولا، اچھی حضرت بیٹھا ہوں، فرمایا "ارے یہ دس روپیہ؟ اس نے عرض کیا حضرت یہ تو سو روپیہ میں، فرمایا "ارے جا تیری مویج ہو گئی"۔

رقم کی مقدار اور تعداد میں ان حضرات کے نزدیک کوئی فرق اور اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی بعض مرتبہ حقیر سی رقم قبول اور بعض مرتبہ بڑی رقم واپس فرمادیتے، مولانا منظور صاحب بیان

(۱) روایت آزاد صاحب۔



کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے سامنے دو منی آرڈر آئے، ایک پانچ کا تھا، ایک نوے کا، پانچ کا قبول فرمایا، نوے والے کو یہ کہہ کر واپس فرمایا کہ میں انہیں پہچانتا نہیں ہوں۔  
 رائے پور کا دسترخوان بہت وسیع تھا، بالعموم ۵۰-۶۰ اور بعض دنوں میں کئی کئی سو آدمی نہان ہوتے، دسترخوان اگرچہ بالعموم سادہ ہوتا اور حضرت اس سادگی اور اہل خانقاہ اور اہل ذکر کے لئے جفاکشی اور سادہ غذا کو پسند فرماتے اور تکلفات و تنعم کو ان لوگوں کے لئے مضر سمجھتے جو اپنی اصلاح و تربیت کے لئے آئے ہوئے ہیں، پھر بھی اس میں تنوع اور تکلف ہوتا رہتا، خصوصاً خصوصی مہمانوں کی آمد کے موقع پر تو ہر وقت ایسا تنوع ہو جاتا کہ بڑے بڑے امراء کے یہاں دیکھنے میں نہ آتا۔

مولانا محمد منظور صاحب نعمانی لکھتے ہیں:-

"اب سے چار پانچ سال پہلے کی ایک دن کی بات ہے ہم دونوں (یعنی عاجز اور رفیق محترم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی) بھی حاضر تھے، لگ بھگ سوا مہان ہوں گے، دسترخوان پر خود میں نے گنا چار قسم کی تو کھیر تھی تین قسم کی مچھلیاں تھیں، گوشت بھی کئی قسم کا تھا، یہ سب قرب و جوار کے دیہات کے حضرت کے مجید و مخلصین حضرت کے مہمانوں ہی کی نیت سے خود اپنے گھروں سے پکوا کر لے آتے تھے اور رائے پور کے خوش نصیب بھالی تو روزانہ ہی اپنے گھروں سے ناشتہ دانوں میں بھر بھر کے کئی کئی قسم کے کھانے لاتے تھے۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۗ كَايَ ظَهْرٍ اَدْحَرٍ جِدَّ بَرَسُوْنَ سَلْسَلٌ مَّوْرِبَاتُهَا ۗ حَقٌّ يٰۤهٰنَ كَلَّا ۗ يَوْمَ هُوَ فِي شَأْنٍ ۗ ۱۔ لیکن یہ سب کچھ اس دور میں ہوا جب حضرت اپنی مسلسل علالت کی وجہ سے خود اس میں سے کچھ بھی نہیں کھا سکتے تھے۔"



حضرت شیخ الحدیث کی آمد پر جتنا تکلف و اہتمام ہو حضرت کو بجا اور پر محل معلوم ہوتا تھا، اسکا سامان بھی اللہ تعالیٰ بروقت اور غیب سے فرماتا اور اس کے لئے کبھی کسی تردد کی ضرورت نہ ہوتی، غرض انھیں اہل توکل و یقین کو دیکھ کر آیت قرآنی وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ اور مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ کی تصدیق و تفسیر ہوتی۔

دین سے استغنا معاشی بحران و دنیا پرستی کے اس دور | مقبولیت و محبوبیت میں آپ کی ذات کی طرف ایسا رجوع ہوا اور محبین و معتقدین کا ایسا ہجوم ہوا جس سے مسلمانوں کے عہد عروج اور دینداری و خدا طلبی کے دور ترقی کی ایک ہلکی سی جھلک نظر آگئی، آپ کہیں ہوں گاؤں میں یا شہر میں، ہندستان میں یا پاکستان میں، اہل طلب و اہل ارادت آپ کی ذات کو گھیرے رہتے تھے اور بغیر کسی اعلان و اشتہار کے پروانہ وار جمع ہو جایا کرتے تھے، غالباً ۱۹۵۷ء میں آپ پاکستان جانے کے لئے رائے پور سے روانہ ہو کر گانگوں والی کوٹھی پر بہت میں مقیم تھے، یہ جگہ آبادی سے باہر نہر کے کنارے الگ تھلگ ہے راقم لکھنؤ سے رخصت کرنے کے لئے حاضر ہوا تو دیکھا ایک میلہ سا لگا ہوا ہے، ناواقف آدمی دیکھتا تو سمجھتا کہ واقعی کوئی میلہ ہے روانگی کے وقت مصافحہ و سلام کرنے والوں کا ایسا ہجوم ہوا کہ بڑی مشکل سے آپ کی راحت اور باطمینان روانگی کا انتظام کیا جاسکا ہولانا اکرام احسن صاحب کا ندھلوی نے اس منظر کو دیکھ کر کہا۔

حسن کی جلس خریدار لئے پھرتی ہے

ایک بازار کا بازار لئے پھرتی ہے

یہی پاکستان میں حال ہوتا، کہیں تشریف رکھتے کسی کسی سو کا مجمع حاضر رہتا، وسیع کوٹھیوں کا



چہرہ ذکر کرنے والوں اور دُور دُور سے آنے والوں سے آباد و معمور ہوتا، آپ کی ذات نے ثابت کر دیا کہ زمانہ کے انقلاب کا بہانہ ہے، اخلاص و کمال کہیں مخفی و مستور نہیں رہ سکتے، جہاں گل ہوگا وہاں بلبل اور جہاں شمع ہوگی وہاں پروانے ضروری ہیں۔

**مَحَبَّتٌ وَ شَفَقَةٌ** | حضرت کی زندگی اور اپنے خدام و اہل تعلق کے ساتھ تعلق میں جو ادا سب سے زیادہ نمایاں اور روشن تھی وہ حضرت کی غیر معمولی محبت و شفقت تھی، جسکو اس محبت کا تجربہ ہوا تھا، شفقت مادی سے تعبیر کرتے تھے اور اس کیلئے اس سے بہتر الفاظ اور تشبیہ نہیں ملتی، اس شفقت کو دیکھ کر زمانہ سابق کے شیوخ کاملین (حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء وغیرہ) کی شفقت کے واقعات یاد آتے تھے اور اسکی تصدیق ہوتی تھی کہ ان کے خدام اگر جگہ نہ ہونے کی وجہ سے دھوپ میں کھڑے ہوتے تھے تو فرماتے تھے کہ سایہ میں آجاؤ، دھوپ میں تم کھڑے ہو اور بجلائیں جا رہا ہوں، ان کے دسترخوان پر لوگ کھانا کھاتے تو فرماتے کہ تم کھاتے ہو اور مجھے محسوس ہوتا ہے کہ کھانا میرے حلق میں جا رہا ہے اور اندازہ ہوتا تھا کہ جب ان حضرات کی شفقت کا یہ حال ہے تو انبیاء علیہم السلام اور سید الانبیاء علیہ السلام (عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ) کی رافت و شفقت کا کیا عالم ہوگا؟!

حضرت کی یہ ادا اور مزاج اتنا نمایاں اور ان کی زندگی اور اخلاق و معاملات پر اتنا غالب اور حاوی تھا کہ کوئی خادم بھی جس سے حضرت کو کچھ تعلق ہو اسکی لذت و حلاوت سے نا آشنا نہیں رہ سکتا تھا اور وہ بلا تصنع کہتا تھا کہ حضرت کی شفقت نے ماں باپ کی شفقت کو یاد دلا دیا اور بہت سے لوگ تو اس پر بھی ترجیح دیتے تھے، حضرت کے ایک مرشد اس شفقت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-



”حضرت ایسے شفیق تھے کہ ماؤں کی شفقتیں ان پر قربان، میں نے اپنی باون

سالہ عمر، ۲۷ سالہ تعلق میں نہ کسی کی ماں اور نہ کوئی استاد، نہ کوئی دوست، نہ کوئی بزرگ

ایسا مہربان دیکھا، مہمانوں میں سے اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو حضرت کو تمام رات

نیند نہیں آتی تھی<sup>(۱)</sup>۔ اس ڈر کی وجہ سے خدام کسی مہمان کے بہت زیادہ بیمار ہونے

کا تذکرہ نہیں کرتے تھے۔

حضرت کے ملنے والے تمام حضرات فردا فردا یہ سمجھتے تھے کہ حضرت کو

جلتی مجھ سے محبت ہے اوروں سے نہیں، سب سے زیادہ محبت مجھی سے ہے

آپ کے اندر کوئی ایسی بجلی کی سی محبت تھی کہ جتنا بھی کوئی مصیبت زدہ اور فکر مند

ہوتا حضرت کو دیکھ کر تمام کلفتیں دور ہو جاتیں، بہت سے جو لوگ پیدل چل کر

جاتے یا بھادریاں سے جو ڈھٹیاں پاپیادہ جاتے ان میں بوڑھے اور امیر لوگ

ہوتے جو بیچارے بالکل تھک جاتے، بس حضرت کو دیکھتے ہی تمام تکان دور

ہو جاتا، یہ خود میرا بار بار کا تجربہ اور مشاہدہ ہے<sup>(۲)</sup>

ایک دوسرے صاحب تحریر یہ باتے ہیں:-

”میں نے اپنی تمام عمر میں ایسا شفیق شخص نہیں دیکھا، کوئی شخص اپنے

بیٹوں سے اتنی محبت نہیں کر سکتا جتنی حضرت ہم لوگوں کے ساتھ کیا کرتے

(۱) مولوی عبدالمنان صاحب بلوئی لکھنؤ کے زمانہ قیام مرکز میں ودگردہ میں مبتلا ہوئے، حضرت کوہن کی

وجہ سے سخت بے آرامی وبے چینی تھی، بعض مرتبہ آپ خاموشی سے اٹھ کر انکی جائے قیام پر تشریف لے جاتے

اور ان کا حال دیکھتے، ہر طرح کے علاج و تدابیر کا اہتمام فرماتے۔

(۲) کتب مولانا سعید احمد صاحب (ڈونگہ بونگہ) ضلع بھاول نگر،



تھے، ایک دفعہ کھانے کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت نے کچھ بھی نہ کھایا،  
حضرت نے کمال شفقت سے فرمایا کہ تم کھاتے ہو تو میں ہی کھاتا ہوں<sup>(۱)</sup>۔

مولانا محمد صاحب انوری تحریر فرماتے ہیں:-

”جب میں حضرت اقدس کے حکم سے (تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں) جیل گیا  
تو حضرت سرگودھا سے میرے گھر (لائل پور) تشریف لائے اور بچوں کو تسلی بخشی  
دیتے رہے، فرمایا میں فقط تم سے ملنے کے واسطے آیا ہوں، ملک واحد بخش حسب  
نے کہا کہ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، وہ تو حضرت کے حکم کی دیر تھی، حکم ہوا فوراً جیل  
پہلے گئے، اس پر حضرت اقدس پر بہت رقت طاری ہو گئی، فرمایا وہ پہلے بھی میرے  
ہی کہنے پر ڈھا کہ تبلیغ پر چلے گئے تھے، وہاں بھی ہم نے ہی بھیجا تھا<sup>(۲)</sup>۔

مولوی محمد یحییٰ صاحب بھاول نگری اپنی پہلی تائمری اور حضرت کی شفقت کا ذکر کرتے ہوئے  
لکھتے ہیں:-

”حضرت نورارتھ تشریف لائے ہوئے تھے، اسحق بھی والد ماجد کے  
ساتھ چلا گیا، والد صاحب نے پہلے مصافحہ کیا، حضرت نے نور اسحق کا نام  
لے کر دریافت فرمایا کہ برخوردار نہیں آئے؟ والد صاحب نے عرض کیا آیا تو  
ہے و صنو کر رہا ہے، اتنے میں اسحق بھی حاضر ہو گیا، مجلس بھری ہوئی تھی، حضرت  
نے بڑی شفقت سے مصافحہ فرمایا، اور بڑی ہی محبت فرمائی، حتیٰ کہ فرمایا برخوردار  
تم تو میرے پاس ہی بیٹھ جاؤ، میں تمیل ارشاد میں بیٹھ گیا، حضرت والد صاحب  
بازنانا صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ برخوردار کا میرے

(۱) مکتوب مامستر منظور محمد صاحب ایم۔ اے۔ (۲) تحریر مولانا محمد صاحب انوری



پاس خط آیا تھا کہ میرے فلاں فلاں سبق ہیں میرے لئے دعا کریں اور میری اصلاح کرنی آپ پر واجب ہے ورنہ قیامت کے دن دامن گیر ہوں گا، تو میں نے بڑا غور کیا کہ یہی نام کا کون لڑکا ہے؟ آخر خیال آیا اور ہو یہ تو حضرت بھاول نگری رحمۃ اللہ علیہ کا پوتا ہے تو مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ الحمد للہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد دین کی طرت تو چل نکلی.....

پھر تقریر ہوتی رہی جو تقریر فرماتے اس کا خطاب مجھ کو فرماتے، اگر تھوڑی دیر کے لئے بھی مجلس سے الگ ہوتا تو فوراً بلایا جاتا، نماز کے وقت پر حاضری میں دیر ہو جاتی تو فوراً یاد فرماتے اور اپنے برابر ایک ہی چارپائی پر بٹھلاتے احقر کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا جیسے کہ اپنے بڑے محسن سے کیا جا سکتا ہے.....

پھر فرمایا کہ جس پر کوئی اتنا خوش ہوتا ہے تو وہ انعام بھی دیا کرتا ہے، مجھے اتنی خوشی ہے کہ برخوردار کو انعام دیا جائے، اس کے بعد آپ نے اپنی جیب سے پچاس روپیہ نکال کر عنایت فرمائے، والد صاحب سے فرمایا دیکھو یہ رقم برخوردار کی ہے اسی پر خرچ کرنی ہوگی، کھانے پینے کی جو چیز آتی اسی وقت مجھے اپنے ساتھ بلا کر کھلاتے اور فرماتے بھائی یہ تو برخوردار کے لئے ہے اور مجھ سے فرماتے برخوردار خوب کھاؤ<sup>(۱)</sup>۔

حضرت کے ایک خادم صوفی محمد حسین صاحب لکھتے ہیں:-

۱۹۵۳ء میں جبکہ احقر دفتر ڈپٹی کمشنر جہلم میں ملازم تھا، حضرت اقدس لاہور سے راولپنڈی تشریف لے جا رہے تھے، جب جہلم سے گزرے تو کار کے

(۱) تھری مولوی محمد یحییٰ صاحب بھاول نگری،



ڈرائیور سے فرمایا کہ کار کو شہر کی طرف لے چلو، جب شہر پہنچے تو فرمایا کچھری کا راستہ  
 پوچھ کر کچھری کو چلو، چنانچہ کچھری پہنچے اور گراؤنڈ میں کار کھڑی کر کے کار سے باہر  
 اترے، اس وقت صبح کے سات بجے تھے، نوبکے دفتر کھلتے تھے، کوئی آدمی  
 کچھری میں موجود نہ تھا، آخر ایک سپراسی ملا، اس سے راقم کے مکان کا پتہ دریافت  
 کیا، اس نے لاعلمی کا اظہار کیا اور بتایا کہ نوبکے دفتر کھلے گا چنانچہ کچھ دیر کچھری کے  
 میدان میں حضرت والا ٹہلتے رہے اور تقریباً آدھ گھنٹے تک انتظار کر کے راولپنڈی  
 تشریف لے گئے۔

نوبکے جب احقر شہر سے دفتر کو آ رہا تھا وہی سپراسی ملا اور کہنے لگا کچھری میں  
 ایک کار میں چند سفید ریش بوڑھے آئے تھے اور تجھے پوچھ رہے تھے، احقر کی  
 سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا کہ یہ بوڑھے کون لوگ ہوں گے؟ آخر بار بار حلیہ پوچھنے  
 پر یقین ہو گیا کہ حضرت اقدس نے کرم فرمایا ہوگا، اپنی بے نصیبی پر اگرچہ  
 افسوس ہوا لیکن فوری طور پر دفتر سے رخصت لے کر اسی دم احقر راولپنڈی  
 حضرت والا کی خدمت میں پہنچ گیا، جب حضرت کی خدمت میں پہنچا تو حضرت  
 بار بار ہنس کر فرماتے آج تو ہم نے تمہاری برکت سے کچھری بھی دیکھی، احقر  
 شرمندہ ہو کر عرض کرتا کہ سب حضرت کی عنایت ہے، یہ ذرہ بے مقدار ان نوازشات  
 کے قابل کہاں ہے؟<sup>(۱)</sup>

ایک اور خادم<sup>(۲)</sup> اپنی پہلی حاضری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”میری سب سے پہلی حاضری رے پور جون ۱۹۴۵ء میں ہوئی پہنچتے ہی اور

(۱) سودہ صوفی محمد حسین صاحب ایم۔ اے۔ (۲) صوفی النعام اللہ لکھنوی۔



پہلی ہی حاضری میں طبیعت پوری طرح سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کھنچ گئی، اور فوراً اندر سے تیز تقاضا بیعت کا پیدا ہوا، میں نے بیعت کا شرف حاصل کیا، حضرت کی طرف سے شفقت اور پیار بڑھا، جو ہمارے محبت و خدمت کے جذبہ میں اضافہ کرتا رہا، وٹس بارہ روز رہنے کے بعد ہم نے عرض کیا کہ حضرت ہم گھر ہو آئیں؟ حضرت نے عجیب پیار کے انداز میں فرمایا کہ ہم کو چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟ ہم نے عرض کیا کہ نہیں، ہم تو آنے کے لئے جا رہے ہیں عرض لکھنو آئے، راستہ بہت مشکل سے کٹا یہاں بھی نہیں لگا، صرف ایک ہفتہ میں واپس رائے پور پہنچ گئے، حضرت سے مصافحہ کے لئے حاضر ہوا چند حضرات تشریف فرما تھے، دیکھتے ہی یہ شعر پڑھا

اے آتش فراق و دہا کباب کردہ

سیلاب اشتیاق جان ہا خراب کردہ

فرمایا کہ یہ شعر بابا صاحب (حضرت بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ) حضرت سلطان جی

(حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ) کے لئے پڑھا تھا، اور بعد میں وہ کا پتا

ہوئے، حضرت اقدس کی طرف سے اس قدر شفقت و پیار بڑھا کہ حضرت

اقدس کی محبت اندر سما گئی۔

اگر اس طرح کے ذاتی واقعات جن سے حضرت کی پدری و مادری شفقت اور عنایت خصوصاً کا اظہار ہوتا ہے اور مختلف خدام و اہل تعلق ان کو بیان کرتے ہیں نقل کئے جائیں تو ایک ضخیم دفتر تیار ہو جائے، واقعہ یہ ہے کہ اخلاق و شفقت نبوی کی یہ وراثت مشائخ کبار کو ملتی ہے کہ ہر شخص یہ سمجھتا اور یقین کرتا ہے کہ انہ اُکرم علیہم من صاحبہ



(میں دو سکر سے زیادہ معزز و محبوب ہوں)

یہ شفقت اتنی خور و نواز اور دقیقہ رس تھی کہ جن لوگوں سے خصوصی شفقت تھی، ان کی مرغوبات کا بھی اہتمام اور اس کی تاکید مبلغ فرمائی جاتی، پورب کے ایک خادم جو چاول خشک کے عادی اور شائق ہیں بیان کرتے ہیں کہ میرے لئے ہمیشہ خواہ ہندستان ہو خواہ پاکستان خشک کے اہتمام کی تاکید فرمائی جاتی اور میزبان سے دریافت فرماتے کہ ان کے لئے خشک بھی تیار کیا ہے؟ ایک روز رمضان مبارک کے آخری عشرہ میں عصر کے بعد کی مجلس تھی، کتاب ختم ہو چکی تھی، مولانا حبیب الرحمن صاحب کو (جو اس زمانہ میں لنگر کے مہتمم تھے) یاد فرمایا، عرض کیا گیا کہ مولانا گھر پر ہیں، فرمایا بلاؤ، ان کے آنے میں کچھ دیر لگی، دریافت فرمایا کہ آئے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ آدمی بلانے گیا ہوا ہے، یہ اہتمام دیکھ کر ایک صاحب پھر گئے لوگ منتظر تھے کہ حضرت اس اہم وقت میں کون سی اہم بات مولانا سے فرمانے والے ہیں اور کس لئے اس اہتمام کے ساتھ ان کی طلبی اور یادگاری ہے، مولانا تشریف لائے تو ان صاحب کا نام لے کر فرمایا کہ آپ نے ان کیلئے خشک بھی تیار کیا ہے؟ پھر بڑی شفقت سے ہدایات دیتے رہے اور فرماتے رہے کہ خشک ضرور تیار کیا جائے اور روٹی بھی ہونی چاہئے اسلئے کہ یہ دونوں چیزوں کے عادی ہیں،

۱۹۵۰ء میں سفر حج میں راقم سطور مکہ معظمہ میں دوستوں اور وہاں کے علماء سے ملنے چلا جاتا یا کسی اجتماع میں شرکت ہوتی، ظہر کے بعد جب حرم شریف سے خلوت میں حاضر خدمت ہوتا تو دیکھتا حضرت کے پاس کھانا رکھا ہوا ہے اور حضرت منتظر ہیں، بڑی شفقت کے ساتھ فرماتے کہ تمہیں تو کھانے کا بھی ہوش نہیں، دیکھو تمہارے لئے یہ روٹیاں رکھی ہیں، یہ کھانا تمہاری صحت کے مطابق ہے۔



ان جزئیات اور واقعات لکھنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اس شفقت بے پایاں کا کچھ اندازہ ہو سکے جو خدام و اہل تعلق کے ساتھ تھی۔

ان خصوصی اہل تعلق کے آنے سے بڑے مسرور ہوتے، کبھی فرماتے کہ تم نے حد کر دی، بڑا انتظار کرایا، کبھی کسی سے رخصت ہونے پر فرماتے دیکھئے اب کب نصیب ہوتے ہیں۔ ایک خادم کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ مراد آباد سے رخصت ہونے لگا، ہولوی جہان ن صاحب سے فرمایا کہ اسٹیشن جا کر گاڑی پر سوار کرانا اور سینڈ گلاس کا ٹکٹ خرید دینا، خود بدلت سیر کو تشریف لے گئے، کچھ دیر کے بعد تشریف لے آئے چلتے وقت دیکھا تو آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے ہیں، تحمل و ضبط کہتا ہے کہ ٹپکنے نہ پائیں اور محبت کہتی ہے کہ کیا حرج ہے؟  
والدمع بینہا عصیٰ طبع<sup>(۲)</sup>

ان سعید روحوں سے جو اپنی طلب  
**نومسلموں سے خصوصی تعلق اور شفقت**

صادق اور ذاتی جذبہ سے دین حق کو

قبول کرتے بڑا خصوصی تعلق رکھتے تھے اور ان پر اولاد کی سی شفقت فرماتے تھے، ان قابل قدر حضرات کی اتنی قدر اور ان سے اتنی محبت کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا، مولا حبیب الرحمن صاحب رائے پوری اور اختر صاحب کے ساتھ آپ کا معاملہ نہایت شفیق باپ اور بڑے

(۱) جو آجکل فرسٹ کلاس کہلاتا ہے (۲) آنسو ان دونوں احکام اور تقاضوں کے درمیان کشمکش میں مبتلا ہے

(۳) مولانا ایک معزز سکھ زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے، پرانا نام بلونید رنگھ تھا، جنال (جواب ضلع سنگرور

ریاست پٹیالہ میں ہے) کے رہنے والے تھے، فرید کوٹ میں تعلیم پائی، وہیں ۱۹۱۰ء میں مولانا محمد علی صاحب

(ڑہر شریف ریاست جے پور) کی تلقین سے مسلمان ہوئے، ۱۹۵۳ء میں حضرت سے بیعت ہوئے اور آج کل

رہا، ۱۹۵۳ء میں ماہ رمضان میں راجپوت مستقل قیام اختیار کیا، ۱۹۵۳ء میں حزب انصار قائم کی جس کی سرپرستی

(بانی ماہ صفر ۲۰۱۱ء)



چاہنے والے مرئی کا تھا، ان کی دل جوئی ان کے آرام و صحت کا خیال، ان کی ضروریات کا تکفل، ان کی اولاد پر شفقت اور ان کی تعلیم و تربیت و معاش کی فکر، ان کی شادیوں کا اہتمام، غرض محبت کرنے والا باپ، اور سرپرست خاندان جو برتاؤ اپنی محبوب اولاد اور افراد خاندان کے ساتھ کرتا ہے اور ان کے بارے میں اپنی ذمہ داری محسوس کرتا ہے وہی برتاؤ حضرت کا ان عزیزوں کے ساتھ تھا جنہوں نے آغوش اسلام میں پناہ لی تھی، اگر کوئی ناواقف شخص حضرت کا مولانا حبیب الرحمن صاحب کے ساتھ برتاؤ اور اسے پور میں حضرت کے یہاں ان کو جو خصوصیت، اعتماد اور لقب حاصل تھا دیکھتا تو یہی سمجھتا کہ یہ یا تو حضرت کے فرزند ہیں یا حقیقی بھتیجے، بھانجے حضرت کے ایما اور تعلق خصوصی کی بنا پر وہ مولانا اشفاق احمد صاحب کی وفات کے بعد مدرسہ کے متولی مقرر ہوئے، انہوں نے مولانا بلکہ ان کے صاحبزادہ حکیم محب الرحمن پر بھی خصوصی شفقت تھی، مولانا کے اگر غیر مسلم بھتیجے کبھی ملاقات و زیارت کو حاضر ہوتے تو حضرت بڑی شفقت فرماتے۔

محمد اختر صاحب اور ان کے پورے خاندان پر بڑی شفقت تھی، ہمیشہ ان کی پرس و جو فرماتے اور فکر رکھتے، ایک مرتبہ غایت شفقت سے فرمایا کہ مجھے اب دوسری شادی نہ کرنے کا افسوس ہوتا ہے، اگر سیری کوئی لڑکی ہوتی تو میں اختر کو دیتا، بھائی اسماعیل لالپوری اور ان کے بھائی محمد ابراہیم صاحب کو ہمیشہ ان کا خیال رکھنے کی ہدایت فرماتے

(بقیہ حاشیہ ۲۴۰ کا) حضرت نے قبول فرمائی اور سرپرست کی حیثیت سے نام کے اعلان کی اجازت دی

(۱) ضلع دہرہ دون کے رہنے والے ایک شریف ہندو خاندان کے فرد ہیں، اپنے شوق سے اسلام لائے اور بڑی تکفیل اٹھائیں، تقسیم کے بعد پاکستان منتقل ہوئے، اب لاہور میں قیام ہے، حضرت کے زمانہ قیام میں خصوصی مہمانوں کی بڑی خدمت کرتے۔



اگر کوئی ان کے ساتھ سلوک کرتا تو بیدخوش ہوتے، حاجی متین احمد صاحب راوی ہیں کہ  
 آخری وصیت مجھے حضرت نے انھیں کی خبر گیری اور خیال رکھنے کی فرمائی، نو مسلموں کے  
 ساتھ جو امتیازی سلوک بعض مسلمان کرتے ہیں، حضرت اس کو بہت ناپسند اور اسلام کی  
 روح اور تعلیمات کے خلاف سمجھتے اور اس کو جاہلیت کے اثرات اور خاندانی نخوت کا  
 نتیجہ سمجھتے۔

اسلام کے نئے مہانوں اور عزیز فرزندوں کے ساتھ حضرت کا جو شفیقانہ برتاؤ  
 اور پدرانہ شفقت تھی اس کا کسی قدر اندازہ محمد اختر صاحب کی اس تحریر سے ہو سکتا ہے  
 جس میں انھوں نے اپنے قبول اسلام اور حضرت کی شفقت و سرپرستی کا تذکرہ کیا ہے  
 یہاں اس کے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں:-

”میری پیدائش قصبہ نہت ضلع مظفرنگر (لوہی-پی) میں گور برہن خاندان  
 میں ہوئی، والد صاحب سرکاری ڈاکٹر تھے، کئی جگہ تبدیل ہونے کے بعد ڈوئی  
 والہ ضلع دیرہ دون تبادلہ ہوا، والد صاحب کے ماتحت ایک کپاؤنڈر محمد اخیل  
 صاحب تھے جو اردو، فارسی اور ہندی میں بہت قابل تھے، کچھ اردو، فارسی  
 انھوں نے مجھے پڑھائی، ۱۹۲۶ء میں درجہ چہارم کا امتحان پاس کیا اس کے  
 بعد کچھ اسلامی کتابیں دیکھیں، قرآن پاک کی چند سورتیں بھی زبانی یاد کر لیں،  
 ۱۹۲۶ء میں والد صاحب کا تبادلہ چوہدر پور ضلع دیرہ دون ہو گیا،  
 ان دنوں والد صاحب کو میرے خیالات پر کچھ شبہ ہوا، انھوں نے دیرہ دون  
 سے مجھے روہتک جاٹ ہائی اسکول میں بھیج دیا، جہاں سات سوڑکوں  
 میں ایک بھی مسلمان نہ تھا، چنانچہ میں تین سال وہاں رہا، بڑے دن کی



تعطیلات میں چوہڑ پور گھرا آیا، محمد اسماعیل صاحب کپیا ونڈر کا مکان بھی چوہڑ پور تھا، ان کے بہنوئی راؤ حسین علی خان حضرت سے بہت تعلق رکھتے تھے محمد اسماعیل صاحب نے راؤ صاحب سے کہا کہ اس کو حضرت سے ملنے ہوئے سہارنپور چھوڑ آنا، ہم رات کو راہ پور پہنچے سردیوں کے دن تھے، حضرت نے بڑی شفقت و محبت سے اپنے پاس بٹھلایا، کھانا سا تھکھلایا، اور اپنے حجرہ کے دروازہ پر لیٹنے کو فرمایا، اپنے بستر میں سے ایک رضانی بھی عنایت فرمائی، رات بھر عجیب کیفیت رہی، دو تین بجے سے ذکر کی صدا کانوں میں آنے لگی صبح نماز کے وقت اٹھا اور چائے پی، اجازت چاہی تو حضرت رخصت کرنے نہر کی پٹری پر بہت دور تک آئے، رخصت کرتے وقت فرمانے لگے: "وہنگ تو دہلی سے قریب ہے، انشاء اللہ وہاں تو ملو گے۔"

میں بہٹ سے سوار ہو کر سہارنپور آیا اور دہلی ہوتا ہوا روہتک پہنچ گیا مگر طبیعت نہ لگی مغرب اور فجر کی دو نمازیں میں صرف اشارہ سے پڑھتا تھا کیونکہ ہندوؤں میں دو وقت ہی پوجا کرتے ہیں، دو سکر اوقات میں شبہ کا اندیشہ تھا، رمضان کے کچھ روزے بھی رکھ لیتا، برت کا بہانہ کر کے مسلسل نہیں چھوڑ چھوڑ کر، حضرت دہلی نظام الدین تشریف لے آتے تو میں اتوار کی چھٹیوں میں دہلی پہنچ جاتا، وہاں حضرت مولانا محمد الیاس اور شیخ رشید احمد مرحوم میرے متعلق مشورے کرتے، وہ اس لئے کہ میری ایک چھوٹی ہمشیرہ تھی، وہ بھی میرے سمجھال تھی، مگر والد صاحب اس کی شادی جلد کر دینا چاہتے تھے، میں دہلی میں سب انتظام کر کے اپنے گھر پہنچا، پولیس کے ذریعہ شادی کو روکوانے



گی کوشش کی، پولیس اور ڈپٹی صاحب آئے، ان کے سامنے میں نے اپنا اسلام ظاہر کیا، مجھے پھر گھر میں نہیں جانے دیا گیا، جو کپڑے میں نے پہن رکھے تھے، وہی میرے بدن پر تھے، جون کا مہینہ تھا، پولیس اور ڈپٹی صاحب کو سلام کر کے گھر سے سڑک کی طرف چل پڑا، بالکل خالی ہاتھ، پیسہ ایک جیب میں نہیں، سڑک پر آکر بیٹھ گیا، تھوڑی دیر میں کار آتی ہے، ایک شخص اترتے ہیں فرماتے ہیں، یہاں ایسا واقعہ ہو گیا ہے کیا تجھے علم ہے؟ میں نے کہا میں وہی شخص ہوں، انھوں نے اپنے ساتھ بٹھلا کر مظفر نگر مولوی رؤف احسن صاحب کے ہاں پہنچا دیا،

مظفر نگر سے میں دہلی پہنچا اور نظام الدین آیا، حضرت مولانا الیاس نے فرمایا نماز پڑھو گے وضو آتا ہے مجھ میں نے کہا جی حضرت وضو بھی اور نماز بھی بلکہ دو چار سورتیں بھی یاد ہیں، فرمایا ماشاء اللہ تجھے تو اللہ نے مسلمان ہی بنا کر بھیجا، صرف اس کے گھر میں پیدا ہوئے، اور واقعی میں نے کسی بت کو سجدہ نہیں کیا، مجھے اپنے ہوش سنبھالنے تک یاد ہے کہ کوئی کفریہ بات نہیں کی، ہر دوار بھی گیا، گنگا بھی نہایا، سوال میں گیا، مگر ان کی طرح کچھ کام نہ کیا، صرف دیکھتا رہتا، یہاں تک کہ برہمن ہونے کے باوجود جوان ہونے پر زنا بھی گلے میں نہیں ڈالا، بلکہ ان سب باتوں سے کچھ قدرتی نفرت رہی، یہاں تک کہ خطوط میں اوپر ۸۶ء شروع میں لکھا کرتا، تعلیم کے زمانہ میں ہیڈ ماسٹر نے بتلایا جو پتہ تھا کہ ۸۶ء مسلمان لکھا کرتے ہیں اور اس سے بسم اللہ بنتی ہے، اس نے خط دیکھ لیا تھا،



شروع میں "تاریخ اسلام" پڑھی جو حضرت مولانا عاشق الہی صاحب  
میرٹھی نے لکھی تھی انہوں نے مجھے اسلام لانے کے بعد کئی کتابیں اپنے پاس  
سے دیں جب میں ان کے پاس میرٹھ پہنچا، دل میں سختگی حضرت سے ملنے کے بعد  
پیدا ہوئی،

میں نے ۱۶ جون ۱۹۳۲ء کو اپنا آبائی وطن چھوڑا اور مظفرنگر دہلی ہوتا ہوا  
رائے پور پہنچا۔

میں نے ابھی اسلام بھی قبول نہیں کیا تھا کہ زاو حسین علی خاں صاحب  
چوہڑ پور سے رائے پور آئے، وہ اپنی لڑکی کا رشتہ رائے پور ہی کر رہے تھے  
حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے مشورۃ دریافت کر بیٹھے، حضرت نے فرمایا "راؤ جی  
کبھی وہ بھی تو آئے گا جس کو آپ اور محمد اسماعیل صاحب اپنا بیٹا کہتے ہو، اس  
کے لئے پھر کیا کرو گے؟ (یعنی وہ میری طرف اشارہ تھا) اس لئے اس شادی  
کو ٹھہرا رکھو، چنانچہ میرے اسلام لانے کے بعد بھی راؤ جی نے دو ڈھائی سال  
انتظار کیا اور پھر نکاح ہوا،

شادی سے پہلے حضرت ہر جگہ مجھے اپنے ہمراہ سفر میں لے جاتے تھے اور  
کئی جگہ یہ بھی فرمایا کہ اگر جی چاہے تو یہاں ٹھہر جاؤ، تمہارا سب انتظام ہو جائیگا،  
مگر جب حضرت وہاں سے چلتے تو میں بھی پیچھے چل پڑتا، حضرت علامہ انور شاہ  
کشمیری کے پاس لے گئے، حضرت شاہ صاحب نے، مجھے ایک کتاب  
"اسلام کیوں کر پھیلا؟ عنایت فرمائی، حضرت بجاول نگری (مولانا اللہ بخش  
صاحب) کے پاس لے گئے، حضرت منشی جی صاحب (منشی رحمت علی صاحب)



جالندھری کے پاس لے گئے، مگر میری طبیعت کہیں نہ لگی، سہارن پورا کر حضرت شیخ سے فرمانے لگے اختر تو ایسا میرے پیچھے پھرتا ہے جیسے بچے ماں کے پیچھے پھرتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا یہ کہیں نہیں رہے گا، یہ تو رائے پور ہی آئے گا حضرت نے فرمایا میں اس خیال سے کہتا ہوں کہ رائے پور جنگل ہے کوئی آرام کی جگہ نہیں، کھانا بھی ایسا ہی ہے وہاں یہ گھبرا جائے گا، مگر حضرت نے مجھے اپنے والدین بھلا دیے،

ایک دفعہ میں باورچی خانہ میں خاموش بیٹھا تھا، والدہ یاد آگئیں، کیونکہ وہ سب ابھی تک زندہ ہیں، ڈو بھائی اور ڈو بہنیں اور میں، حضرت اسی وقت باورچی خانہ میں تشریف لائے، میری کمر پر ہاتھ رکھ کر فرمانے لگے: فکر کیوں کرتا ہے، میں تیری ماں اور باپ ہوں، تو سچا بیٹا ہے اور جب تک زندہ ہوں انشاء اللہ اپنی زندگی کے ساتھ نبھا جاؤں گا، چنانچہ ایسا ہی نبھایا کہ کوئی دنیا کا میرے امیر نبھا کے کیا جائے گا؟

رائے پور گرمیوں میں جب حضرت لیٹنے لگتے تو فرماتے اختر کی چارپائی کھلا ہے، یہاں میرے پلنگ کے پاس لے آؤ، برابر میں چارپائی لگا لیتے، رات کو دو ڈھائی بجے بڑی خاموشی سے اٹھتے مگر قدرت اس وقت آنکھ کھول دیتی، کئی روز تو خاموش پڑا رہا، بعد میں میند نہ آوے ایک روز حضرت سے عرض کیا کہ حضرت میں بھی کچھ پڑھ لیا کروں؟ فرمانے لگے ابھی نہیں تم سوتے رہا کرو، مگر نیند کیسے آوے، آخر چارپائی سے اٹھ کر بیٹھ جاتا، حضرت نے مجبوراً فرمایا اچھا کچھ ذکر کریا کر،



میں اس وقت تک بیعت بھی نہیں ہوا تھا، حضرتؑ سے ذکر کیا کہ دوسروں کو  
 تو بیعت کرایا مگر خود ابھی تک نہیں ہوا، حضرتؑ نے فرمایا میں خود جب سب  
 سمجھوں گا بیعت کروں گا۔ چنانچہ رمضان کا مہینہ آگیا، ایک روز نماز فجر سے  
 پہلے خود ہی مجھے اور مولوی عبدالرحمن صاحب کو جو حضرت کے بھتیجے ہیں بلا کر  
 فرمایا لاؤ آج تمہیں دونوں کو بیعت کر لیتا ہوں، کبھی کہو کہ ہماری کوئی سفارش  
 نہیں ہے اس لئے نہیں کرتے۔ پھر فرمایا کہ دراصل بیعت سے جو فائدہ  
 پہنچتا ہے وہ تمہیں بغیر بیعت کے بھی پہنچ جائے گا، اس لئے کہ جب  
 تجھے میرے سے تعلق اور محبت ہے تو فائدہ لازمی پہنچے گا اور لوگ  
 ہاتھ میں ہاتھ تو دے دیتے ہیں مگر تعلق اور محبت ہوتی نہیں، دوسرے  
 کچھ کرتے کرتے بھی نہیں اس لئے کچھ زیادہ فائدہ بھی نہیں پہنچتا، اصل  
 مقصود ہے محبت اور تعلق پیدا کرنا، پھر سب کچھ کر گزرتا ہے۔  
 ایک دفعہ حضرت سکر و ڈھ ضلع سہارنپور جو راجپوتوں کا گاؤں ہے  
 ٹھہرے ہوئے تھے، میں بھی ہمراہ تھا، کچھ دوستوں نے کلیر شریف جانے کا  
 ارادہ کیا، عرس کا زمانہ نہیں تھا اور سکر و ڈھ سے قریب تھا میں نے بھی حضرت  
 سے مزار شریف پر جانے کی اجازت چاہی، حضرتؑ نے فرمایا "خیر چلے جاؤ مگر  
 صحن میں کھڑے ہو کر مزار سے باہر ہی پڑھ لینا، اندر زیادہ نہ جانا" سب  
 دست ہم مگر تھے چلے گئے، جب کلیر شریف پہنچے اور سب فاتحہ پڑھ چکے  
 تو کہنے لگے ذرا اندر بھی مزار کی زیارت کر لیں، مجھ سے بھی اصرار کیا، اندر گئے  
 پہلے حصہ میں داخل ہوئے تو کچھ ستورات نکلتی نظر پڑیں، پھر دوسرے حصہ میں



مزار کے قریب گئے، مزار کے چاروں طرف چھوٹی چھوٹی ٹیڑھی لٹیڑھی ہے، پاؤں کی طرف ایک شخص کو دیکھا جو سجدہ کر رہا تھا اور بڑی دیر تک کرتا رہا، فوراً دل میں خیال آیا وہاں شوالہ میں جا کر بتوں کے سامنے سجدہ کرتے ہیں، یہاں قبر پر سجدہ کر لیا بات کیا رہی، دونوں کا پتھر اور مٹی کو سجدہ، اللہ کو ہندو بھی مانتے ہیں اور سجدہ کرتے وقت وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم صرف تصویر ان بڑوں کا رکھتے ہیں جن کی یہ پتھر کی تصویر ہے، ورنہ دراصل پر ماتما ہی کو سجدہ کرتے ہیں، دل میں وسوسہ پیدا ہوا، حضرت کے پاس جب واپس آئے تو فرمایا "ہو آئے؟" میں نے کہا جی ہاں! فرمایا "کچھ وسوسہ تو نہیں گزرا" میں نے عرض کیا جی ضرور گزرا ہے اور یہ بات ہے جو میں نے وہاں دیکھی فرمایا "اس لئے میں نے کہا تھا اندر نہ جانا تاکہ تمہارے خیالات میں کمزوری نہ آجائے، پھر فرمایا "تم یہ نہ دیکھو کہ مسلمان کیا کرتا ہے، اس کے کسی فعل کو شریعت نہ سمجھو، تم یہ دیکھو کہ اسلام کیا کہتا ہے، انسان کا ہر فعل حجت نہیں بن جاتا" اس کے بعد اسلام پر روشنی ڈالی، حضرت نے فرمایا "ایک مولیٰ سی بات ہمیشہ یاد رکھنا، تمہارے سامنے کوئی شخص اگر آسمان پر اڑ کر بھی دکھلاوے اگر اس کا فعل سنت کے خلاف ہو، خواہ کتنا ہی بزرگ ہو اس کے پیچھے نہ لگنا، اور دوسرا شخص اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی پوری پابندی کرتا ہے اس سے کوئی بھی کرامت ظاہر نہ ہو تم اس کے پیچھے لگ جانا، کسی خاص چیز کی مشق ہندو بھی کر لیتے ہیں، جو جس چیز کی مشق کرے گا اس میں کمال حاصل ہو جائے گا، کسی کسی روز تک سادہ صوم سادھے بیٹھے رہتے ہیں ایسے ہی



مسموم ہے، اشارہ ہاتھ کا کر د چیز اپنی طرف کھینچی ہوئی نظر پڑے گی یہ سب  
شعبہ بازیاں ہیں“

اس کے بعد آج تک میں جلدی سے کسی کا معتقد نہیں ہوا اور نہ کسی رسم  
و رواج کا پابند بنا، بس حضرت کو پانے کے بعد پھر کہیں نظر نہ ٹھہری۔  
کسی شخص نے میرے والد صاحب کو کافر اور کچھ ایسے ہی الفاظ کہے  
حضرت نے سنا تو فرمایا: ایسا مت کہو، اگر وہ نہ ہوتے تو اختر ہمارے قبضہ  
میں کہاں سے آتا، اب وہ اگر ہمارے سامنے آویں ہم تو ان کی خدمت کرنے  
میں کوئی کسر اٹھانہ رکھیں، والد صاحب کا درجہ اپنی جگہ موجود ہے، وہ قابل  
احترام ہیں“

حضرت نے مجھے پہلے ڈیرہ دون کمپونڈری سیکھنے بھیجا وہاں میں نے ایک  
ڈاکٹر صاحب کے پاس کام سیکھا، کمپونڈری میں نے سہارن پور ہی میں پاس  
کی تھی،

شادی کے بعد حضرت مجھے ڈیرہ دون چھوڑ کر جانے لگے، سڑک پر کار  
کھڑی تھی، مکان سے نکل کر حضرت سڑک تک آئے، کندھے پر ہاتھ رکھ کر  
فرمانے لگے: کل پرسوں ڈیرہ دون آجانا وہیں ولیمہ کریں گے۔ حضرت کی جدائی  
سے میرے آنسو نکل آئے، مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب فرمانے لگے اختر  
کو تو خوش ہونا چاہئے، یہ تو رورہا ہے، حضرت نے فرمایا: یہ تو پاگل ہے  
مجھے بھی کچھ اس کی جدائی گوارا نہیں ہے، اچھا کل چلیں گے۔

پہلی بیوی کے انتقال کے بعد شادی کا ارادہ نہیں تھا مگر حضرت کا اصرار



ہمیشہ رہتا کہ نہیں تم جوان آدمی ہو ایسے نہیں رہنا چاہئے۔ چند ماہ بعد مرزا پور کے (جورائے پور سے دو تین میل ہے) حافظ عبد الحمید صاحب خود بخود حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت میری ہمیشہ ہے، اگر اختر کے ساتھ نکاح ہو جائے تو بہتر ہے، حضرت نے فرمایا جو چیز خود بخود آئے وہ اللہ کی طرف سے ہوتی ہے، حضرت کے مشار کے مطابق نکاح ہو گیا،

۱۹۴۶ء میں میں نے پاکستان کی تیاری شروع کر دی، تیار ہو کر حضرت سے اجازت چاہی، حضرت نے فرمایا بس جلدی نکل جانا کبھی راستہ بند نہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ تمہیں خیریت سے پہنچا دیں، میں ٹنڈو آدم جو حیدرآباد کے قریب ہے چلا آیا، جب حضرت پاکستان آتے تو میں اکثر حضرت کی زیارت کے لئے لاہور آتا، ایک مرتبہ میں لاہور حضرت کی زیارت کے لئے صوفی صاحب کی کوٹھی پر آیا، یہ ٹنڈو آدم آنے کے بعد پہلی دفعہ حضرت سے ملنا تھا، شام کو برآمدے میں کھانے کے لئے دسترخوان بچھا میں نے اپنے دل میں سوچا کہ کبھی تو ہم حضرت کے ساتھ برابر بیٹھ کر کھاتے تھے، اب یہاں ہم جلیوں کو کون پوچھتا ہے، بڑے لوگ ہیں، کوئی وزیر صاحب بھی آئے ہوئے تھے، چودھری عبد الحمید صاحب کمشنر اور صوفی صاحب اندر بیٹھے تھے اس ابھی یہ خیال آیا ہی تھا کہ برآمدے میں جو کمرے کا دروازہ ہے وہ کھلا، اور مولوی عبد المنان صاحب نے فرمایا کہ بھائی اختر حضرت اندیا دفرار ہے ہیں، میں اٹھا دروازہ پر گیا، حضرت نے دیکھتے ہی فرمایا آجا، اولے میرے



برابر میں جو حضرات دسترخوان پر بیٹھے تھے ان سے فرمانے لگے یہ میرے پاس ہی رہا پور رہتا تھا، میں نے اسکی دو شادیاں کیں، آج کل ٹنڈو آدم میں ہے وہاں سے مجھ سے ملنے آیا ہے، اے یہ کھاوہ کھا۔

میری تمنا رہتی تھی کہ اللہ تعالیٰ لاہور میں کوئی انتظام ٹھہرنے کا کر دے تاکہ حضرت کی صحبت پورے طور پر حاصل ہو سکے اور اتنی دور سے آنا نہ پڑے اللہ نے وہ بات بھی حضرت کی دعا سے پوری کر دی<sup>(۱)</sup>۔

حضرت کی طبیعت میں حقیقت  
**حقیقت پسندی اور حالات زمانہ سے باخبری**  
پسندی، عملیت اور زمانہ کے

تغیرات کی رعایت بہت تھی، آپ کی طبیعت میں وہ افراط تفریط اور تحمیل پسندی نہیں تھی جو اکثر فرط ذہانت، یا شدت مجاہدہ یا رجائیت (ضرورت سے زیادہ پر امید اور نیک گمان ہونا) پیدا کر دیتی ہے، آپ کا ذہن بڑا متوازن اور عملی تھا، حقائق و واقعات پر (خواہ وہ کیسے ہی تلخ اور تشویش انگیز ہوں) آپ کی نظر رہتی تھی، معاملہ کا کمزور اور تاریک پہلو بھی دیکھتے تھے، زمانہ کی نئی تبدیلیوں اور تقاضوں پر آپ کی نظر تھی اور آپ ان کو پوری اہمیت دیتے تھے اور ان کی طرف متوجہ اور متنبہ فرماتے رہتے تھے، باوجود ایک مخصوص و محدود ماحول میں نشوونما پانے اور زندگی گزارنے اور ایک خاص (دینی) طبقہ سے تعلق و وابستگی رکھنے کے آپ کا ذہن فطری طور پر اتنا وسیع، نمو پذیر اور نقاد تھا کہ قدیم دینی حلقہ میں بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔

حضرت اسلامی ممالک کیلئے مادی ترقی نئے علوم کا کتاب، جدید صنعتیں، سائنس

(۱) تحریر قلمی ارسال کردہ محمد اختر صاحب،



میں ترقی، مالی استحکام اور خوبگفالتی بہت ضروری سمجھتے تھے اور عام طور پر (خصوصاً پاکستان کے زمانہ قیام میں) اپنی مجلسوں میں اور خاص طور پر جب جدید تعلیم یافتہ حضرات اور فنکار تشریف رکھتے ہوں، ان کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے رہتے تھے، ایک مرتبہ عالم اسلام کے اس سلسلہ میں تساہل و غفلت کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

”مسلمان اپنے اغراض میں مبتلا ہو کر کچھ ایسے سوئے ہیں کہ جاگنے کا نام نہیں لیتے، جس وقت یورپ جاگ رہا تھا، مسلمان ترک گہری نیند سو رہے تھے اس نے ہر قسم کا سامان جنگ بنایا، لیکن مسلمان غفلت میں پڑے رہے، جنگ سامان پاس نہ ہو لڑائی کس طرح لڑی جاسکتی ہے مسلمانوں کی ساری سلطنتیں اسلامی بھی بن جائیں تو جنگ کے لئے ایک دن کا خرچ دینے کی بھی طاقت نہیں انگریز جن کے پاس اتنی بڑی سلطنت ہے کہ اس کے ملک میں سورج عزوب نہیں ہوتا یہ بھی جنگ کا خرچ برداشت نہیں کر سکا، چنانچہ اپنے ملک کے بیشتر حصے قرض میں دیدیے، لڑائیاں لڑنا آسان نہیں ہے“<sup>(۱)</sup>

ایک مرتبہ ایک مسلمان ملک کے ایک بڑی سلطنت سے امداد لینے کا تذکرہ تھا اور بعض لوگوں کو اس پر اعتراض تھا، فرمایا:-

”کیا کریں؟ اس کے بغیر چارہ ہی نہیں، ان میں اتنی طاقت کہاں ہے کہ اپنی جملہ ضروریات کی اشیاء خود مہیا کر سکیں، بہر حال اپنی ضروریات کے لئے ان کو ان سے تعلقات رکھنے ضروری ہیں، عرب سلطنتوں میں سب سے زیادہ طاقتور

(۱) مجلس ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۷۳ھ (۲۷ مئی ۱۹۵۴ء، گھوڑا گلی (کوہ مری) بیاض مولوی علی احمد



مصر شمار ہوتا ہے، وہ بھی ان کا محتاج ہے، عرب شریف ہے تو وہ محتاج ہے امریکہ سب کو اپنے قبضہ میں لے رہا ہے، اگر پاکستان والے سو سال تک سامان تیار کرنے میں لگے رہیں اور آپس میں بھی ایک دوسرے سے نہ لڑیں تو ممکن ہے کہ اتنی طاقت حاصل کر سکیں کہ ان سے مستغنی ہو سکیں اور ان کا مقابلہ کر سکیں<sup>(۱)</sup> ایک مرتبہ فرمایا:-

”نیک نیتی سے ملک کی طاقت پیدا کرنے کی جو کوشش کی جائے سب دین ہی ہے وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ، اگر ریا، یا نیت فاسد سے نماز بھی پڑھی جائے تو وہ بھی قبول نہیں ہوتی اور زد ہے، اور اگر نیت صالح سے پڑھی جائے تو وہ عبادت ہے، اسی طرح نیت صالح سے حکومت کی ترقی کا جو بھی کام کیا جائے سارے کا سارا دین ہی دین ہے، ایسا نہ ہو کہ ”تا تریاق از عراق آوردہ شود مارگزیدہ مردہ شود“، افراد کے اخلاق کی اصلاح بھی ضروری ہے لیکن ملک کی حفاظت بھی ضروری ہے۔<sup>(۲)</sup>

ایک مرتبہ فرمایا:-

”اسلامی نظام خالی باتوں سے نہیں قائم ہو سکتا، اگر دنیا کے بڑے ملکوں کے دوش بدوش کھڑا ہوتا ہے تو ان لوگوں کے علوم و فنون سیکھنے ہوں گے مگر مشکل یہ ہے کہ ہم ان کے علوم کو سیکھتے سیکھتے اپنے دین و مذہب کو خیر باد کہہ دیتے ہیں جب تک کہ کوئی ملک اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہو، اس زمانہ میں دین و دنیا کا کوئی کام نہیں کر سکتا۔<sup>(۳)</sup>

۱۶ (۲۰) مجلس ۲۲ و ۲۳ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ (۲۰ مئی ۱۹۵۲ء) گھوڑاگلی (کوہ مری) بیامن مولوی علی احمد صاحب مرحوم

۱۷ (۳) مسودہ صوتی محمد حسین صاحب مجلس بر مکان مولوی عبدالنان صاحب گوجرانوالہ۔



حضرت اکثر اسلامی مالک بالخصوص حجاز کے متعلق بڑے افسوس اور قلق کے ساتھ اظہار خیال فرمایا کرتے تھے کہ انھوں نے ابھی تک صنعت و حرفت اور اپنی ضرورت کو اپنے ملک ہی میں پیدا کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور ان کی دولت زیادہ تر باہر سے ضروریات زندگی کے درآمد کرنے پر صرف ہوتی ہے، شعبان ۱۳۸۱ھ (جنوری ۱۹۶۲ء) میں راقم نے اپنے چند نقار کے ساتھ کویت و قطر وغیرہ کا سفر کیا، جب اجازت اور رخصت کیلئے راپور حاضر ہوا تو بڑی عنایت و محبت سے رخصت فرمایا، چلتے وقت خصوصیت کے ساتھ فرمایا، ان بھلے مانسوں سے کہنا کہ اپنی دولت کا صحیح استعمال کریں، کارخانے بنائیں اور صنعتوں کو رولج دیں، کویت میں مغربی تہذیب کا تسلط اور مادیت کا طوفان دیکھ کر دل کو بڑا صدمہ ہوا، ان عربی ممالک کے حالات کے گہرے مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ یہاں کی زندگی کی ڈوری ان ملکوں کے قائدین کے ہاتھوں میں نہیں بلکہ یورپ کے سربراہوں کے ہاتھ میں ہے اور یہاں کی ساری روشنی اور جگمگاہٹ کاٹن (سویچ) یورپ میں ہے، یہاں کی زندگی اور رجحان مغربی زندگی اور رجحان کا عکس ہے میں نے حضرت کی خدمت میں وہاں سے مفصل عریضے لکھے، جن میں وہاں کے حالات کا تذکرہ اور اپنے تاثرات بھی تھے، ایک عریضہ میں یہ جملہ بھی آیا کہ یہاں کے حالات دیکھ کر بڑی مایوسی ہوتی ہے، اندازہ یہ ہوتا ہے کہ جب تک خود یورپ میں کوئی انقلاب نہ ہو یہاں انقلاب نہیں ہوگا، حضرت کے حقیقت پسند اور نقاد ذہن کو غالباً یہ جملہ پسند آیا اور اس میں حقیقت حال کی صحیح ترجمانی محسوس ہوئی میں واپسی پر رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں حاضر ہوا، میری آمد کی اطلاع ہوتے ہی یاد فرمایا گیا اور مصافحہ کے ساتھ ہی فرمایا کہ آپ نے اپنے خط میں وہ کیا جملہ لکھا تھا کہ جب تک یورپ میں انقلاب نہ ہو، میں نے اسکی تشریح کی، باوجود اسکے کہ رمضان مبارک میں حضرت کے ہاں دن میں گفتگو کرنے کا معمول نہیں تھا لیکن بہت دیر تک بہت تفصیل کے ساتھ کویت کے حالات



دریافت فرماتے رہے اور بڑے غور و توجہ اور دلچسپی کے ساتھ سنتے رہے، اس ایک مجلس سے سیری نہیں ہوئی، متعدد بار مختلف وقتوں میں بلا بلا کر پوچھتے رہے، اسی سال جب ذیقعدہ میں حجاز جانا ہوا اور رخصت کیلئے رلے پور حاضر ہوا تو پھر اسی قسم کی ہدایات دیں اور ملک کے ذمہ داروں اور سربراہوں کو اپنے ملک کی اصلاح و ترقی کی طرف متوجہ کرنے کی تلقین فرمائی، اور واپسی پر باوجود انتہائی نقاہت اور ضعف کے وہاں کے حالات دریافت فرمائے اور یہ معلوم کرنا چاہا کہ یہ پیغام کہاں تک پہنچانے کا موقع ملا؟

پاکستان کے اہل ثروت کو بھی کارخانے قائم کرنے اور صنعتوں پر اپنا سرمایہ لگانے کی تلقین فرماتے رہے، ہندوستانی مسلمانوں کو بالخصوص شیخ زمینداری کے بعد صنعتوں کو اختیار کرنے اور اپنی اولاد کو کوئی ہنر یا صنعت سکھانے کی بڑی تاکید کرتے تھے، فرماتے تھے کہ اب ہندوستان میں اس کے بغیر شریفانہ زندگی گزارنا مشکل ہے جن مسلمانوں کو ایسے پیشے اور صنعتیں اختیار کرنے سے (جو پسماندہ اقوام اور اہل حرفہ کا شعار سمجھی جاتی تھیں) عار اور ننگ محسوس ہوتا تھا، اسکی ہمیشہ اصلاح اور ترمیم فرماتے تھے اور اس احساس کو دور کرنے کی کوشش کرتے تھے، رائے پور کے حضرات اور دوسرے زمیندار طبقہ کے افراد کو ہمیشہ مشورہ دیتے تھے کہ اپنے سرمایہ کو کسی تجارت یا صنعت پر لگا کر کمپنیاں بنالیں، بعض لوگوں کے لئے جو حضرت کو صرف ایک شیخ طریقت اور روحانی مربی سمجھتے تھے اور آپ صرف اسی سلسلہ کی ہدایات اور رہنمائی کے متوقع رہتے تھے اس طرح کا مضمون سننا (جو ان کے نزدیک شیخت و ارشاد کے خلاف تھا) ایک نیا تجربہ اور غیر متوقع سی بات تھی، لیکن حضرت اسکی بالکل پرواہ نہیں کرتے تھے اور نہایت زور اور جوش کے ساتھ کبھی کبھی اس پر تقریر فرماتے تھے،

حضرت ان لوگوں کیلئے جو فریضہ حج سے فارغ ہو گئے ہیں بار بار حج نفل کرنے کی



(سوائے خاص حالات کے) ہمت افزائی نہیں فرماتے تھے، اس کے بجائے ایسے کاموں میں روپیہ صرف کرنا بہتر سمجھتے تھے جن میں دین کی ترقی اور اسلام و مسلمانوں کا استحکام ہے، حضرت کو (ایک طبیب حاذق اور مبصر کی حیثیت سے) اطمینان نہیں ہوتا تھا کہ اس میں نفس کا حصہ نہیں ہے۔

ایک صاحب حج نفل کے لئے تیار تھے، حضرت نے بلایا اور پھنس کر فرمایا کہ اگر لوگوں سے کہا جائے کہ نماز خشوع و خضوع سے پڑھو تو بارہوگا اور نہیں ہوگیگا لیکن حج کے لئے کہا جائے تو فوراً تیار ہو جائیں گے<sup>(۱)</sup>۔

حالات زمانہ اور بیرونی دنیا میں اور ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے اس سے واقف رہنے کا بڑا اہتمام تھا، اخبارات کی اہم خبروں اور اہم مضامین اور جدید معلومات کے سننے کا ساری عمر اہتمام رہا، راپور میں یہ خدمت راؤ فضل الرحمن خاں صاحب کے اور پاکستان میں رفیق احمد خان کے سپرد تھی، بہت سے نو وارد اس معمول اور اہتمام کو دیکھ کر تعجب ہوتے، لیکن حضرت ان تاثرات سے بالاتر اور مستغنی تھے، حضرت کی وفات پر لوہے وقت میں رفیق احمد خاں صاحب نے حضرت کے اس شعبہ زندگی سے متعلق اپنے کچھ تاثرات شائع کرائے تھے جن میں انھوں نے بڑی خوبی کے ساتھ حضرت کے اس ذوق و اہتمام پر روشنی ڈالی تھی، یہاں اس کے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں:-

”بعض لوگوں کے لئے یہ بات حیران کن ہوگی کہ حضرت اقدس جیسے بلند مرتبہ بزرگ اور بظاہر دنیاوی علائق سے لاتعلق انسان کو زمانہ کی خبروں اور سیاسی امور اور ملکی و غیر ملکی حالات و واقعات اور سائنسی تحقیق اور ایٹمی ایجادات

(۱) مجلس ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ



وانکشافات سے کیا عرض و دہیسی ہو سکتی ہے؟ مگر شریک محفل رہنے والے اجاب پر یہ بخوبی واضح ہے کہ حضرت اقدسؒ یہ حالات کس درجہ توجہ و انہماک سے بنا کرتے اور ملنے والوں سے اکثر تازہ خبریں سنانے کی فرمائش کیا کرتے،

کبھی کبھی کسی خبر پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نہایت پر لطف انداز میں تبصرہ فرماتے جس سے ان کی دور بینی، نکتہ شناسی اور گہری فہم و فراست کا ثبوت ملتا، اس وقت حضرت کے ارشادات گرامی کوسنے کے لئے محفل ہمہ تن گوش ہو جاتا، مگر حضرت کی آواز بوجہ حد درجہ نقاہت دور تک نہ پہنچتی، اس لئے قریب بیٹھنے والے اجاب بھی مشکل ہی سمجھ پاتے، تاہم حضرت کے پیرے سے نکر و استعجاب یا خوشی و مسرت کا اندازہ ہو جاتا تھا، حضرت کو پاک اور بھارت کے باہمی تعلقات کی خبروں سے گہری دلچسپی تھی، دونوں ملکوں کے تعلقات کی بہتری و اصلاح کی کوئی خبر سنتے تو بہت خوش ہوتے اور فرقہ وارانہ فسادات کی خبروں سے پریشان و فکر مند ہوتے، دونوں ملکوں کے چوٹی کے لیڈروں کی فرقہ وارانہ مذمت کی کوئی خبر سنتے تو بڑی تسلی کا اظہار فرماتے، حضرت اقدس بھارت اور پاکستان کے باہمی بہتر تعلقات کو دونوں ملکوں کی تعمیر و ترقی کے لئے ضروری خیال فرماتے،

سائنس کی کھوج اور تحقیق اور معلوماتی خبروں سے خاص شغف تھا، مصنوعی سیاروں کی زمین کے مدار پر گردش اور چاند تک پہنچنے کی کوششوں کے متعلق ہر خبر کو وہ غور سے سنتے، ایٹمی آلات، میزائل، راکٹ اور نیو نیوکلیئر ایبادات وغیرہ کے بارے میں معلوماتی خبروں کی طرف پورا دھیان فرماتے، مختلف ایبادات اور ایٹمی سرگرمیوں کو عالمی بھائی کے کام میں لانے کی کسی خبر سے وہ



مسرور و مطمئن ہوتے، چاند کے متعلق سائنسدانوں نے جو انکشافات کئے ہیں اور کھوج اور تحقیق کی جو سعی جاری ہے اس کے تازہ کوائف کے بارے میں اکثر دریافت فرماتے رہتے، چاند کے علاوہ اجرام فلکی سے متعلقہ سائنس دانوں کی تحقیق اور کاوش کی دوسری خبروں سے بھی دلچسپی کا اظہار فرماتے اور اس قسم کی معلوماتی چیزوں کو بڑے غور سے سنتے، چاند تک انسان کی رسائی کے بارے میں سائنس دانوں کی تگ و دو اور حیرت انگیز حالات کی کارکردگی نئے نئے راکٹوں کی تیاری اور اس ضمن میں آئندہ کی کوششوں کے بارے میں کسی شک و شبہ کا اظہار نہ فرماتے تھے، بلکہ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا، یہ مغربی لوگ اولوالعزمی اور ہمت کے لحاظ سے جن ہیں جو دن رات نئے نئے تجربات سے کھوج اور تحقیق میں لگے رہتے ہیں اور عجیب و غریب کارہائے نمایاں سرانجام دینے کے لئے مشکل اور جان جو کھوں کی مہمت سے ذرا نہیں گھبراتے، سائنس کی موجودہ تحقیق و ترقی کی رفتار کو دیکھتے ہوئے وہ انسان کو چاند تک رسائی کو بعید از قیاس تصور نہیں فرماتے تھے بلکہ ایک روز اپنے ایک خادم سے ہنس کر فرمانے لگے۔

”جب لوگ بالائے زمین چاند پر پہنچیں گے تب ہم کہیں زیر زمین پہنچ چکے ہوں گے“ اجرام فلکی کی گردشیں، فاصلے، ان کے نظامات اور اس بارے میں سائنسدانوں کے حیرت انگیز انکشافات کی خبروں سے اکتاتے نہیں تھے بلکہ حضرت کی دلچسپی کے مد نظر راقم نے اس سلسلہ میں کئی بار مفصل بات کچھ عرض کیا، اس ضمن میں کبھی کبھی وہ خود بھی کوئی بہت پتہ کی بات لوجھ لیا



کرتے تھے۔

ایک روز حضرت کو بتایا گیا کہ مسجد اقصیٰ کے گنبد کی تعمیر کے لئے عرب  
ممالک میں چندہ کی تحریک ہو رہی ہے اور سعودی حکومت نے اپنی جانب سے  
اتنے ریال دینے کا اعلان کیا ہے۔

حضرت کو اس خبر سے کوئی خوشی نہ ہوئی بلکہ افسوس کا اظہار فرمایا اور  
کہا یہ سب بے کار ہے، گنبد کی مرمت سے کہیں ضروری یہ ہے کہ اس رقم  
سے سعودی حکومت ملک میں کوئی مدرسہ تعلیمی مرکزی یا صنعتی ادارہ قائم کرتی حضرت  
کو مسلم ممالک کی تعلیمی پسماندگی اور صنعتی کم مانگی اور سائنسی اور دیگر فنی شعبوں میں  
ترقی نہ کر سکنے کا بہت قلق رہتا، اگر ان ممالک سے صنعتی یا تعلیمی ترقی کی کوئی خبر  
موصول ہوتی تو حضرت سن کر بہت مسرور ہوتے، پچھلے دنوں مصر سے راکٹ اور  
جٹ ہوائی جہازوں کے تیار ہونے کی خبریں آئیں تو حضرت نے خاص شوق  
سے انھیں سنا، اگر کبھی عالم اسلامی کے باہمی انتشار و آویزش کی کوئی خبر سننے  
تو کچھ معنوم سے ہو جاتے، البجزائر کی تحریک آزادی کی خبروں کو پوری توجہ سے  
سنا کرتے اور حصول آزادی کے بعد ان کی آپس کی جھگڑا کی خبروں سے افسردہ  
خاطر ہوتے۔

حضرت مختلف اور فنی امور میں مسلمانوں کی تعلیم و ترقی کو زمانہ کی ضرورت  
و تقاضا کے مطابق لازمی خیال فرماتے تھے اور چاہتے تھے کہ اس میدان میں  
مسلمان کسی سے پیچھے نہ رہیں مگر کوئی حضرت کی خدمت میں آکر یہ عرض کرتا کہ بچوں  
کو سائنس کی تعلیم کیلئے کسی فنی ادارہ میں داخل کرنا ہے یا مزید تعلیم کیلئے کہیں باہر



بھیجنے کا خیال ہے تو بہت سرور ہوتے اور اسکی حوصلہ افزائی فرماتے، حضرت  
کچھ شعبوں میں عورتوں کی، نئی تعلیم کو بھی ایک ضابطہ کے اندر ضروری خیال  
فرماتے تھے، خاص کر ڈانسری کے پیشہ کے لئے عورتوں کے علان کی خاطر اس تعلیم  
کو عورتوں کے لئے مفید خیال فرماتے تھے۔

حضرت خبریں سننے کو کبھی کبھی اپنا وظیفہ "کہا کرتے تھے، ایک روز  
جب میں جامعہ ہوا تو دیکھا مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری مرحوم حضرت  
کی چارپائی کے ساتھ لگے حضرت سے باتیں کر رہے ہیں، مجھے کسی نے دور سے  
خاموش رہنے کا اشارہ کیا، مطلب تھا کہ شاہ صاحب کی حضرت سے مخاطبت  
میں کوئی خلل نہ ڈالا جائے، میں نے سکوت کیا اور حضرت کے سر بانے کی جانب  
چارپائی کے قریب ذبک کر بیٹھ گیا، ابھی کچھ دیر بھی نہ ہوئی تھی کہ حضرت نے  
دوسری جانب منہ پھیر کر فرمایا: "یہاں کون کون بیٹھا ہے؟" دوسرے لوگوں کے  
ساتھ ہی میرا نام بھی لیا گیا، حضرت نے فوراً کہا: "ارے تم کہاں چھپ کر بیٹھ  
گئے، ادھر آؤ، پھر شاہ صاحب کی طرف مسکرا کر دیکھا اور فرمایا: حضرت اب ہم  
اپنا وظیفہ کرنے لگے ہیں" اور پھر ارشاد ہوا: "اچھا کوئی خبر سناؤ"۔<sup>(۱)</sup>

اسلام کی فکر مندی اور اسلام کی فکر مندی اور  
اسلام کی فکر مندی اور مسلمانوں کیلئے دل سوزی مسلمانوں کے حالات سے

در مندی طبیعت ثانیہ اور پورے نظام زندگی کی روح رواں بن گئی تھی، اس کے لئے زندگی  
کا کوئی شعبہ مخصوص تھا، نہ عمر کا کوئی وقت، یہ درجہ جسم اور قوائے فکر میں اس طرح جذب ہو گیا تھا

(۱) روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۲۶ اگست ۱۹۶۲ء



شاخ گل میں جس طرح باد سحر گاہی کا نم

جس گروہ<sup>(۱)</sup> سے آپ کا تعلق تھا اس کا ذکر و شغل، اس کا انقطاع الی اللہ، اسکی یکسوئی و بے نیازی اس کو مسلمانوں سے جدا اور بے فکر نہیں بناتی، بلکہ اور زیادہ اسلام اور مسلمانوں کے درمیں مضطرب و بے قرار بناتی ہے اور اس گروہ کا ہر فرد زبان حال سے کہتا ہے:-

مراد در دست اندر دل چومی گویم زبان سوزد

اگر دم در کثرت رسم کہ مغز استخوان سوزد

یہی درد کبھی زباں پر آ کر آہ و فغاں میں تبدیل ہو جاتا، کبھی مسلمانوں کی کوتاہیوں، اور نا سمجھیوں پر درد و قلق کے اظہار اور ملامت و تنبیہ پر آمادہ کرتا، کبھی تنہائی میں آنسوؤں میں تبدیل و تحلیل ہو جاتا، لیکن وہ دم کے ساتھ تھا اور اس سے کسی وقت قرار نہ تھا۔ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ تقسیم اور زمانہ فسادات میں جب بہت سے مسلمان بے ہمتی کے ساتھ اسلاف کے خون اور پسینہ سے سینچے ہوئے اس باغ کو چھوڑ کر اپنے لئے پناہ کی جگہ تلاش کر رہے تھے اور اس ملک میں بظاہر اسلام کا زوال نظر آ رہا تھا، اس درد نے طوفان کی شکل اختیار کر لی، اس زمانہ کی بے قراری کی تفصیل ایک گزشتہ باب میں گزر چکی ہے۔

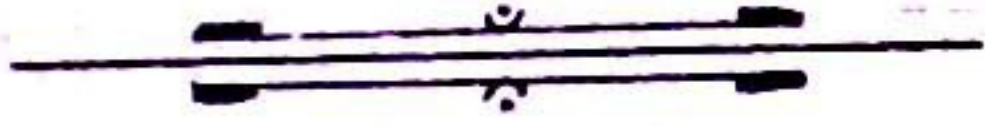
ایک مرتبہ ایک ایسے اہم اور نازک موقع پر جس میں دعا کی سخت ضرورت تھی یہ خادم، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کی ہمراہی میں رائے پور حاضر ہوا اور اس موقع کی نزاکت و اہمیت کی طرف متوجہ کر کے خصوصی دعا کی درخواست کی، حضرت نے اپنے تعلق

(۱) محقق و تبع سنت صوفیہ کا وہ گروہ جس کی نسبت حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت سید

احمد شہید، حضرت شاہ اسماعیل شہید کی طرف ہے اور جس میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید گنگہی اور حضرت شیخ الہندی شخصیتیں پیدا ہوئیں۔



خاطر اور فکر مندی کا اظہار فرمایا اور تنہائی میں مجھ سے فرمایا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ تخلیہ میں معلوم نہیں کن عبادات میں مصروف ہوتا ہوں بعض مرتبہ پورا وقت مسلمانوں کی فکر اور رنج و قلق میں گزر جاتا ہے۔





## خاموش دینی خدمات، تحریکوں کی سرپرستی و رہنمائی اور کارکنوں کی ہمت افزائی

تا تو بیدار شوی نالہ کشیدم ورنہ  
عشق کاریت کہ بے آہ و فغاں نیز کنند

(اقبال)

ہندستان کے متعدد شیوخ کبار جن میں حضرت  
خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت مجدد اعظم

شاہ کلیم الشہباز آبادی اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا نام بطور مثال کے لیا جاسکتا ہے،  
اپنے گوشہ عزلت یا مرکز ارشاد و تربیت میں بیٹھ کر بڑی بڑی انقلاب انگیز اور حمد آفریں تحریکوں کی  
رہنمائی و سرپرستی فرمائی ہے وقت کے فتنوں کا مقابلہ کیا ہے اور اپنے خلفاء و منتسبین کے ذریعہ عفت  
یا حفاظت اسلام کا نہایت وسیع اور مؤثر کام انجام دیا، ان کی تحریک و ترغیب، تحریریں و  
تشویق اور حکم و ہدایت سے اور ان کی نگرانی اور سرپرستی میں ان کے خدام و منتسبین نے وقت  
کے اہم تقاضے پورے کئے اور ان خطرات کا سدباب کیا جو اس وقت مسلمانوں کو پیش تھے  
دور سے دیکھنے والوں کی نظر میدان کے انھیں سپاہیوں پر تھی جو سرگرم اور متحرک تھے لیکن جو لوگ



حقیقت حال سے واقف تھے، وہ جانتے تھے کہ اس کام کی اور ان کام کرنے والوں کی ڈوری کسی اور کے ہاتھ میں ہے جس کا خلاص، سوزوروں اور حکمت و فراست ان سے کام لے رہی ہے اور ان کے اندر قوت عمل، جذبہ و ایثار اور نظم و اتحاد قائم کئے ہوئے ہے اور وہی اس کام کی قوت و اثر کا اصل سرچشمہ، ان کے قلوب کے لئے حرارت و توانائی کا اصل مرکز ہے۔

حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ اپنے شیخ کی نیابت و وراثت میں اور ان شیوخ متقدمین کی (جن کا اوپر تذکرہ ہوا) تقلید و اتباع میں اپنے لئے ایک گوشہ عزلت کا انتخاب کیا تھا اور بظاہر صرف سلوک تربیت سے تعلق رکھا تھا لیکن انہوں نے اس گوشہ گنہامی میں بیٹھ کر اپنے اسلاف کرام کی طرح متعدد دینی تحریکوں اور خدمت دین اور حفاظت اسلام کے مختلف اہم کاموں کی سرپرستی اور رہنمائی فرمائی تھی، جن کی تاریخ و رد واد کا بڑا حصہ آپ کے جذبہ اختصار اور کارکنوں کی بے توجہی سے اس وقت تک پردہ خفا میں ہے اور بہت جستجو اور تلاش و تحقیق سے اسکی کچھ کڑیاں دستیاب ہو سکتی ہیں، یہاں صرف دو تحریکوں کا ذکر بہت اختصار اور اجمال کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔

**تحریک احرار** | احرار کی تحریک اگرچہ مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی اور چودھری افضل حق مرحوم کی سیاسی ذہانت اور مولانا شاہ عطاء اللہ شاہ بخاری کے اخلاص، جوش اور شہسازئی کا نتیجہ تھی، لیکن اس کے قالب میں بودینی روح تھی وہ حضرت ہی کے تعلق اور اخلاص و درو کا پرتو تھی، مولانا حبیب الرحمن و مولانا شاہ عطاء اللہ مرحوم نہ صرف حضرت سے بیعت و انتساب کا تعلق رکھتے تھے بلکہ ان کو حضرت سے اور حضرت کو ان دونوں سے بہت گہرا تعلق تھا، ان دونوں کے علاوہ احرار کے بیشتر علماء اور رہنما حضرت سے بیعت و



تربیت کا تعلق رکھتے تھے، حضرت کو احرار کی تحریک و جماعت سے بڑی توقعات تھیں، اس تحریک میں دین و سیاست کا امتزاج، عوام سے تعلق اور اس کے رہنماؤں کا جذبہ حریت و جہاد اور انگریز دشمنی اور ان کی جرأت و ہمت، حضرت کے مزاج سے بہت مناسبت رکھتی تھی اور حضرت کو یہ امید تھی کہ اس جماعت کی کامیابی سے دین کا دائرہ اثر وسیع ہوگا اور عوام کو دینی سیاسی تحریکات کے خراب اثرات سے بھونکا رہیں گے، جاننے والوں میں سے کوئی بھی اس بات کا انکار نہیں کر سکتا کہ حضرت کو تحریک احرار سے گہری دلچسپی اور اس کے رہنماؤں اور کارکنوں سے عزیزانہ اور سرپرستانہ محبت و شفقت تھی اور وہ بھی حضرت کو اپنا روحانی سرپرست اور پشت پناہ سمجھتے تھے۔

حضرت اپنی خداداد سیاسی بصیرت سے احرار کے لئے یہی مناسب سمجھتے تھے کہ وہ وقتی اور مقامی تحریکوں اور اندھے جوش سے اپنے کو بچا کر اپنی جدوجہد جاری رکھیں اور ناہم عوام کے جذبات و مطالبوں سے بے پروا ہو کر خلوص اور ہوشیاری کے ساتھ اپنا کام کرتے رہیں اور صرف ملک کی آزادی، مسلمانوں کے سیاسی مستقبل کی بہتری اور دشمن اسلام تحریکوں اور سازشوں (جن میں قادیانیت کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے) کا مقابلہ کرنا پیش نظر رکھیں، اسی مقصد کے پیش نظر حضرت جماعت احرار کی مسجد شہید گنج ایچی ٹیشن میں شرکت (جو حضرت کے نزدیک احرار کو ابھانے کے لئے شروع کیا گیا تھا) مناسب اور قرین عقل نہیں سمجھتے تھے، حضرت کے اس رجحان اور جماعت احرار سے تعلق کا اندازہ اس واقعہ سے ہوگا جو مولانا محمد علی صاحب جالندھری نے بیان کیا ہے، مولانا لکھتے ہیں:-

”پنجاب میں مجلس احرار مقبول ترین جماعت تھی، جنگ کے بادل ہانڈیہ



تھے ۱۹۳۶ء کے انتخاب سر پر آرہے تھے، اولاً حکومت پنجاب نے احرار لیڈوں سے سودا کرنا چاہا کہ انتخاب میں تم آگے آؤ، ہم تعاون کریں گے، آنے والی جنگ میں مجلس احرار نے برطانیہ کی امداد کرنے سے اس وقت تک انکار کر دیا جب تک مکمل آزادی کا اعلان نہ کیا جائے گورنر پنجاب نے شہید گنج کی مسجد گروا کر حالات تبدیل کر دیئے، مجلس احرار پر انتہائی امتحان کا وقت آیا، مسلمان انتہائی مشتعل تھے اور ایچیٹیشن کرنا چاہتے تھے، مگر یہ راستہ غلط تھا، حکومت کے خرید کردہ لیڈروں نے مسلمانوں کو پاگل بنا دیا تھا، احرار بزرگوں نے مسلمان قوم کو راستہ سے روک کر اپنی بے پناہ مقبولیت قربان کرنی گوارا کی لیکن غلط رہنمائی کر کے اپنا وقار باقی رکھنا منظور نہ کیا، پوری مسلمان قوم ناراض ہو گئی، گورنر کا نشانہ پورا ہوا، یہ سب کچھ ہونے کے بعد احرار کے بزرگ اتفاقاً حضرت والا سے کسی جگہ شرف زیارت ہوئے، بار بار ہنس کر فرمایا کہ میں تو سمجھا تھا کہ کو دے میرے شیر، کو دے میرے شیر (یعنی ایچیٹیشن کریں گے) مگر اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمادی<sup>(۱)</sup>۔

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا حبیب الرحمن صاحب لدھیانوی سے جو قلبی تعلق تھا وہ کسی سے مخفی نہیں، ان حضرات کے جیل جانے کے بعد ان کے خاندان اور پسماندہ افراد کی فکر رکھتے اور ان سب کی ذمہ داری محسوس فرماتے۔

مولانا محمد علی صاحب جالندھری لکھتے ہیں:-

”مولانا حبیب الرحمن منگمری جیل میں جب نظر بند تھے ملاقات کی کسی کو اجازت

(۱) مکتوب مولانا محمد علی صاحب جالندھری بنام مؤلف۔



نہ تھی، میں رائے پور حاضر ہوا، فرمایا کہ مولانا حبیب الرحمن سے ملاقات اگر کسی طرح ہو جائے تو بہت اچھا ہے، دل ملاقات کو چاہتا ہے، میں نے عرض کیا، حضرت میں انتظام کروں گا، اس پر بہت ہی خوشی کا اظہار فرمایا، فرمایا ضرور کوئی انتظام کریں، سخت سردی کا زمانہ تھا، میں نے ایک ایم۔ ایل۔ اے کے ذریعہ جو میرا ملاقاتی تھا وزیر حیل منوہر لال سے اجازت لی، بذریعہ تار ملتان اجازت کی اطلاع ملی، میں نے رائے پور اطلاع دی، حضرت والا سخت سردی میں منگمری تشریف لائے، میں ایشین پر پہلے سے موجود تھا، رات منگمری میں ایک دوست کے ہاں قیام کرایا، صبح مولانا حبیب الرحمن سے ملاقات ہوئی<sup>(۱)</sup>۔

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے متعلق بڑے بلند کلمات فرماتے تھے اور ان سے اور ان کی وجہ سے ان کے خاندان سے بڑی محبت و شفقت کا برتاؤ کرتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا کہ ”تم بخاری صاحب کو یوں ہی نہ سمجھو کہ صرف لیڈر ہی ہیں انھوں نے ابتداء میں بہت ذکر کیا ہے“ اور فرمایا کہ یقیناً تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا نصیب فرمایا ہے کہ باید و شاید، میاں حالات و کیفیات کیا چیز ہے اصل تو یقین ہی ہے، اللہ تعالیٰ جس کو عطا فرمادے<sup>(۲)</sup> مولانا محمد علی صاحب جالندھری فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت کے سامنے بخاری صاحب کے لڑکوں کا تذکرہ آیا فرمایا کہ شاہ صاحب کے لڑکے ہیں میں تو ان کا نوکر ہوں، یہ محبت اور خصوصیت ان کے اخلاص، خود فراموشی، دینی خدمت میں نہماں اور اس نفع کی بنا پر تھا، جو ان کی ذات اور انکی ایمان افروز تقریروں سے عظیم محبوں میں پہنچتا تھا اور خصوصیت کے ساتھ پنجاب و ربالات خاص ملتان اور اسکے نواح میں جو عقائد کی اصلاح ہوئی تھی خود شاہ صاحب اپنی تقریروں اور کوششوں کی روح اور اپنی زبان کے اثر

(۲) روایت مولانا عبد الجلیل صاحب

(۱) مکتوب مولانا محمد علی جالندھری بنام مولف



اور اس محنت و جفاکشی کے تحمل کاراز ایک مخلص اور مقبول بندہ کے ساتھ تعلق اور اسکی دعائوں اور محبت کو سمجھتے تھے اور اس پر ان کو بڑا ناز اور بہت اعتماد تھا، احرار سے محبت کی وجہ ان کی شان قلندرانہ اور جرأت رندانہ تھی، ہر نئے فتنہ اور جدید فرقہ کے مقابلہ میں بیحد سیر اور سر بکھت ہوتے، قادیانیت، رخص و تفضیل اور متعدد ایسی گمراہ کن تحریکیں تھیں جن کے مقابلہ میں یہی سر پھرے میدان میں آتے، اسے

کچھ ہوئے تو یہی رندان قدح خوار ہوئے

اس لئے حضرت اس جماعت کے کارکنوں کی بہت سی کوتاہیوں اور غلطیوں سے بھی چشم پوشی فرماتے اور ان کے جذبہ اور ہمت کی قدر کرتے۔

حضرت نے قادیانیت کا آغاز  
تحریک قادیانیت کی تردید اور اس کا مقابلہ اور اسکے سب دور اپنی آنکھوں

سے دیکھے تھے، خود مرزا صاحب اور حکیم نور الدین صاحب اور اس تحریک کے بڑے بڑے ذمہ داروں سے قریبی واقفیت تھی، آپ اس تحریک کے حقیقی مقاصد اور اسکے اندرونی حالات سے بخوبی آگاہ تھے اور اسکو اسلام کی بیخ کنی اور تخریب کا ذریعہ سمجھتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے عشق و محبت کا جو تعلق اور آپ کے ختم رسالہ اور امام شہل ہونے پر جو اعتماد و یقین تھا، اسکی بنا پر آپ نبوت کے ہر مدعی کو نبوت محمدی کا رقیب و حریف سمجھتے تھے اور اس آپ کو ایسی ہی نفرت اور غیرت آتی تھی جیسے ایک غیرت مند عاشق اور ایک فادار غلام کو آنی چاہئے تھی یہی جذبہ تھا جس نے آپ سے پہلے مولانا سید محمد علی مونگیریؒ، ناظم ندۃ العلماء اور مولانا سید انور شاہ کشمیری کو مضطرب و بے قرار بنا رکھا تھا اور انھوں نے قادیانیت کی مخالفت کو اپنے لئے فضیل بتا دیا اور فضیل جہاد سمجھا تھا، حضرت بھی اس بارے میں طبعی اور وجدانی طریقہ پر صاحب یقین اور صاحب حال تھے



تحریک احرار ختم نبوت اور احراری رہنماؤں اور علماء میں درحقیقت آپ ہی کا جذبہ اور آپ ہی کی روح گام کر رہی تھی، آپ اس سلسلہ کی ہر کوشش کو وقت کا اہم فریضہ اور دین کی اہم خدمت سمجھتے تھے اور ہر طرح اسکی ہمت افزائی اور سرپرستی فرماتے تھے اور دل و جان سے اسکی خدمت و تقویت کو ضروری سمجھتے تھے، ان کوششوں کے تذکرہ سے آپ کے گفتگو اور تازگی پیدا ہوتی تھی اور وہ آپ کی روح کی غذا بن گئی تھی، مولانا محمد علی صاحب فرماتے ہیں،

”مرزائیت کی نسبت جس قدر تفکر رہتے آپ کو معلوم ہی ہے، جب میں

حاضر ہوتا فرماتے مرزائیوں کا کیا حال ہے؟ اگر کوئی خوشی کی بات بتائی جاتی

اکثر فرماتے الحمد للہ، اگر ہنسی والی بات ہوتی تو ایسا ہنستے کہ تمام بدن مبارک

متحرک ہو جاتا۔“

”ایک دفعہ حاضر ہوا تو ایک نوٹ نکال کر عطا فرمایا کہ ختم نبوت کے کام کی

امداد میری طرف سے، پھر مجلس میں حاضرین کو توجہ دلائی، سب نے امداد کی حضرت

مولانا فضل احمد صاحب نے دس روپیہ کا نوٹ نکال کر دیا، فرمایا پانچ روپیہ کھلو

میں پانچ کا نوٹ واپس کرنے لگا، حضرت نے فرمایا ”واپس کیوں لیتے ہو یہ بھی

دے دو، انھوں نے وہ بھی دے دیا۔“

اس سلسلہ میں جو لوگ نمایاں حصہ لیتے تھے اور جنھوں نے رات دن لیک کر رکھا تھا،

ان سے حضرت کو نہایت محبت تھی اور ان کی نہایت قدر فرماتے تھے اور اپنی محبت و پیار کا

ظہار فرماتے، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے بعد مولانا محمد علی جالندھری اس میں پیش پیش

تھے حضرت ان سے بڑی محبت و شفقت فرماتے تھے اور ان کا بڑا اکرام کرتے تھے۔ مولانا



لکھتے ہیں "ایک دفعہ صبح آٹھ بجے کے قریب لائل پور حاضر ہوا، زمین کے فرش پر دھوپ میں تشریف فرما تھے، آگے ہو کر فرش پر بیٹھنے کا حکم دیا، میں تھوڑا آگے ہوا، بالکل برابر بٹھا کر کمر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا "میرا چاند آیا"

"میری موجودگی میں جب حضرت والا کی خدمت میں دودھ پیش کیا جاتا تب فرماتے مولوی صاحب کو پلاؤ، میں پی کر کیا کروں گا، یہ تو کام کرتے ہیں، خدام اصرار کر کے پلاتے اور دودھ مولوی صاحب کو پلا دیں گے، پھر بھی پورا نہ پیتے بلکہ چھوڑ کر فرماتے "مولوی صاحب کو پلا دو" اس طرح بارہا حضرت کا تبرک ملا۔<sup>(۱)</sup>

مولانا محمد صاحب انوری لکھتے ہیں:-

"آخر عمر میں حضرت اقدس کو رد مزائیت کی طرف بڑی توجہ ہو گئی تھی، مولوی محمد حیات صاحب کو (جنہیں قادیانیوں اور لاہوریوں کی کتابیں ازبر ہیں) بلا کر مباحث سنتے تھے اور مولوی لال حسین اختر کو بلا بھیجتے تھے مولانا محمد ابراہیم میر صاحب سیالکوٹی کی شہادت القرآن کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے دوبارہ اس کو طبع کرنے کے بڑے متمنی تھے، آخر کار حضرت اقدس نور الشرف مرقدہ کی توجہ مبارک سے اسکی دوبارہ اشاعت ہو گئی اور ایک علمی خزانہ ہاتھ آگیا، علماء جو ادھر ادھر کے مسائل میں الجھے رہتے ہیں، حضرت کو بڑا صدمہ ہوتا تھا ان ابجاث میں حضرت نے نہیں پڑتے تھے بلکہ اہم کام رد مزائیت کو قرار دیتے تھے۔<sup>(۲)</sup>

(۱) کتب برہانہ محمد علی جالندھری بنام مولف (۲) تحریر مولانا محمد صاحب انوری



حضرت ہی کے حکم اور ایما پر تحریک ختم نبوت میں مولانا محمد صاحب جیل گئے، مولانا لال حسین صاحب اختر کے لئے اسی سلسلہ کی سعی و جہد کو وظیفہ اور سلوک قرار دیتے تھے اور اس کو انکی ترقی کا ذریعہ بتاتے تھے، جنوری ۱۹۵۳ء میں ختم نبوت کی تحریک شروع ہوئی، حضرت ہمہ تن اس کی طرف متوجہ رہے اور اسکی فکر اور اس کا اثر پورے طور پر آپ کی طبیعت قوی فکریہ اور اعضا و جوارح پر مستولی ہو گیا، محمد افضل صاحب (سلطان فاؤنڈری والے) کہتے ہیں کہ تحریک کے زمانہ میں آپ ایک مرتبہ اپنے وطن ڈھڈیاں تشریف لائے ہوئے تھے پنجاب کے ایک مشہور عالم کہیں قبہ و جوار میں تشریف لائے تھے، حضرت کی موجودگی کی اطلاع پاکر زیارت کے لئے ڈھڈیاں آئے، آپ کی نگاہ جب ان پر پڑی تو آپ بڑے ذوق و شوق کے ساتھ انکے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے، اس وقت لاہور اس تحریک کا مرکز تھا، اور یہاں گاؤں ہونے کی وجہ سے دیر میں خبریں پہنچتی تھیں، آپ کو خیال تھا کہ یہ دورہ کرتے ہوئے آ رہے ہیں، ان کو تازہ حالات کا علم ہو گا، آپ نے بڑے اشتیاق کے ساتھ ان سے تحریک کی رفتار اور لاہور کے حالات کے متعلق دریافت کیا، انھوں نے لاعلمی کا اظہار کیا (جس سے بے توجہی اور عدم دلچسپی کا اظہار ہوتا تھا) حضرت سر بہت مایوس اور پڑ مردہ ہوئے کہ یہ شہر سے آ رہے ہیں کچھ تازہ حال سنائیں گے مگر یہ تو بالکل ناواقف اور بے تعلق نکلے محمد افضل صاحب یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں تحریک ختم نبوت کے رہنماؤں پر مقدمہ چل رہا تھا اور مولوی منظر علی انظر احوار کے پیروکار اور وکیل تھے، حضرت نے ایک روز مجھ سے فرمایا کہ کل ذرا سویرے موٹر لے آنا کہیں چلیں گے، میں موٹر لیکر حاضر ہوا، حضرت، مولوی منظر علی کی کوٹھی پر تشریف لائے اور تنہا ان کے پاس تشریف لے گئے، بہت دیر تک تنہائی میں ان سے باتیں کیں، خاصی دیر کے بعد باہر تشریف لائے۔



اس موضوع اور مقصد سے حضرت کی شہرت کی شہرت اور شغف کا اندازہ اس سے ہوگا کہ حکومت

پنجاب کے ماتحت جنوری ۱۹۵۷ء میں لاہور میں اسلامک کلویم (مذاکرہ اسلامی) منعقد ہوا، اس میں مشرق وسطیٰ کے بڑے ممتاز اور نامور عالم شریک ہوئے، انہوں نے بعض شرکاء اور پاکستانی علماء سے قادیانیت کے متعلق سوالات کئے اور اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ کوئی عربی زبان میں اس مذہب اور تحریک کے متعلق کوئی کتاب یا مضمون ہو تو ان کو پڑھنے کیلئے دیا جائے ان کا خیال تھا کہ اسی سرزمین میں مذہب و تحریک پیدا ہوئی، اس کو سمجھنے کا یہاں سے بہتر موقع نہیں مل سکتا، لیکن عربی میں کسی موزوں کتاب کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے جس میں اس تحریک اور اس کے بانی کے تعارف اور اس مذہب کی حقیقت اور اسکی تاریخ بیان کی گئی ہو، ان کو کوئی چیز پیش نہ کی جاسکی، جو لوگ کلویم میں شریک ہوئے تھے اور وہاں کی کارروائی سے واقفیت رکھتے تھے، وہ اکثر شام کی مجلس میں حضرت سے وہاں کی روداد بیان کرتے تھے، حضرت کو سین کر بڑا صدمہ ہوا کہ ان اہم علماء کی فرمائش پوری نہیں کی جاسکی اور قادیانیت کے بارے میں عربی زبان میں کوئی ایسی کتاب نہیں جس سے اسکی حقیقت معلوم ہو سکے، راقم سطور بعض مجبوریوں کی بنا پر کلویم میں نہیں پہنچ سکا تھا، اور چند دن کی تاخیر سے حضرت کی خدمت میں لاہور حاضر ہونے والا تھا، حضرت نے اس موقع پر فرمایا کہ وہ آئیں گے تو ہم ان سے چمٹ جائیں گے کہ یہ کام کر کے جاؤ۔

میں جب لاہور پہنچا تو حضرت نے یہ سب واقعہ سنایا اور فرمایا کہ تم عربی میں ایک کتاب لکھ دو، مولانا محمد حیات صاحب کو اور دو سے ارجاب اور خدام کو حکم ہوا کہ وہ اس کے لئے ضروری مواد اور سامان مہیا کر دیں، حضرت کا یہ قلبی تقاضا دیکھ کر اور حکم سن کر اپنی بے بساہتی اور نااہلی کے باوجود میں نے حکم کی تعمیل کا وعدہ کر لیا، صوفی عبدالحمید صاحب کی



کوٹھی پر قیام تھا، انہوں نے اپنا کمرہ عنایت فرما دیا، دو ایک دن کے اندر قادیانیت کا کتب خانہ اور مرزا صاحب کی تقریباً تمام تصنیفات جمع ہو گئیں اور کام شروع ہو گیا۔ میرے لئے بڑی دقت اور آزمائش یہ تھی کہ مجھے اس موضوع سے کبھی ذوق اور اسط نہیں رہا تھا، اپنے پیدائشی ادبی ذوق اور اپنے مخصوص علمی و تعلیمی ماحول کے اثر سے مجھے منظر مباحث سے کبھی دلچسپی نہیں ہوئی، بالخصوص مرزا صاحب کی کسی کتاب کے چند صفحے پڑھنا بھی میرے لئے مجاہدہ عظیم تھا، اور میں کبھی اس پر قادر نہ ہوسکا، صرف تحریک ختم نبوت کے نمانہ میں چونکہ مالک عربیہ کے اخبارات میں یک طرفہ اطلاعات شائع ہو رہی تھیں اور تصویر کا صرف ایک ہی رخ پیش کیا جا رہا تھا، قادیانی جماعت کو محض ایک ایسے ستم رسیدہ فرقہ کی حیثیت سے دیکھا جا رہا تھا جو اکثریت اور جاہل و متعصب مسلمانوں کی ہر طرح کی دست درازیوں کا نشانہ بنا ہوا تھا، میں نے اپنے عب دوستوں کو حقیقت حال سے مطلع کرنے کے لئے ابتداً ایک خط کی شکل میں (جو بعد میں ایک رسالہ کی صورت میں شائع ہو گیا) قادیانیت اور پاکستان کی تحریک ختم نبوت کے متعلق کچھ لکھا تھا جس کا سرمایہ علم صرف پروفیسر ایاس برنی صاحب مرحوم کا ایک رسالہ "قادیانیت کا محاسبہ" اور مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کا "قادیانی مسئلہ" تھا، یہی میرے علم و مطالعہ کی کل کائنات تھی، اب مجھے ایک ناقدانہ مستقل علمی تصنیف مرتب کر کے حضرت "کی خدمت میں پیش کرنی تھی، اس کے لئے مرزا صاحب کی ساری تصنیفات اور ممکن الحصول قادیانی لٹریچر کا مطالعہ کرنا ضروری تھا، پھر اسکی تنقید اور تردید، افتاد طبع، قدیم تعلیم و تربیت

(۱) یہ رسالہ القادیانیت ثورۃ علی النبوتہ المحمدیۃ والسلام کے نام سے پہلے ہندستان میں شائع ہوا اسکے بعد مفتی امین حسینی مفتی اعظم فلسطین اور بعض شامی دوستوں نے اسکو اپنے طور پر بھی شائع کیا۔



طبعی ذوق و رجحان، ہر ایک کا مطلق فیصلہ یہ تھا کہ یہ کام میری دسترس سے باہر اور میرے مزاج کے بالکل خلاف ہے لیکن انکار اور منذرت کی نہ گنجائش تھی نہ جرات، اللہ تعالیٰ کے اعتماد و توکل پر اس کام کا بیڑا اٹھایا اور ایک علمی و تصنیفی امکانات کی نیت کرنی اور اپنے کام میں لگ گیا۔

حضرت اس کام کی تکمیل کی طرف پوری طرح متوجہ تھے ان کو کسی طرح گوارا نہ تھا کہ میں اس عرصہ میں اپنا وقت کسی اور کام میں صرف کروں، کسی ضروری سے ضروری تقریب میں شرکت کیلئے کوٹھی سے باہر جانا بھی حضرت کو گراں گزرتا تھا، کبھی اس کا علم ہو جاتا کہ کوئی دوست اصرار کر کے لے گئے تو فرماتے کہ پھر یہ کام کیسے ہو سکے گا، یہ کام اس وقت سب سے زیادہ ضروری ہے، دن بھر لکھنے میں مصروفیت رہتی، شام کو عصر کی مجلس میں اور کبھی اس سے پیشتر دن بھر کے کام کا جائزہ لیتے، جو کچھ کیا ہوتا اس کو سنتے، اس وقت کسی اور موضوع کا پھیرنا گوارا نہ تھا، کوئی بڑے سے بڑے شخص اس طرح بیٹھ جاتے کہ میں آڑ میں ہو جاتا تو ان کو متوجہ فرما دیتے، اس موضوع سے خاص تعلق رکھنے والے جو علماء تشریف آتے اور جن کی اس موضوع پر گہری اور وسیع نظر ہوتی ان سے ارشاد ہوتا کہ وہ میرے کام کو ملاحظہ فرمائیں اور اپنی معلومات سے مستفیض کریں، غرض اس عرصہ میں یہی موضوع اور یہی ذوق درود یوار پر پھلایا ہوا تھا،

کتاب بجد الشراک ہینہ کے انڈائنڈ مرتب ہو گئی اور، ۲۷ فروری ۱۹۵۷ء کو میں اس سے فارغ ہو گیا، مجھے اس کتاب کی تصنیف کے سلسلہ میں خوب اندازہ ہوا کہ حضرت کی فراموشی اور وجدان اس فرقہ کے بائے میں بالکل صحیح اور حق بجانب ہے، تخریب اسلام اور اسلام کو اپنے مرکز سے ہٹانے میں کوئی سازش اتنی خطرناک اور کامیاب نہیں ثابت ہوئی



یعنی یہ سازش اور کوشش۔

میرے لئے اور ان سب دوستوں کے لئے جو میری افتاد طبع اور ثقافت سے واقف ہیں اور انہوں نے یہ کتاب بھی پڑھی ہے یہ بات سخت تعجب خیز ہے کہ یہ کتاب اس قلیل عرصہ میں ایک ایسے شخص کے قلم سے کیسے تیار ہو گئی جو اس موضوع کے اجد سے بھی ناواقف اور اس کو چھ سے یکسر نا بلد تھا، تقریباً ایک مہینہ کی قلیل مدت میں اس پورے کتابی ذخیرہ کا جائزہ بھی لیا گیا، نوٹس بھی تیار کئے گئے اور عربی میں منتقل بھی کر لیا گیا، اگر اس کو حضرتؒ کی کرامت سمجھا جائے تو کچھ بے جا نہ ہوگا، میں اب بھی جب کبھی اس کو دیکھتا ہوں مجھے خود حیرت ہوتی ہے اور اس کو محض تائید غیبی اور ایک مخلص کی دعا اور فکر کا نتیجہ سمجھتا ہوں،

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقان

مصلحت راتمتے برآ ہوئے چلین لبتہ اند

یہ کتاب کچھ عرصہ کے بعد القادیانی والقدیانیہ کے نام سے خوبصورت عربی ٹائپ میں طبع ہو گئی اور مصر و شام نیز افریقہ کے ان حصوں میں جہاں قادیانیت نے فروغ حاصل کرنا شروع کیا تھا اس نے بڑی مفید خدمت انجام دی اور کہیں کہیں اس نے ایک لپتہ کا کام دیا <sup>(۱)</sup> والحمد للہ وحدہ،

اس کے ٹھیک ایک سال بعد جب ۱۹۵۹ء میں دوبارہ لاہور حاضر ہوا تو ارشاد ہوا کہ اب اس کو اردو میں منتقل کر دو، کتابی ذخیرہ پھر جمع کیا گیا تاکہ اصل جہاں میں نقل کی جائیں، اس نقش ثانی میں کچھ اضافہ بھی کیا گیا اور مہینہ کے اندر اندر یہ ترجمہ بھی تیار ہو گیا جو قادیانیت <sup>(۲)</sup>

(۱) (۱۹۶۲ء) میں اس کا دو سیراڈیشن ندوۃ العلماء پریس سے شائع ہوا۔

(۲) اس وقت حضرت کا قیام حاجی حسین احمد صاحب کی کٹھی واقع ایمپرس روڈ پر تھا، وہیں اس ترجمہ کی تکمیل ہوئی



کے نام سے لاہور سے شائع ہوا، اور اس نے سنجیدہ حلقہ میں بہت جلد اپنی جگہ پیدا کر لی، اخبارات و رسائل نے بالعموم اس پر بڑے اچھے تبصرے کئے اور خاص طور پر اس کی متانت اور زبان کی ثقاہت، مستند معلومات اور محکم استدلال کی داد دی، حضرت نے اپنے علوم مرتب کے باوجود اس کے خریدنے کی ترغیب دی، کئی بار مجلس میں پڑھی گئی، قادیانی حلقے نے اس کتاب کا خاصہ وزن محسوس کیا، "الفضل" اور "پیغام صلح" نے مسلسل اس پر تنقید شائع کی، لیکن بقول مولانا نصر اللہ خاں عزیز مدیر ایشیا "یہ مضامین اس کے اثر کو کم نہیں کر سکے۔"

اس طویل داستان سے مقصود حضرت کے اس شغف اور فکر و اہتمام کا اظہار ہے جو آپ کو اس مسئلہ کے ساتھ تھا، اور جو بقدر تعلق آپ کے اہل تعلق میں کار فرما ہے۔



خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر  
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

حضرت مولانا عبدالقادر صاحب اپنے شیخ  
حضرت مولانا عبدالقادر صاحب اپنے شیخ  
حضرت مولانا عبدالقادر صاحب اپنے شیخ

قدس سرہ کے نقش قدم پر تھے حضرت عالیؒ اپنے سیاسی خیالات، جذبہ جہاد اور انگریز دشمنی  
میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے آپ کو بھی وصیت فرمائی تھی کہ مولانا محمود حسن صاحب  
کا ساتھ دیتے رہنا، سیاسیات میں انھیں سے رجوع اور مشورہ کی ہدایت بھی فرمائی تھی،

جب تک حضرت شیخ الہند حیات رہے، حضرت اگرچہ عملی سیاسیات سے کنارہ کش  
اور رائے پور میں اپنے کام میں ہمہ تن مشغول و یکسو رہے لیکن حضرت شیخ الہند ہی کو اپنا  
سیاسی مقتدی مانتے رہے اور مخصوص ذہنی و روحانی تربیت اور اپنی افتاد طبع کی وجہ سے  
آپ کا ذہن و رجحان اس گروہ کے ساتھ رہا جو ملک کی آزادی کے لئے کوشش

(۲۱) افادہ حضرت شیخ الحدیث۔

(۱) تحریر مولانا محمد علی جالندھری



(۱) کر رہا تھا، اور جس کے نزدیک اسلام کی وسعت اور اشاعت اور اس کے اخلاقی غلبہ و تسخیر کے وسیع امکانات، آبادی کے مختلف عناصر میں باہمی اعتماد و اتحاد میں مضمر تھے، آپ کے نزدیک ہندستان میں مسلمانوں کے بقا اور ارتقاء اور اسلام کی عزت و غلبہ کا ایک ہی راستہ تھا اور وہ یہ کہ مسلمان اس ملک میں اپنی صلاحیت و افادیت اور اپنے اخلاقی و روحانی تفوق کا نقش قائم کر دیں اور اپنی بے لوث و بے غرض محبت و خدمت روحانی عظمت اور ذکر اللہ کی کثرت سے اپنے برادران اور ہندستان کی قدیم آبادی کا (جو زمانہ قدیم سے محبت و روحانیت کے تیر سے گھائل ہونے والی ہے) دل جیت لیں اور محبوبیت و اعتماد کا مقام حاصل کر لیں اور یہ بات اسی وقت ممکن ہے کہ یہ ملک متحد ہو، ہندو مسلمان کو آزادانہ طریقہ پر ایک دوسرے سے ملنے اور دیکھنے کے مواقع حاصل ہوں، آپس میں سیاسی رقابت، تلخی و نفرت اور تقابل کی صورت نہ ہو،

**تقسیم سے اختلاف** | آپ کو اس حقیقت پر پورا یقین تھا کہ ہندستان میں مسلمان

اب بھی وہی رستہ ہے جو ساتویں صدی میں حضرت خواجہ معین الدین اجمیری اور صوفیائے کرام نے اختیار کیا اور وہ ملک کو دو حصوں میں تقسیم کرنے اور سیاسی طور پر ایک دوسرے سے بجز آزا اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں صاف آرا ہونے سے حاصل نہیں ہو سکتا،

(۱) ۱۹۳۵-۳۶ء میں جب مولانا حبیب الرحمن صاحب رائے پوری (نومسلم) نے حزب الانصار کے

نام سے ایک سیاسی تبلیغی جماعت قائم کی جس کے سیاسی مقاصد اور دستورات عمل میں ملک کے لئے

آزادی کامل کے حصول کی جدوجہد شامل تھی تو آپ نے اسکی سرپرستی فرمائی اور اس کے مطبوعہ دستورات

میں آپ کا نام عرصہ تک بحیثیت سرپرست کے موجود رہا۔



اپنے اس ذہنی رجحان اور قلبی اذعان کی بنا پر نیز دینی جذبات، عملی اسلامی زندگی اور اخلاص و سرفروشی کی روح کی بنا پر آپ کا کھلا ہوا رجحان جمعیتہ العلماء اور مجلس احرار کربلا تھا خاص طور پر جانشین شیخ الہند مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے تو آپ کو عشق و شفقت کی حد تک محبت و عقیدت تھی، آپ کو ان کے اخلاص و للہیت و مقبولیت عند اللہ پر اعتقاد کامل تھا، اپنے خاص علم و احساس کی بنا پر اس میں ایک لمحہ کے لئے تردد نہیں پیدا ہوتا تھا دوسری طرف سیاسی بصیرت اور بالغ نظری میں مولانا ابوالکلام آزاد کے بڑے قائل تھے، مجلس احرار کا بھی یہی بنیاد، فکر تھا، اور اس کے بانی و روح رواں مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی اور مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری آپ سے بیعت و ارادت کا تعلق رکھتے تھے اور آپ کو بھی ان دونوں سے گہرا اور عزیزانہ و سرپرستانہ تعلق تھا، اس سب کا نتیجہ تھا کہ آپ فکری و ذوقی طریقہ پر تقسیم کو مسلمانوں کے لئے مضمر، اسلام کی اشاعت و ترقی کی راہ میں رکاوٹ اور نئی نئی مشکلات پیدا ہونے کا ذریعہ سمجھتے تھے،

**مولانا مدنی کی تائید** | مولانا مدنی چونکہ تقسیم کی مخالف جماعت (جمعیتہ العلماء) اور قوم پرور مسلمانوں کے رہنما تھے اور پورے خلوص و جانفشانی کے ساتھ اپنے نظریہ کی اشاعت و تبلیغ کے لئے میدان میں سینہ سپر تھے اور اسکے لئے طوفانی دوسے فرما رہے تھے، مسلمانوں کی اکثریت پاکستان کے نعرہ سے مسحور اور ملک کی اکثریت کی تنگدلی، کم حوصلگی اور تعصب کے مسلسل تجربہ کی بنا پر ایسی بنجود اور از خود رفتہ ہو رہی تھی کہ وہ مولانا کے مقام و استرازم کا بھی لحاظ نہ رکھ سکی اور سید پورا اور جالندھر میں نہایت نامناسب ناخوشگوار واقعات پیش آئے، حضرت کی نظر مولانا کے اخلاص



مسلمانوں کے ساتھ ان کے جذبہ خیر خواہی اور عند الشرائح کی مقبولیت پر کبھی آپ کو ان واقعات سے سخت ملال اور قلق ہوا، اور آپ نے بڑے جوش کے ساتھ علامہ مولانا کی حمایت و تائید فرمائی شروع کی۔ اس وقت مسلمانوں کے جذبات اس رجحان کا ساتھ دینے سے قاصر تھے اور آپ کے بڑے مخلص و معتقد خدام کیلئے بھی یہ بڑے مجاہدہ اور امتحان کا وقت تھا، آپ کو ان کے اس رجحان کا خوب علم تھا، لیکن آپ نے اسکی بالکل پرواہ نہیں کی اور کھل کر مولانا کی تعریف و توصیف اور ان کی ذات کے ساتھ اپنی عقیدت و محبت کا اظہار فرمایا،

اسی زمانہ میں ۱۹۲۶ء کا الکشن آیا، آپ نے مولانا کے ساتھ اپنے تعلق قلبی کا برملا اظہار فرمایا اور اپنے مخصوص مخلصین کو ان کی حمایت کی ہدایت کی، ۱۹۲۵ء میں الکشن کی تیاریاں اور رہنماؤں کے دورے شروع ہو گئے تھے، ۱۹۲۵ء کو مولانا رائے پور تشریف لے گئے تو آپ نے اپنے ایک بڑے مجمع کے ساتھ قصبہ سے باہر نصف میل پرا کر مولانا کا استقبال کیا اور اپنے ساتھ جائے قیام پر لے گئے اور چونکہ آپ تکلیف و ضعف کے باعث جلسہ میں دیر تک بیٹھ نہیں سکتے تھے، اس لئے جلسہ کی صدارت کیلئے اپنی جانب سے مولانا اشفاق احمد صاحب متولی مدرسہ حضرت شاد عبدالرحیم صنا کو مقرر فرما کر بھیجا، اور ایک پیغام اپنے خادم و معتاد خاص مولانا حبیب الرحمن صاحب نو مسلم مقیم خانقاہ کے ذریعہ حاضرین جلسہ کو بھیجا کہ اگرچہ میں ۱۹۲۱ء کے خلافت اور کانگریس کے دور کے بعد اپنے دیگر مشاغل کی وجہ سے کسی سیاسی جماعت میں شامل نہ تھا مگر اب پورے شرح صدر کے ساتھ اعلان کرتا ہوں کہ میں حضرت مولانا مدنی کے ساتھ ہوں میں اپنے دوستوں کو مجبور تو نہیں



کرتا مگر میں اپنے متعلق کہتا ہوں کہ اگر میرا ووٹ ہو تو میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی  
مذقلہ کو دوں اور ہر اس شخص کو ووٹ دوں جس کی مولانا مدنی سفارش کریں؛

لیکن آپ مولانا مدنی اور اس گروہ کے نظریے کے  
تقسیم کا نفاذ اور اسکے نتائج

خلاف جو تقسیم کا مخالف تھا بالآخر ۱۴ اگست  
۱۹۴۷ء کو پاکستان میں اور ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندستان میں تقسیم کا اعلان ہو گیا اور  
اسکا عملی نفاذ کر دیا گیا، اس موقع پر ایک طرف شمالی اور اطراف دہلی اور شرقی پنجاب اور مغربی  
بنگال میں، دوسری طرف مشرقی بنگال اور مغربی پنجاب میں جو قیامت برپا ہوئی، دونوں طرف  
کے باشندوں کو جن لرزہ خیز مصائب سے گزرنا پڑا، جس طرح بستیاں نذر آتش اور لاکھوں انسانی جانیں  
لقمہ اجل بنیں، ٹرینوں میں اور ایشیوں پر قتل عام ہوا، قافلے لٹے، اور انسان بھیر بکریوں کی طرح  
ذبح اور گاجرمولی کی طرح کاٹے گئے، جس طرح ننگ و ناموس بے قیمت و پامال اور انسان  
کا خون ارزاں ہوا وہ ایک تلخ ترین داستان ہے جو انسانیت کی پیشانی کا داغ اور بھراس  
و درد مند انسان کے سینہ کا زخم ہے۔

اس حادثہ عالم آشوب سے ہر صاحبِ دل و صاحبِ بصیرت انسان کو  
دل کا زخم اپنے اپنے احساس و علم اور اپنے اپنے درد و تعلق کے مطابق تکلیف پہنچی  
لیکن حضرت کو دہری تکلیف تھی، ایک طرف مشرقی پنجاب مسلمانوں کے وجود سے (جس کو قدرت  
آہی نے صدیوں سے اس حصہ کی قسمت میں رکھا تھا) خالی ہو گیا اور وہاں کی سرزمین

(۱) مضمون اشتہار مطبوعہ بعنوان "ارشادِ گرامی" شائع کر رہا ہے عبدالحمید خاں ولد اؤ عبد الرشید خاں

ساکن قصبہ رائے پور ضلع سہارنپور۔



مسلمانوں سے اور فضائیں اذالوں سے محروم ہو گئیں۔

مدارس میں آیات خلت من تلاوت

ومنزل "علم" مقصر العرصات<sup>(۱)</sup>

آپ کی آنکھوں کے سامنے پنجاب میں آپ کے شیخ اور آپ کا لگایا ہوا باغ اجڑ گیا، اور جہاں بہر وقت اللہ کے نام کی صدا اور ذکر کے نغمے گونجتے تھے وہاں کی فضا پانچ وقت اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدا کو ترسنے لگی، یہ آپ کے دل کا ایسا داغ تھا جو کبھی مندل نہیں ہوا۔

دوسری طرف مغربی پاکستان میں نہتی ہندو آبادی کے ساتھ جو ظلم اور سفاکی ہوئی اس نے آپ کے درد مند اور انسان دوست دل کو تڑپا دیا، آپ کے نزدیک ان ناکردہ گناہ انسانوں کو دوسرا جگہ کے مجرموں اور قاتلوں کے جرم اور مسلمانوں کے انتقام میں قتل کرنے کا کوئی شرعی و اخلاقی جواز نہ تھا۔

عرصہ تک رائے پور کی مبارک مجلسوں میں ذکر کے اوقات کے علاوہ دونوں طرف انسانوں کی مظلومیت اور ان کے بھائیوں کی سفاکی کے واقعات کا تذکرہ ہوتا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت کے قلب حزین کو اتنے تذکرے سے بھی تسلی نہیں ہوتی اور سینہ کے داغ اندر اندر جل رہے ہیں آپ بار بار فرماتے تھے کہ ان نادانوں نے اشاعت اسلام کا ایک وسیع میدان اور اتنی انسانی روحوں کے مشرف باسلام ہونے کا نا دروز ترین موقع کھو دیا، اگر غیر مسلم آبادی وہاں رہ جاتی

(۱) جہاں آیات قرآنی کا دن رات درس ہوتا تھا وہ مقامات تلاوت تک سے محروم ہیں اور جہاں علم کا شب و روز تذکرہ تھا وہاں خاک اڑ رہی ہے۔



تو وہ خود یا ان کی اولاد اسلامی تہذیب و اخلاق سے متاثر ہوتی اور اللہ تعالیٰ انکا سینا سلام کھیلے کھول دیتا اور اسلام کی آغوش نئے نئے فرزندوں سے معمور ہوتی۔

مشرقی پنجاب سے جو مسلمان پاکستان ریلوں کے ذریعہ گئے تھے اور جن میں بہت سے آپ سے تعلق رکھتے تھے بڑے ہوناک مصائب سے گزر کر پہنچے، انکے بہت سے ساتھی ان کی آنکھوں کے سامنے تہہ تیغ ہوئے جو کسی نہ کسی طرح پنج کر پہنچے انکے بڑے دلجو اور جگر خراش خط آئے ۱۳۶۵ھ (۱۹۴۸ء) میں سفر حج کے بعد جب راقم سطور رائے پور حاضر ہوا تو ان کے خطوط کا سلسلہ جاری تھا اور وہ مجلس میں پڑھے جاتے تھے اور ایک سناٹا اچھا جاتا تھا۔

خود رائے پور میں مشرقی پنجاب کے بہت سے خدام و اہل تعلق جو رائے پور رمضان کرنے آئے ہوئے تھے مقیم تھے، پناہ گزنیوں کی ٹرینیں برابر سہارنپور سے گزر رہی تھیں قدرتی طور پر ان غریب لوگوں کو اپنے وطن پہنچنے اور اپنے اہل و عیال اور خوش واقارب سے ملنے کا اشتیاق و اضطراب تھا لیکن اس کا کوئی اطمینان نہ تھا کہ یہ لوگ صحیح سلامت پہنچ جائیں گے، اس لئے آپ مترود تھے اور اجازت نہیں دیتے تھے، بالآخر عرصہ کے انتظار کے بعد آپ نے ایک روزنا اجازت دی، مولانا محمد علی صاحب جالندھری اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:-

جب ملک تقسیم ہوا پنجاب کے اکثر خدام رمضان گزارنے آئے ہوئے تھے مشرقی پنجاب کے مسلمان گھروں سے اجاڑ دیے گئے، یہ سب خدام بہت پریشان تھے، جب پتہ چلتا کہ کوئی ٹرین لاہور جائے گی، خدام اجازت طلب کرتے مگر حضرت



اجازت نہ دیتے، خدام بے حد پریشان تھے، خبریں پڑھتے تھے، آخر ایک ٹرین  
کی اطلاع ملی کہ لاہور جائے گی، حضرت نے فرمایا جو جانا چاہتے ہیں تیسار  
ہو جائیں، یہ پہلی ٹرین تھی جو صبح سالم لاہور پہنچی، پہلی ٹرینیں جانی و مالی نقصان  
کرا کے آئیں! (۱)

یہ سب نتائج (خواہ اتنی تھیب اور واضح شکل میں نہ ہوں) حضرت کی دوڑ میں نگاہ  
اور اہل بصیرت کی نگاہوں کے سامنے تھے، جو ہوا وہ اندیشہ اور توقع سے بہت زیادہ  
اور قیاس سے بہت افزوں تھا، مگر ایسا نہیں کہ بالکل خلاف توقع ہو اور نہ صرف فرست  
مومن بلکہ یہی بصیرت بھی اسکی پہلے ہی پیش گوئی کر چکی تھی،

دو صد انا دریں محفل سخن گفت سخن نازک تر از برگ سخن گفت  
مگر با من بگو آن دیدہ و رکیست، کہ خائے دید و احوال چمن گفت

نقص کی تلافی اور اصلاح حال کی صورت | حضرت کے نزدیک اس نقصان کی تلافی اور  
نقص کی تلافی اور اصلاح حال کی صورت بہت تھی کہ تعلقات میں شگہار  
پیدا کی جائے اور کچھ اللہ کے بندے جو خدا کے نام کی صلاوت سے آشنا ہوں جان کی ہلاکت سے بے خطر

اور فقر و فاقہ کے خوف سے بے فکر و نڈر ہوں، مشرقی پنجاب کی خالی مسجدوں اور  
گوشوں میں تو کلا علی اللہ بیٹھ جائیں اور اخلاص اور درود کے ساتھ اللہ کا ذکر کریں، اگر کوئی مان  
سے بیمار پر دم کرانا چاہے یا کسی جائز ضرورت کیلئے تعویذ کی درخواست کرے اللہ تعالیٰ  
کے اعتماد و یقین پر اپنے کو محض بے اثر و بے بصاعت سمجھتے ہوئے تبلیغ و ہدایت کی

(۱) مکتوب مولانا محمد علی جانندھری بنام مولف کتاب،



غرض سے کر دیا کریں، اگر اللہ تعالیٰ کو اس علاقہ میں پھر اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کی سکونت منظور ہے تو ان کے انفاس و نقوش میں اثر و سچائی پیدا کرے گا اور لوگ ان کے عقیدہ ہو کر ان کا دین قبول کریں گے اور کم سے کم اسلام سے نفرت اور مسلمان سے وحشت دور ہوگی، لیکن افسوس ہے کہ کسی نے اس کی ہمت نہ کی اور حضرت کی آرزو پوری نہ ہوئی، مولانا حبیب الرحمن صاحب نو مسلم نے البتہ مشرقی پنجاب اور خاص طور پر اپنے وطن قدیم پیالہ کے دورہ میں اس پر کہیں کہیں عمل کیا اور بعض حاجتمندوں کو تعویذ لکھ کر دیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ اس کے آداب و شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ ایک نمازی مسلمان کو اتنے روز تک کھانا کھلایا جائے۔ صاحب الغرض عن مجنون کے مطابق بعض اہل ضرورت غیر مسلموں نے ایسے مسلمان کو دور سے "درآمد" کیا اور اس کو اپنے گھر رکھ کر روٹی کھلائی اللہ تعالیٰ نے عمل میں اثر دیا اور اس کا کام بھی ہو گیا، لیکن یہ سلسلہ مستقل طریقہ پر چلانے والا کوئی نہ ملا۔

## مسلمانوں کو جانے اور تھامنے کا عظیم الشان کام | ایک بڑا مسئلہ جو تقسیم نے کھڑا کر دیا تھا یہ تھا کہ

پاکستان کے بن جانے اور ہندستان کے حالات کے غیر یقینی ہونے کی بنا پر مسلمانوں کے

(۱) اس سلسلہ میں یہ لطیفہ مولوی حبیب الرحمن صاحب نے خود سنایا کہ ایک سکھ یا ہندو اس شرط کو پورا کرنے کے لئے کہیں سے ایک مسلمان لے آیا، لیکن بد قسمتی سے وہ بے نمازی تھا چونکہ عمل میں نمازی ہونے کی شرط تھی، اس لئے اسی غیر مسلم نے اس مسلمان سے مارا کر نماز پڑھائی تاکہ عمل اور تعویذ میں اثر پیدا ہو۔



قدم ہندستان میں ڈگمگائے اور بڑے بڑے پہاڑ تزلزل میں آگئے اور پاکستان ہجرت کر جانے کا ایک ایسا وسیع اور طاقتور رجحان بلکہ نشہ سب پر چھا گیا جس کو تھا منا اور مسلمانوں کو اس ملک میں مقیم رہنے پر آمادہ کرنا مجددانہ عزیمت و بصیرت کا طالب تھا، اس کیلئے غیر متزلزل یقین اعتماد علی اللہ اور زبردست روحانیت اور قوت ایمانی کی ضرورت تھی، مسئلہ اگرچہ سارے ہندستان کا تھا اور ضلع سہارنپور میں جہنا کے مشرقی کنارے سے لیکر دریائے گنگا تک اسکی لہر پھیلی ہوئی تھی، مگر سب سے بڑھ کر یہ سہارنپور کے سرحدی ضلع کا مسئلہ تھا اور درحقیقت یہی ضلع ہندستان میں مسلمانوں کے مستقبل کیلئے فیصلہ کن بنا ہوا تھا، اگر ضلع سہارنپور اکھڑتا اور وہاں سے مسلمانوں کا عمومی انخلا شروع ہو جاتا تو پھر ضلع مظفرنگر، میرٹھ اور ضلع بجنور کی باری تھی جو اس سے ملحق تھے، اس کے بعد مراد آباد کا بھی اعتبار نہ تھا اور اس کے معنی یہ تھے کہ یو۔ پی جو مسلمانوں کا تہذیبی اور دماغی مرکز ہے مشرقی پنجاب بن جاتا اور ہندستان خدا نخواستہ دوسرا اسپین بن کر رہتا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل خاص اور اسکی کار سازی تھی کہ اس سرحدی ضلع میں مسلمانوں کے اندر استقلال و ثبات پیدا کرنے حالات کا مقابلہ کرنے کا عزم اور سارے ہندستان کے مسلمانوں کیلئے سینہ سپر ہو جانے کا وصلہ پیدا کرنے کیلئے اور اکھڑے ہوئے قدموں اور ڈگمگائے ہوئے دلوں کو جانے کیلئے اس نے تین شخصیتیں عطا فرمائیں جنہوں نے ہندستان کے مسلمانوں کی اس گرتی ہوئی عمارت کو تھامنے کیلئے تین ستونوں کا کام کیا۔

ایک حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری جو بالکل جہنا کے مشرقی کنارے اور یو۔ پی کی آخری سرحدی لکیر پر بیٹھے ہوئے تھے، اور دوسرے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب جو سہارنپور میں تشریف رکھتے تھے، تیسرے حضرت مولانا حسین احمد مدنی جو دیوبند کے رکن



رکین اور پورے صوبہ بلکہ ملک کے مسلمانوں کے اس وقت پشتیبان بنے ہوئے تھے۔  
تقسیم کا نفاذ ہوا تو حضرت رائے پورہی میں تھے، رائے پور والوں کے تعلقات مشرقی  
پنجاب، نیز مغربی پنجاب سے پہلے سے تھے ان میں سے بعض کی زمینیں اور بعض کے  
اعزا وہاں موجود تھے، سیاسی ذوق و رجحان کے اعتبار سے مسلمانوں کی اکثریت کی طرح  
وہ بھی تقسیم کے حامی تھے، ان کے اور مشرقی پنجاب کے درمیان صرف جہنا حائل تھی، پنجاب  
کی سرحد رائے پور کی بستی اور خانقاہ سے صرف چار میل پر واقع ہے، دریا کے اس پار جویم  
یا گولے گرائے جاتے ان کی آوازیں اور دھماکے صاف رائے پور میں محسوس ہوتے انواہوں  
نے اور اطراف کے لٹے پھٹے قافلوں نے خوف و ہراس اور افسردگی و یاس کی فضا  
پیدا کر دی تھی اور اس ملک کے مسلمانوں کا مستقبل نہایت تاریک نظر آ رہا تھا، جائدادوں  
اور زمینداروں کا کچھ بھروسہ نہ تھا، ان کا انجام مشرقی پنجاب میں اچھی طرح دیکھ لیا گیا  
تھا، مسلمانوں کی عزت و ناموس بظاہر ایک قصہ ماضی تھا، رائے پور اور یو۔ پی کے  
زمیندار حکومت کے عادی رہے ہیں، اب ان کو صاف نظر آ رہا تھا کہ ان کی رعایا  
اور ان کے زیر دست ان سے باغی ہو جائیں گے اور ان سے برسوں کا انتقام لیں گے  
عرض سارے حالات اور آثار اور علامات و قرائن ہجرت کے حق میں تھے اور  
ہندستان میں رہنا خلاف عقل، خلاف مصلحت اور بہت سے حضرات کے نزدیک خلاف  
حمیت اور مخالفت اسلام نظر آ رہا تھا، نقشہ یہ تھا کہ جو الپور، دہرہ دون اور جہناپا کے  
مواضعات کی آبادی اپنے ہم قوم و ہم مذہب بھائیوں کے پاس رائے پور ٹھہری ہوئی  
تھی، دوسری طرف سے حملہ کی انواہیں پھیلتی رہتی تھیں، تین مرتبہ تو باقاعدہ حملہ کی اطلاع  
ملی جس کی نوبت خدا کے فضل سے نہیں آنے پائی، اہل رائے پور رات بھر ہیرہ دیتے



تھے اور چوکنارہتے تھے، باغ (خانقاہ رائے پور) میں مشرقی پنجاب سے ماہ رمضان گزارنے کے ارادہ سے آنے والوں کا مجمع تھا، یہ سب بھی ایک اضطراب اور اشتباہ کی حالت میں تھے، اس سر اسیمہ و مضطرب فضا میں آپ کا وجود، آپ کا اطمینان قلب و یقین اور آپ کی طرف سے تسکین و تلقین اہل رائے پور اور نواح و اطراف کے مسلمانوں کیلئے اطمینان قلب اور سکون خاطر کا واحد ذریعہ اور سرچشمہ تھا۔

مسئلہ نہ صرف رائے پور کے جانے کا تھا بلکہ سہارنپور کے مسلمانوں کی تقویت اور ان کو مطمئن کرنے کا بھی تھا جو ہندستان میں دینداری اور علم دین کا مرکز ہے اور جس کے اکھڑ جانے کے بعد قریبی اصلاہ کا جمانا ممکن ہو جاتا۔

سہارنپور میں ہر وقت فساد کا خطرہ تھا، آتش زنی، غارت گری، دہشت انگیزی کی فضا چھائی ہوئی تھی، مسلمان ایک دائمی خوف اور بے چینی کی حالت میں تھے، راتوں کو محلوں میں پہرہ دیتے، جا بجا آگ لگائی جا رہی تھی، شہر کے مختلف گوشوں سے شور و غل کی آوازیں آتی تھیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ حملہ ہو گیا، مسلمان اہل ثروت اور ذی حیثیت لوگوں کے گھر باہر سے آنے والے مسلمانوں کے کیمپ بنے ہوئے تھے، مسلمانوں نے اپنی جان و مال کی حفاظت کے لئے شہر کے ناکوں پر پہرے مقرر کر رکھے تھے۔<sup>(۱)</sup>

مسلمانوں کے سیاسی لیڈر پاکستان جا چکے تھے، یارخت سفر باندھ رہے تھے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب اس وقت نظام الدین دہلی میں محصور تھے، حضرت مولانا مدنی دیوبند میں تھے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل و حرکت مشکل ہو رہی تھی

(۱) روایت حاجی یعقوب علیجاں و میر آل علی اور شاہ سعود صاحب وغیرہ رؤسا سہارنپور۔



دہلی اور سہارنپور کا راستہ بالکل غیر محفوظ اور خطرناک تھا، اس حالت میں حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پور سے بار بار سہارنپور تشریف لاتے، مسلمانوں کی ڈھارس بندھاتے اور ان کو قیام کرنے پر بچھتہ کرتے۔

”اس زمانہ میں معمول تھا کہ تقریباً ہر ہفتہ عشرہ سہارنپور ضرور تشریف لاتے اور مسلمانوں کو تسلی و تسفی دیتے، آپ کی تشریف آوری سے مسلمانوں کو اطمینان ہو جاتا، ستمبر ۱۸۶۲ء (۱۳۶۶ھ) میں ایک بار آپ خاص اسی مقصد کے لئے تشریف لائے اور سہارنپور کے مسلمانوں کو سمجھایا کہ وہ تشدد سے بالکل پرہیز کریں، فسادات کے موقع پر مار کھالیں مگر مقابلہ نہ کریں، ورنہ وہی حشر ہو گا جو مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کا ہوا“<sup>(۱)</sup>

”ایک مرتبہ بڑے اہتمام سے تشریف لائے، خبر تھی کہ سہارنپور کے مسلمان حملہ کا ارادہ کر رہے ہیں اور کچھ کھیمپ میں جا رہے ہیں، آپ نے سمجھایا اور فرمایا کہ تم حملہ تو کر دو گے اور کچھ لوگوں کو مار بھی دو گے مگر اس کے بعد اس کا جو نتیجہ نکلے گا اور مسلمانوں کا جو حشر ہو گا وہ بہت سخت ہو گا فرمایا کہ ہم نے دہلی کے حالات سے یہ سبق لیا ہے“<sup>(۲)</sup>

عزمن حضرت کی اس تلقین و ہدایت اور بار بار کی مساعی سے ضلع سہارنپور کی مسلمان بیتیلا و مواضعات جن کے قدم اکھڑ چکے تھے یا ڈگمگا رہے تھے دوبارہ جم گئے اور ماٹھوں نے اپنی جگہ رہنے اور حالات و مشکلات کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا، آپ نے اسی زمانہ میں ایک

(۱) روایت حاجی یعقوب علیخان اور میر آل علی (۲) روایت مولانا حبیب الرحمن صاحب رائے پوری



مرتبہ فرمایا "كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ" اب یہ بے اطمینانی اور بے بسی کے دن نہیں رہیں گے (۱)

۵۔ محرم ۱۳۶۷ھ (۱۹ نومبر ۱۹۴۷ء) کو حضرت شیخ الحدیث مولانا مدنی کی معیت میں (جو اتفاقاً) دہلی گئے ہوئے تھے اور ایاب نو، لارہ، پسر، پرست، گار، وکھی، یوہڑا، تشریف لے جا رہے تھے، سہارنپور تشریف لائے۔ ۱۱ محرم ۱۳۶۷ھ (۲۵ نومبر ۱۹۴۷ء) شنبہ کو سہارنپور میں حضرت شیخ الحدیث کے دولت خانہ پر تینوں حضرات نے تخلیہ میں مشورہ کیا اور اس مشورہ میں اجتماعی طور پر فیصلہ ہوا کہ ہمیں ہندستان چھوڑنا ہے، حضرت رائے پوری کا وطن (جیسا کہ سوانح کے ابتدائی صفحات سے معلوم ہو چکا ہے) اور سارا خاندان نیز اہل ارادت و تعلق کی بڑی تعداد جو مشرقی پنجاب سے اب پاکستان پہنچ چکی تھی اور سارے عزیزانہ تعلقات اسی حصہ میں تھے جو اب پاکستان کا قلب اور مرکز تھا، ان سب باتوں کا تقاضا یہی تھا کہ آپ پاکستان منتقل ہو جائیں لیکن ہندستان میں اسلام اور مسلمانوں کے مستقبل کو سامنے رکھ کر آپ نے بھی اپنے بارہ میں ہندستان ہی میں رہنے کا فیصلہ فرمایا یقیناً بڑی سعید ساعت تھی جب ان حضرات نے جن سے لاکھوں مسلمانوں کا قلبی اطمینان وابستہ تھا یہاں رہنے کا یہ اجتماعی فیصلہ کیا، اگر خدا نخواستہ اس وقت کے غیر یقینی حالات میں یہ حضرات اپنے بارہ میں دوسرا فیصلہ کرتے تو ہندستانی مسلمانوں میں سخت انتشار پیدا ہوتا اور پھر کوئی طاقت ہندستان کے مسلمانوں کو ہندستان میں رہنے اور اپنے تعلیمی و تہذیبی مرکزوں کی حفاظت اور اس سرزمین سے وابستگی پر آمادہ نہ کر سکتی جس کے ہر چہ پران کی صلاحیت اور ان کی قوت عملی کے نشان اور تاریخی یادگاریں ہیں۔

(۱) روایت حاجی فضل الرحمن خاں رائے پوری و دیگر حضرات۔



راقم سطور کو خوب یاد ہے کہ جب حضرت شمسہؒ میں اس ناچیز اور مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی دعوت پر لکھنؤ تشریف لائے تو صبح و شام کی عمومی مجلسوں میں شہر کے بعض سربراہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات اور بعض اونچے عہدہ دار تشریف لاتے ان میں سے اکثر حضرات ذہنی طور پر کھیلے اثرات سے متاثر تھے اور بعض محض اس شوق میں آتے تھے کہ آپ سے سلوک و معرفت کی باتیں اور وعظ و نصائح سنیں گے، حضرت اکثر اس احسان کا تذکرہ فرماتے، یہ وقت ہم دونوں کے لئے بھی بڑے مجاہدہ کا تھا بعض اوقات قصداً کوئی دوسرا دینی موضوع چھیڑ دیتے کہ حضرت کی توجہ اس پر مرکوز ہو جائے لیکن ہم لوگوں کی تربیت و اصلاح کے پیش نظر بھی حضرت قصداً اس تذکرہ کو چھیڑتے کہ وہ عقیدت جو اپنے ذوق کی تابع اور کسی ایسی بات سے متزلزل ہو جائے جو اپنے ذوق و نظریات کی سو فی صدی مطابق نہ ہو وہ قابل اعتماد نہیں، دوسرے یہ کہ اللہ کے وہ بندے جن کو دولت اخلاص و یقین سے نوازا جاتا ہے ان کے نزدیک لوگوں کی عقیدت و پسندیدگی اور مدح و تعریف پر کاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتی۔

فلیتاء تحلوہ والھیاء مریرة

دنیاء - برضی و الا نام غضاب

ذابت انہی بانی ربیناک - امر

وبینی ربینا العالمین خراب (۱)

(۱) شاعر ابو نواس عدانی لکھتا ہے کہ: شمسہؒ آپ میرے لئے شیریں ہو جائیں پھر تپا ہے پوری زندگی تلخ ہو

اور شمسہؒ آپ مجھ سے راضی ہوں پھر خواہ سب انسان ناراض ہو جائیں، میرے اور آپ کے درمیان

بہار شہ قوی اور شاداب ہو، پاپے ساری دنیا کے تعلقات شاستہ اور ویران ہو جائیں،

مولانا محمد علی جوہر مرحوم نے خوب فرمایا ہے

توجید تویہ ہے کہ خدا حشر میں کہے یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے



۱۹۲۹ء اور شاید ۱۹۵۰ء تک بھی یہی سلسلہ چلتا رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھ اور توفیق عطا فرمائی کہ مخلص و عارف کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں،

لیکن باوجود اس علانیہ تعریف و اعتراف اور اظہار تشکر و احسان مندی کے جب بعض مخلصین نے جو ان اہل حکومت سے تعلقات اور بے تکلفی رکھتے تھے، ان اہل حکومت میں سے (جن کی حضرت تعریف فرماتے تھے) کسی سے ملاقات کی درخواست کی، یا ان کا اشتیاق بنا کر کہا، تو آپ نے سختی سے منع فرمایا اور صاف انکار کر دیا یہاں تک کہ مولانا جلیل الرحمن لدھیانوی مرحوم نے کئی بار پنڈت جواہر لال نہرو سے آپ کا نہایت بلند الفاظ میں تذکرہ کیا اور غائبانہ تجارت کرایا، حضرت سے بھی عرض کیا کہ کبھی ملاقات فرمائیں، حضرت نے صاف معفرت فرمادی اور کبھی کسی سے نہیں ملے، گویا یہ جو کچھ تھا محض شرافت نفس اور اسلام کی اخلاقی اتیم و احسان مندی کے جذبہ سے تھا ورنہ اپنا حال و عمل تو یہی تھا کہ

من و لوق خود بافسر شاہان نمی دہم

تقسیم ہند کے بعد کے پُر آشوب، ہوش رُبا اور زلزلہ انگیز سال

گزر گئے، اس کی کیفیات بھی بہت سے لوگوں کے حافظہ

سے فراموش ہو گئی ہوں گی، جنھوں نے نہیں دیکھا، ان کو اس کا نقشہ دکھانا اور اس کا صحیح تصور کرانا بھی مشکل ہے، ہندستان کے مسلمان اب اس ملک میں باعزت، آزاد اور شریک حکومت کی حیثیت سے رہنے اور اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق ملک کی تعمیر و ترقی میں حصہ لینے اور اپنی تہذیب، تعلیم اور مستقبل کی حفاظت کرنے کا عزم کر چکے



ہیں لیکن بہت سے لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ اس صورت حال کے پیدا کرنے اور اس  
فضا کے قائم کرنے میں اس بورڈ نشین درویش اور اس کے عالی مقام رفیقوں کا کیا  
بنیادی حصہ ہے، جنہوں نے اشک صبح گاہی اور خون جگر سے اس حصہ کی  
تعمیر کی جس کے اندر ہندوستان کے مسلمان آج زندگی گزار رہے ہیں اور مسجدوں کے  
میناروں سے اذان کی صدا میں اور مدارس کے ایوانوں میں قال اللہ وقال الرسول  
کی آوازیں بلند ہیں

آغشتہ ایم ہر سرخائے بخون دل  
قانون باغبانی صحیح نوشتہ ایم



**آخری سفر حج** | رائے پور کے بعض راؤ صاحبان اور کسان پر حج فرض تھا، حج کا  
ارادہ کر رہے تھے اور حضرت سے انہوں نے درخواست کی تھی کہ حضرت  
بھی تشریف لے چلیں، حضرت کو یہ اندیشہ ہوا کہ میرے عذر دینے سے شاید اس سفر ہی کا التوا  
ہو جائے اور فرض ان کے ذمہ رہ جائے، حضرت نے حج کا ارادہ فرمایا۔

راقم سطور ۱۰ شوال ۱۳۶۹ھ کو رائے پور جا رہا تھا، حضرت رائے پور سے سہارنپور  
تشریف لائے تھے، راستہ میں ملاقات ہو گئی، فرمایا کہ ہم حج کو جا رہے ہیں، میں نے تم کو  
خط لکھوایا تھا کہ تم بھی ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ، سہارنپور پہنچ کر قانونی مراحل



ٹیکہ واہن کی تکمیل ہوئی اور سفر کی تیاری شروع ہو گئی، پہلے حضرت کا اور مخصوص ہمراہیوں کا ہوائی جہاز سے تشریف لے جانے کا قصد تھا، لیکن اس سال ہوائی جہاز کا پورا پروگرام قریباً کے احکام کی بنا پر منسوخ ہو گیا تھا اس لئے بحری جہاز سے سفر اختیار کیا گیا۔

۱۲ ذیقعدہ ۱۳۶۹ھ (مطابق ۲۶ اگست ۱۹۵۰ء یوم یکشنبہ) سات بجے صبح دہلی کو روانگی ہوئی حضرت شیخ الحدیث بھی مشایعت کیلئے ہمراہ تھے، ۱۵ ذیقعدہ کی شب میں جبکہ پالم ہوائی اڈے سے حضرت مع راپور کے ہمراہیوں (راؤ عبد الحمید خاں، راؤ محمد سعید خاں، راؤ فضل الرحمن خاں اور راؤ مقصود علی خاں اور مولوی عبد المنان حسنا راپوری) کے ہوائی جہاز سے بمبئی کیلئے روانہ ہوئے، بمبئی میں تبلیغی جماعت کے خاص کارکن انتخار فریدی صاحب پہلے سے مقیم تھے انھوں نے قیام اور ضروری امور کا انتظام کر رکھا تھا اور ان کی موجودگی اور تعلقات سے بہت سہولت حاصل ہوئی، حضرت بہت ممنونیت کے ساتھ اس کا تذکرہ فرماتے تھے۔

۱۶ ذیقعدہ ۱۳۶۹ھ کو یہ راقم سطور مع اپنے عزیز رفقاء، مولوی عبداللہ صاحب ندوی، مولوی سید رضوان علی ندوی، مولوی محمد طاہر منصور پوری، مولوی محمد راج ندوی اور محمد ناظم صاحب دیوبند، جو م کے ساتھ اس قافلہ میں شامل ہو گیا۔ (۲) رائے پور کے راؤ صاحبان کے علاوہ فیض آباد کے عبداللطیف خاں، علاء الدین، بہٹ کے ممتاز اور بریلی کے حکیم عبدالرشید صاحب بھی شریک قافلہ تھے، حضرت نے ازراہ شفقت آزاد صاحب کو بھی جو بمبئی تک پہنچانے آئے تھے اپنے ہمراہ لے لیا تھا،

(۱) اس کا ایک محرک قوی یہ تھا کہ حضرت اپنے ساتھ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کو بھی لیجانا چاہتے تھے اور ان کو بحری سفر میں سخت تکلیف ہوتی تھی، اس بنا پر ہوائی جہاز کا سفر طے کیا گیا تھا۔  
(۲) راقم سطور کا یہ سفر حضرت شیخ الحدیث کی صاحبزادی مرحومہ کے حج بدل میں تھا۔



۲۰ ذیقعدہ ۱۳۶۹ھ یوم دوشنبہ (مطابق ۲۲ ستمبر ۱۹۵۰ء) کی شام کو اسلامی جہاز روانہ ہوا، حضرت مع مولوی عبدالمنان صاحب کے فرسٹ کلاس کے خصوصی کیمین میں تھے، ساتھ ہی لائبریری کا وسیع ہال تھا، جہاں پانچوں وقت باجماعت نماز ہوتی، حضرت جماعت کے ساتھ نماز ادا فرماتے اور اکثر وہیں نشست ہوتی، پورے سفر میں (جب کہ بعض رفقہا جن میں یہ راقم سطور بھی تھا بہت بیمار ہے) حضرت بہت اچھے رہے، حسب معمول ہوا، خوری کیلئے نکلتے، غذا کبھی ہوتی، بکری سفر اور جہاز کا طبیعت مبارک پر کوئی اثر نہ تھا، صرف ایک دو دن حرارت کی وجہ سے غفلت رہی جس سے خدام بہت پریشان رہے مگر بحمد اللہ جلد افاقہ ہو گیا۔

جہاز کو مکلا سے حجاج لینے تھے، اس لئے نماز معمول ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۶۹ھ یوم یکشنبہ (۱۰ ستمبر) کی صبح کو وہ مکلا ٹھہرا، چوبیس گھنٹے کے قیام کے بعد جہاز پانچ سو حجاج کو وہاں سے لے کر روانہ ہوا اور ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ یوم شنبہ ۱۶ ستمبر کی صبح کو جدہ پہنچا، ہندانی قونصل جنرل مولانا عبدالمجید حریری جہاز پر استقبال کے لئے موجود تھے، ان سے بڑی سہولت حاصل ہوئی، جدہ کے ایک بڑے ٹینی تاجر حاجی عبدالقادر نوروی کو ان کے اعزازے مہلبی سے حضرت کی آمد کی اطلاع دے دی تھی وہ موٹر لائچ لے کر حاضر ہوئے اور بندرگاہ پر اتار کر سیدھے اپنے مکان واقع شارع قابل لیگے، دو ایک ہمراہیوں کے ساتھ شب میں انھیں کے یہاں قیام ہوا لیکن چونکہ بقیہ ساتھی علیحدہ تھے، اس لئے حضرت نے انھیں کے پاس جانے پر اصرار فرمایا اور ان کے پاس حجاج منزل میں منتقل ہو گئے۔

جدہ میں مولانا عبد اللہ صاحب بلیاوی جو حجاز کی تبلیغی جماعت کے امیر و

(۱) مولانا عبدالمجید حریری بنارس بڑے ذی علم فاضل اور ادیب عالم ہیں، حضرت سے عقیدت رکھتے تھے



ذمہ دار تھے، بندرگاہ سے ساتھ ہو گئے تھے، ان سب حضرات کی معیت میں قافلہ اگلے ہی روز قبیل مغرب مکہ معظمہ حاضر ہوا، سامان مدرسہ صولیتہ میں رکھا، بعد مغرب طواف وسیحی سے فراغت کی، حضرت نے طواف وسیحی پیدل ہی کی، ایک شب مدرسہ فخریہ میں قیام کیا، پھر مولانا سلیم صاحب کی تجویز کے مطابق باب باسطیہ پر شیخ حمزہ کتبی کے اس مکان میں تشریف لے گئے جو مولانا نے حضرت اور آپ کے چند ہمراہیوں کے لئے کرایہ پر لے لیا تھا۔

۸ رذی الحجہ ۱۳۶۹ھ (۲۱ ستمبر ۱۹۵۰ء یوم پنجشنبہ) کو منیٰ گئے، سلیمان ہاشم مرحوم معلم تھے جو بالعموم تبلیغی جماعت کے معلم رہا کرتے تھے اور ان کے والد حضرت مولانا محمد الیاس کے سفر حج کے بھی معلم تھے، انھیں کا انتظام تھا اور وہ حضرت کا بڑا احترام کرتے تھے اور خادمانہ معاملہ فرماتے تھے۔

۹ رذی الحجہ ۱۳۶۹ھ (۱۲ ستمبر ۱۹۵۰ء جمعہ) کو عرفات کا وقوف گرمی کی شدت کے باوجود خیریت سے گزرا، حضرت اور رفقاء خیمہ میں ذکر و دعا میں مشغول رہے رفقاء کے دل کو بڑی طمانیت و تقویت تھی کہ وہ اللہ کے ایک مقبول و مخلص بندہ کے ساتھ ہیں اور اس کی طرف الطواف الہی کے جو جھونکے متوجہ ہوں گے ان سے وہ قاصر الہمت بھی محروم نہ رہیں گے، کہ اور آیت قوم لایشتی بہم جلسہ ہم۔<sup>(۱)</sup>

عرفات میں ایک عجیب لطیفہ غیبی اور آیت الہی کا ظہور ہوا، گرمی کی شدت اور حالات کے اس ہائے اخیر کی وجہ سے جس سے دنیا کا کوئی گوشہ مستثنیٰ نہیں، حجاج کی کثیر تعداد غفلت اور تفریح طبع میں مشغول تھی، دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ توبہ انابت رجوع الی اللہ

(۱) یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والے بھی محروم نہیں رہتے۔



کی کیفیت میں کچھ محسوس کمی اور غفلت معلوم ہوتی تھی، اللہ تعالیٰ کی رحمت مطلق نے جو اس عظیم و عزیز مجمع کو محروم نہیں دیکھنا چاہتی تھی اس غفلت کے ازالہ اور اس کوتاہی کی تلافی کا عجب سامان کیا جس سے عقل حیران اور عقلا را انگشت بندان رہ گئے اور وہ غفلت آن کی آن میں اس طرح دور ہوئی اور سارے مجمع پر خشیت و انابت اور رقت و تضرع کی ایسی فضا چھا گئی جو کسی وعظ و تاثیر اور انسانی تدبیر سے ممکن نہ تھی۔

اچانک آندھی آئی، افق سے ابراٹھا اور دیکھتے دیکھتے ایسے زور کی زالہ باری ہوئی کہ خمیوں کی طنابیں اکھر گئیں، خمیے لوگوں پر گر گئے، رونے والوں کی چیخیں نکل گئیں ہمارے معلم (سلیمان ہاشم) دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے، ایک حشر کا منظر تھا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب انابت کی ایک عام فضا پیدا ہو گئی اور آنکھوں نے اشک باری اور دلوں نے اضطراب و اضطراب کی وہ مقدار چند لمحوں میں پوری کر دی جو پورے دن کے وقوف و قیام میں نہیں ہوئی تھی تو اچانک مطلع صاف ہو گیا اور تھوڑی دیر کے اُولے اور پانی کا پھینٹا وہ کام کر گیا جو بیسیوں دینی اداے اور واعظین اور سحرانگیز مقررین کی منظم جماعتیں نہیں کر سکتی تھیں وما یعلم جنود ربنا الا هو،

حاجی فضل الرحمن صاحب کہتے ہیں کہ حضرت افق کی طرف دیکھتے رہے، اس وقت تک آسمان صاف تھا، اچانک آپ نے محسوس کیا اور لاری میں آکر بیٹھ گئے اسکے بعد ہی یہ طوفان اٹھا اور دیکھتے دیکھتے اپنا کام کر کے نکل گیا۔

عرفات سے مزدلفہ، مزدلفہ سے منیٰ واپسی ہوئی، منیٰ سے تیسرے روز پہلے لاری سے کچھ دور روانہ ہوئے، پھر جب لاریاں رکیں تو حضرت اتر آئے اور بقیہ ۳۰ میل پاپیادہ چل کر مکہ معظمہ حاضر ہوئے۔



اس سال کی ایک خصوصیت جس کو الطاف خداوندی میں شمار کیا جاسکتا ہے جو ایک مقبول و مخلص بندہ کی وجہ سے نصیب ہوئی یہ تھی کہ شبلی صاحب (کلید بروار خانہ کعبہ) نے جن سے پہلے سے کوئی تعلقات نہ تھے اس سفر کے ایک ہمراہی کو خود خانہ کعبہ کے داخلے کی دعوت دی اور اسکی اجازت دی کہ جن لوگوں اور ہمراہیوں کو وہ ساتھ لانا چاہیں لائیں، گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت کی ضیافت تھی، اس صلائے عام سے پورا فائدہ اٹھایا گیا اور نہ صرف اس قافلے کے ہمراہیوں نے بلکہ بہت سے دوسرے اجباب و غیر متعلق ساتھیوں نے بھی نہایت اطمینان کے ساتھ کسی ناجائز و مکروہ وسیلہ (بخشش وغیرہ) کو اختیار کئے یا شکستہ و مزاحمت کے بغیر داخلہ کا شرف حاصل کیا اور اطمینان سے جو کعبہ میں نوافل پڑھے بعض ساتھی چونکہ رہ گئے تھے دوسرے دن شبلی صاحب نے ازراہ کرم دوبارہ اجازت دی اور انتظام کیا اور پھر حضرت کی معیت میں دوبارہ داخل ہوئی اور اطمینان سے نوافل و دعا کا موقع ملا اور اس طرح سے ضعف اور نااہلی بھی اس شرف سے سرفراز ہوئے۔

مورسکین ہوئے داشت کہ در کعبہ رسد

دست بر پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

بعض رفقاء سفر و خدام جو اس سے پہلے بھی مکہ معظمہ حاضر ہوئے تھے اور اس کے بعد بھی متعدد بار ان کو یہ شرف حاصل ہوا لیکن کبھی اس سہولت اور خوبی کے ساتھ داخلے کی سعادت حاصل نہیں ہوئی، اس کو حضرت کے اس سفر کی برکت اور اللہ تعالیٰ کا انعام خصوصی سمجھتے ہیں۔

مکہ معظمہ میں بقیہ دن قیام مدرسہ صولتیہ کی بالائی منزل کے ایک حصہ پر تھا، اگرچہ راستہ پیچ و خم کا اور دراز تھا مگر حضرت اس وقت تک اتنی مشقت برداشت فرمایا



کرتے تھے، عصر سے عشاء تک حرم شریف کے اندر باب الزیادہ کے سامنے اور میزاب رحمت کے مقابل گزرتا، مغرب کے بعد طواف کا معمول تھا، تبلیغی جماعت کے بیٹھنے کی جگہ پر نشست رہتی، گرمی کے وقت اور دوپہر میں اس خلوہ میں تشریف رکھتے جو مولانا سلیم صاحب نے لے رکھا تھا، اس کی وجہ سے حرم شریف میں نمازوں کے ادا کرنے میں بڑی سہولت ہوتی تھی۔

مکہ معظمہ میں بعض عمائد و علماء بھی ملے، اس سال دمشق کے ایک مشہور عالم اور طریقہ نقشبندیہ مجددیہ خالدیہ کے ایک شیخ جو شام میں ایک بڑے حلقہ کے مرجع و مرشد ہیں شیخ احمد گفتار بھی آئے ہوئے تھے، انھوں نے راقم سطور سے ایک روز فرمایا کہ میں تمہارے شیخ سے ملنا چاہتا ہوں اور تنہائی میں اپنے کچھ حالات اور سلوک سلسلہ کی بعض مشکلات عرض کرنا چاہتا ہوں، میں نے اس مجلس کا انتظام کیا، انھوں نے بعض چیزیں دریافت کیں، حضرت نے ان کا جواب دیا، جس سے ان کی تشفی ہوئی۔

یکم محرم الحرام ۱۳۶۰ھ یوم شنبہ (۱۴ اکتوبر ۱۹۵۰ء) کو جدہ سے ہوائی جہاز کے ذریعہ مدینہ طیبہ حاضر ہوئی، بیس روز قیام رہا، قیام مدرسہ علوم شرعیہ میں تھا، مولانا سید محمود صاحب<sup>(۱)</sup> بڑی خصوصیت سے ملتے رہے، ایک روز اپنے باغ میں جو مسجد قبلتین کے قریب ہے مدعو فرمایا اور ناشتہ کی دعوت دی، ایک روز مکان پر صیافت فرمائی، مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں بھی حضرت نے شرکت فرمائی، مولانا عبدالغفور صاحب نقشبندی اور بعض صلحاء و مشائخ بھی ملتے رہے۔

مدینہ طیبہ میں حضرت کا معمول تھا کہ مسجد نبوی میں داخل ہو کر بہت ہی خاموشی کے

(۱) برادر اصغر مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی اور سرپرست مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ



ساتھ ایسی جگہ بیٹھ جاتے جہاں جاننے پہچاننے والے نہ ہوں، وہاں دیر تک خامانہ و مودبانہ حاضر رہتے، پھر اٹھ کر قیام گاہ پر تشریف لے آتے، خدام کو بعض اوقات اس ادا کی وجہ سے حضرت کو اس وسیع و معمور مسجد میں تلاش کرنا پڑتا۔

۱۶ محرم الحرام ۱۳۷۰ھ یکشنبہ (۲۹ اکتوبر ۱۹۵۰ء) کو مدینہ طیبہ سے جدہ واپسی ہوئی، وہاں سے ایک شب کے لئے بغرض عمرہ مکہ معظمہ حاضر ہوئے، عمرہ کے مناسک ادا کئے، حضرت نے شیخ الحدیث گئی جان سے عمرہ کیا، ایک شب کے قیام کے بعد جدہ واپسی ہوئی، ۲۰ محرم الحرام ۱۳۷۰ھ (مطابق ۲ نومبر ۱۹۵۰ء پنجشنبہ) کو محمدی جہاز سے روانگی ہوئی، جہاز میں ڈیلیکس کسین مل گیا تھا، جس میں حضرت کو بہت آرام ملا۔ اسی جہاز پر مولانا محمد شفیع صاحب بجنوری بھی مہذبستان واپس ہو رہے تھے، حضرت کو ان کا بڑا خیال تھا، وہ عرشہ پر تھے اور سرری اور ہوا کی بہت تکلیف تھی، حضرت نے حاجی فضل الرحمن خاں کو اشارہ کیا، اور انھوں نے مولانا کو اپنی جگہ اپنے کسین میں ٹھہرا دیا، مولانا بڑے خوش ہوئے اور بڑی دعائیں دیں۔

۲۸ محرم الحرام ۱۳۷۰ھ جمعہ (۱۰ نومبر ۱۹۵۰ء) کو بمبئی پہنچے، اہل بمبئی کے اصرار پر چند روز قیام منظور فرمایا، وہاں سے بعض مخلصین آپ کو پونہ، سورت اور ڈابھیل لے گئے وہاں سے بمبئی تشریف لائے اور ۹ صفر ۱۳۷۰ھ دو شنبہ (۲۰ نومبر ۱۹۵۰ء) کو ہوائی جہاز سے بمبئی سے روانہ ہو کر دہلی تشریف لائے، وہاں سے ۱۱ صفر ۱۳۷۰ھ (۲۲ نومبر ۱۹۵۰ء) چار شنبہ کو سہارنپور پہنچ گئے، دو روز قیام فرما کر ۱۴ صفر ۱۳۷۰ھ (۲۵ نومبر ۱۹۵۰ء) کو بہت ٹھہرتے ہوئے اپنے مستقر رائے پور تشریف لے آئے۔

(۱) واپسی میں راقم سطور کو معیت کا شرف حاصل نہیں ہوا، میں مجاز میں ٹھہر گیا تھا۔



## پاکستان کا آخری سفر اور سفرِ آخت

فقیرانہ آئے صدا کر چلے      میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے  
 جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم      سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے (میر تقی میر)

**رائے پور کا آخری قیام** | فروری ہی میں رائے پور تشریف لے آئے اور وہاں کے  
 خزاں رسیدہ جمن میں بہار آئی، اس مرتبہ قیام حضرت رحمۃ  
 اللہ علیہ کی قدیم قیام گاہ میں تجویز ہوا جس کو کوٹھی کے نام سے یاد کرتے ہیں، چونکہ وہ مدرسہ  
 کی ملکیت اور وقف ہے، حضرت نے اس کا کرایہ تشخیص کروایا اور دس روپیہ ماہوار کرایہ پر  
 قیام منظور فرمایا، کوٹھی کے آس پاس چھتر ڈال دیئے گئے، حضرت کی بیرونی نشست  
 کھیلے پھونس کی ایک بڑی چھت ڈال دی گئی اور ضروری انتظامات مکمل ہو گئے۔

چند دن کے بعد ماہ مبارک آگیا اور رونق دو بالا ہو گئی، مولوی عبدالمنان صاحب  
 دہلوی نے مسجد میں قرآن سنایا، مہمانوں کا خاصہ مجمع ہو گیا، آخر رمضان میں حضرت شیخ الحدیث  
 بھی تشریف لے آئے، اس رمضان کے بعد سے اگلے رمضان (۱۳۸۱ھ) تک



رائے پورہی میں قیام رہا۔

رمضان ۱۳۸۱ھ (فروری ۱۹۶۲ء)

رائے پورہی میں ہوا، اس سے پہلے حضرت

## آخری رمضان اور آخری سفر پاکستان

کے شدید صراحت پر شیخ کا یہ معمول ہو گیا تھا، کہ جمعہ کی نماز پڑھ کر رائے پورہ تشریف لے جاتے، دو شنبہ کو واپسی ہوتی، رمضان میں چونکہ ہر ہفتہ آنا جانا مشکل تھا اس لئے یہ قرار پایا کہ نصف رمضان یہاں ہو، نصف رمضان رائے پورہ میں، اور رمضان ۱۳۸۲ھ کو حضرت شیخ الحدیث رائے پورہ تشریف لے آئے، قرآن مجید مولوی عبدالمنان صاحب ہلوی کے فرزند مولوی حافظ فضل الرحمن نے سنایا، مولانا عبدالعزیز صاحب گتھلوی بھی رمضان سے پہلے سے تشریف لے آئے تھے، شاید کسی کو اس کا احساس ہو کہ یہ حضرت کا آخری رمضان ہے اور اب نہ صرف رائے پورہ سے بلکہ اس عالم فانی سے کوچ کے دن قریب آگئے ہیں۔

عصر سے لے کر مغرب سے کچھ پیشتر تک کتاب پڑھنے کا سلسلہ جاری تھا، حضرت خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات (مطبوعہ الفرقان) ہو رہے تھے، مہمانوں کا ہجوم تھا، مجمع برابر بڑھ رہا تھا، عید کی نماز حضرت نے مسجد میں آزاد صاحب کی اقتدار میں ادا فرمائی، نماز کے بعد جب حضرت کو کرسی پر بٹھا کر شیخ کے مزار پر لے گئے تو عجب منظر تھا، زبان حال کہہ رہی تھی

انتم لنا سلف ونحن لكم خلف وانا ان شاء الله بكم لاحقون ہ

حضرت کو ہمیشہ سے

مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب کے خانقاہ میں قیام کا فیصلہ

یہ فکر تھی کہ خانقاہ اور مدرسہ کا سلسلہ میرے بعد بھی جاری رہے، اس کیلئے کئی بار شوقے بھی ہوئے اور مختلف تجویزیں مختلف اوقات میں سامنے بھی آئیں لیکن کوئی تجویز اطمینان بخش طریقہ پر نہیں چل سکی، اسی سلسلہ میں آخری رمضان کے پیشتر



مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب کو پاکستان سے بلایا گیا، مولانا اوپر کی منزل میں تشریف رکھتے تھے اور حسب معمول رمضان کے اشغال میں عالی ہمتی سے مشغول تھے، رائے پور کی اس خانقاہ کو آباد رکھنے کے لئے کسی موزوں شخصیت کے انتخاب و تعین کی ضرورت تھی، مولانا عبدالعزیز صاحب<sup>(۱)</sup> حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ کے حقیقی نواسہ اور اسی خاندان والا شان کے چشم و چراغ ہیں، عالم صالح متشرع اور ذاکر شاغل ہیں حضرت ہی سے بیعت و اجازت ہے اور حضرت ہی کے دامن عاطفت میں تربیت پائی ہے اہل رائے پور اور قبر و حور کے مسلمان ان سے خوب واقف و مانوس بھی ہیں اور وہ اپنے خاندانی تعلق، قرابت قریبہ اور وجاہت سے اس شیرازہ کو مجتمع و مربوط رکھنے کی اہلیت رکھتے ہیں، حضرت نے ان کو رائے پور میں قیام کے لئے تجویز فرمایا اور رمضان کے بعد سوال (۱۳۸۲ھ) کا پہلا ہفتہ تھا، غالباً ۵-۶ سوال کی تاریخ تھی، حضرت کے ارشاد سے حضرت شیخ الحدیث نے جو تشریف رکھتے تھے متعلقین خانقاہ کے ایک مجمع میں اعلان فرمایا

(۱) مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب چودھری تصدق حسین خاں صاحب رئیس گتھلہ کے صاحبزادے اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب کے حقیقی نواسہ ہیں ۱۵۰۰ھ میں ولادت ہوئی حضرت ہی کی حیات میں قرآن شریف حفظ کر لیا تھا اور حجاب بھی رائے پور میں سادہ تھی، اول سے آخر تک مدرسہ مظاہر العلوم میں تعلیم پائی اور ۱۳۴۳ھ (۱۹۲۴ء) میں دورہ حدیث میں شریک ہوئے، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب کی توجہ خصوصی اور تربیت میں ذکر و سلوک کے منازل طے کئے اور اجازت پائی، ۱۹۴۶ء کے پر آشوب زمانہ میں ہمت و عزیمت کے ساتھ مشرقی پنجاب میں حالات کا مقابلہ کیا اور مسلمانوں کی تقویت کا ذریعہ بنے، پھر حبس علاقہ کارگرمی طور پر اغلا ہوا تو اپنے پورے تافلہ کے ساتھ عزت و حرمت کے ساتھ پاکستان تشریف لے گئے اور شہر سرگودھا میں اقامت اختیار کی، اطلال اللہ بقاءہ و نفع بہ،



کہ حضرت نے حافظ صاحب کو یہاں قیام کے لئے تجویز فرمایا ہے اور حافظ صاحب نے اس کو قبول بھی فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے، ہمیں تو بڑا فکر ہو رہا تھا کہ یہاں یہ سلسلہ ختم ہو ہو جائیگا، اللہ کا شکر ہے اور امید ہے کہ یہ جگہ آباد اور یہ سلسلہ قائم رہے گا<sup>(۱)</sup>

## پاکستان کے سفر کی اطلاع اور آنے والوں کا ہجوم | پورا سال پاکستان کے سفر سے

خالی گیا تھا، وہاں کے اہل تعلق دید کے مشاق اور زیارت و صحبت کھیلنے بے چین و مضطرب تھے، سفر کے لئے سلسلہ جنیبانی عرصے سے ہو رہی تھی، مولانا عبد الجلیل صنا و مولانا عبد الوحید صاحب اس مقصد کھیلنے رمضان ہی سے مقیم تھے، ادھر سفر پاکستان کا ایک نیا محرک و داعیہ پیدا ہو گیا، حضرت کے حقیقی چھوٹے بھائی حافظ محمد خلیل صاحب (والد مولانا عبد الجلیل صاحب) عرصہ سے علیل تھے، تپ مہرقہ کا شبہ تھا اور علالت کے اشد اسے بہت ضعف ہو گیا تھا اور خود حافظ صاحب ندگی سے مالوس سے تھے، انھوں نے یہ آرزو ظاہر کی کہ میں تو سفر کے قابل نہیں ہوں اگر حضرت تشریف لے آئیں تو اور خدام کی بھی آرزو بر آئے گی اور میں بھی زیارت کر لوں گا، حضرت کا اصول عام مخلصین کے بارے میں ہمیشہ یہ رہا کہ :-

دل بدست آور کہ حج اکبر است

اور یہ تو حقیقی تنہا بھائی کی تمنا تھی، حضرت کی طبیعت میں پاکستان کے سفر کا تقاضا پیدا ہو گیا، رمضان سے پہلے ہی قبس و جوار میں یہ خبر پھیل گئی تھی کہ حضرت رمضان کے بعد پاکستان تشریف لے جائیں گے اور اسی وجہ سے رمضان میں آنے والوں کا ہجوم رہا، رمضان بعد تو عقیدت مند چاروں طرف سے پروالوں کی طرح امنڈ آئے، ہزاروں آدمیوں کو خیال

(۱) عبارت بلفظہار وایت حضرت شیخ الحدیث مدظلہ



تھا کہ حضرت اس عمر میں اور ضعف میں پاکستان تشریف لے جا رہے ہیں تو معلوم نہیں روت دیدار پھر نصیب ہوتی ہے یا نہیں؟ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اطراف و نواح اور دور و نزدیک کوئی شخص پکار آیا ہے کہ حضرت تشریف لے جا رہے ہیں جس کو زیارت کرنی ہو اور بیعت کا شرف حاصل کرنا ہو وہ جلدی کرے ورنہ ساری عمر حسرت رہ جائے گی، لوگ جوق در جوق اور فوج در فوج آرہے تھے، آنے والوں کا ایک سیلاب تھا جو ختم ہونے کو نہیں آتا تھا پہلے تو تاروں اور چادروں کو تھام کر لوگ بیعت و توبہ کے الفاظ ادا کرتے اور داخل سلسلہ ہوتے، پھر کثرت ہجوم سے یہ بھی ممکن نہیں رہا، مجمع بٹھا دیا جاتا، الفاظ کہلوانے والے اور آواز پہنچانے والے جمعہ و عیدین کے مکبرین کی طرح جا بجا کھڑے ہو جاتے اور توبہ کے الفاظ کہلواتے اور مجمع کا مجمع بیعت سے مشرف ہو جاتا، ایک خادم لکھتے ہیں:-

”اطراف کے لوگوں، عورتوں اور مردوں کا بے شمار مجمع ہونے لگا، صبح سے جو

شروع ہوتا تو شام کو ختم ہوتا، ہر روز دو سکر روز سے زیادہ مجمع ہوتا، جو حضرت کی زیارت کے لئے بے تاب نظر آتا، حضرت کی عجب شان نظر آتی، مسکراتے ہوئے کبھی باہر آرہے ہیں کبھی اندر، سیکڑوں بندگانِ خدا ایک ساتھ بیعت ہوتے، جہاں تک قابو کا مجمع ہوتا سروں سے لوگ صافے اتار کر دیدیتے اور وہ دُور دور تک جال کے مانند پھیل جاتے، بیعت کے وقت لوگ پکڑ لیتے اور جب مجمع قابو سے باہر ہوتا تو عودت میں ایک طرف، مرد ایک طرف بٹھا دیے جاتے، خدا کی زمین چادر ہوتی اور صرف زبانی بیعت کے الفاظ کہلائے جاتے دو دو چار چار کبھی پانچ پانچ چھ چھ مکبر کی طرح بیعت کے الفاظ چلا چلا کر کہلانے والے ہوتے تھے، کبھی کبھی مجھ سیاہ کار کو کبھی یہ شرف حاصل ہوا، خدا کی قسم



بعض وقت مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کوئی بجلی تھی جو کوند گئی، دل لرز جاتا کیفیت کچھ اور ہو جاتی، حافظ عبد الرشید صاحب عموماً بیعت کراتے تھے اگرچہ حسب ضرورت مگر ہوتے تھے مگر ان کا گلا صبح سے شام تک بیٹھ جاتا تھا،

بیعت کے بعد لوگوں کے دلوں میں حضرت کی زیارت کی خواہش اور شوق اس قدر موجزن ہوتا، کہ اہل خانقاہ کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا، اہل اشتیاق کا جم عظیم جب حرکت میں آتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ برسات کے موسم میں کسی شمع پر پروانوں کا ہجوم ہے، مجمع اتنا ہوتا کہ آپ کے چہرہ مبارک پر سب کی نظر پڑنی مشکل تھی، جو بیچارے رہ جاتے تھے اور حضرت کی چارپائی اندر چلی جاتی تھی تو بے تاب دو سکر وقت کے انتظار میں بیٹھے رہتے، ہر تھوڑی دیر کے بعد چارپائی باہر لائی جاتی اور زیارت کا مشرف حاصل کرنے والے اپنی آرزو پوری کرتے۔

مشروع شوال سے وسط شوال تک آنے والوں کا یہ سیلاب جاری رہا، خانقاہ آنے والے ہر راستہ اور ہر سڑک پر، مشرق، مغرب، شمال، جنوب ہر طرف سے آنے والوں کا ہجوم تھا، ان میں اچھی خاصی تعداد ہندو عورتوں اور مردوں کی بھی ہوتی تھی، وہ بھی سب کے ساتھ کلمہ پڑھتے تھے، غالباً حضرت کی اجازت سے حافظ عبد الرشید صاحب آخر کو یوں کہہ دیتے تھے کہ ہم نے سب ہندو بھائیوں بہنوں کا سلام حضرت سے کہہ دیا اور دعا کے لئے بھی عرض کر دیا سب لوگ جب بیعت ہوتے تھے تو وہ لوگ بھی اسی عقیدت و محبت کے ساتھ سب کے ساتھ ہوتے تھے اور شوق زیارت میں وہ بھی بے چین نظر آتے تھے، میں نے



ایک ہندو عورت کو دیکھا کہ جب اسکی نظر حضرت کے پہرہ پر پڑی تو وہ فرط محبت میں رو پڑی۔

حضرت کے پاکستان جانے والی تاریخ سے ایک روز قبل جمعہ کے دن تو اس قدر آمد شروع ہوئی کہ ہر دن سے بڑھ گئی، اس قدر مجمع جمع ہو گیا کہ حضرت کی چارپائی خانقاہ اور مدرسہ کے درمیان میدان میں لائی گئی، سارا مجمع بے تاب زیارت نظر آتا تھا، پانچ چھ سے اوپر مکبر بیعت کے الفاظ چلا کر کہہ رہے تھے، جمعہ کی نماز میں ساری خانقاہ، باغ، کھیت وغیرہ بھکر نظر آرہے تھے، جمعہ کے بعد سارا مجمع اکٹھا ہوا اور مسجد والے بھی آنے لگے تو خانقاہ کی حد تک جب نظر اٹھاؤ آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے، حضرت کی چارپائی باہر لائی گئی اور ذکر کرنے والوں کے پھپھ سے ملا کر رکھی گئی، جتنے مکبروں کی ضرورت تھی وہ مقرر ہو گئے اور سارا مجمع بیعت ہوا، جب مجمع زیار کے لئے حرکت میں آیا تو چند آدمیوں نے ہاتھ میں ہاتھ دے کر چارپائی کے گرد مضبوط حلقہ قائم کر لیا، اللہ اللہ کر کے سارا مجمع بیعت سے فارغ ہوا سفر کا التوا ڈاکٹروں کے حکم سے حضرت کی چارپائی اندر چلی گئی اور معلوم ہوا کہ مجمع کی زیادتی کے سبب سے بلڈ پریشر بڑھ گیا ہے، دفعتاً اعلان ہوا کہ آپ سب لوگ اپنے اپنے گھر واپس جائیں، حضرت اب سفر نہ فرمائیں گے، سفر ملتوی ہو گیا ہے، اب اطمینان سے آتے رہنا، معلوم ہوا کہ ڈاکٹروں نے اس حال میں سفر کرنے کا مشورہ نہیں دیا، لوگ اعلان کرتے رہے، مولانا محمد منظور

(۱) مولانا محمد منظور صاحب نعمانی فرماتے ہیں کہ انھیں دنوں میں نے ایک مضمون میں لکھا کہ شاکر کی تاسی سوزائیں



صاحب نعمانی نے بھی اعلان کیا مگر سب مجمع منتشر نہ ہوا، مغرب بعد اندھیرے  
تک حضرت کے کمرہ کی جالی سے زیارت کرتے رہے، پاکستانی اخبار کے علاوہ  
سارے لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، لوگ ایک دوسرے کو مبارک باد دے  
رہے تھے۔<sup>(۱)</sup>

**دوبارہ پاکستان کا قصد** | حضرت کے سفر کے التوا کی خبر مشہور ہو گئی اور ہندستان  
کے اہل تعلق کو ایک گونہ اطمینان ہو گیا، یہ التوا حضرت

کے معالج ڈاکٹر فرحت اور اطباء کے مشورہ اور درخواست سے ہوا تھا اور حضرت نے حسب معمول  
معالجین کا مشورہ قبول فرمایا تھا، تقریباً ایک مہینہ سفر کا التوار رہا لیکن سفر و التوا سفر  
اور ہندستانی اور پاکستانی خدام و اہل تعلق کے جذبات کی کشمکش چلتی رہی، خود حضرت کی طبیعت  
میں پاکستان جانے کا رجحان اور تقاضا تھا اور متعدد اجاب سے اس تقاضے کا اظہار بھی فرمایا  
تھا، بالآخر جب مقامی خدام اور غلصین نے اچھی طرح محسوس کر لیا کہ خود حضرت کا رجحان  
سفر کی طرف ہے اور اب وہ عارضی مانع (بلڈ پریشر کا اچانک بڑھ جانا) بھی ایک کاوٹ ٹھکی نہیں  
رہا تو انھوں نے حضرت کی اس خواہش کے سامنے تسلیم خم کر دیا، حضرت نے انکو بار بار اطمینان دلایا  
کہ بھائی سے مل کر اور اجازت اہل تعلق کی خواہش پوری کر کے جلد تشریف لے آئیں گے، صرف  
اس وعدہ ہی پر اکتفا نہیں کی، بلکہ مولانا عبدالعزیز صاحب گتھلوی سے فرمایا کہ تم ہمارے لانے  
کے ذمہ دار ہو، انھوں نے عرض کیا کہ حضرت مولوی عبدالجلیل صاحب سے فرمادیں کہ وہ اس  
میں مانع نہ آئیں، حضرت نے ان سے بھی فرمایا اور انھوں نے اس کا وعدہ کیا۔

**پاکستان کا سفر** | اس مرتبہ اس کا خاص اہتمام رکھا گیا اور احتیاط کی گئی کہ پاکستان کا سفر

(۱) تحریر محمد امین اعظمی۔



کی اطلاع مشہور نہ ہونے پائے، اور اچانک رائے پور سے سہارنپور روانگی ہو، پھر بھی شدہ شدہ خبر کچھ نہ کچھ پھیل گئی، یہ فیصلہ اس عجلت میں ہوا کہ جنرل شاہ نواز خاں کے سیلون کا انتظام جو اس سے پہلے ہوا تھا نہ ہو سکا، صرف کمپارٹمنٹ ریزرو کر لئے گئے، ۳۰ اپریل ۱۹۶۲ء کو سہارنپور اسٹیشن سے روانگی ہوئی، احتیاط و اہتمام کے باوجود مشالعت (اور آخری زیارت) کرنے والوں کا بڑا مجمع ہو گیا جو صرف حضرت شیخ الحدیث کی ڈانٹ اور مبالغت کی وجہ سے قابو میں رہ سکا، ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۸۱ھ دو شنبہ (۳۰ اپریل ۱۹۶۲ء) کو حضرت پاکستان روانہ ہو گئے، بہت کم لوگوں کو اس کا اندازہ ہو سکا کہ یہ فرد راصل سفر آخرت کی تمہید ہے، اور اب سہارنپور رائے پور حضرت کے قدم اور وجود سے مشرف نہیں ہو سکیں گے حضرت کی تشریف آوری کی خبر سے پاکستانی احباب میں مسرت اور زندگی کی لہر دوڑ گئی، اور گویا سوکھے دھالوں پانی پڑا۔ ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۱ھ شنبہ (یکمئی ۱۹۶۲ء) کو آپ لاہور پہنچے، عام اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے استقبال کرنے والوں کا مجمع زیادہ نہ تھا، قیام حاجی متین احمد صاحب کی کوٹھی پر ہوا، اہل تعلق سارے پاکستان سے کھنچ کھنچ کر جمع ہونے لگے۔

لاہور کا قیام اور زندگی کے آخری ایام | لاہور پہنچنے کے بعد تقریباً دو مہینے طبیعت اور صحت کی حالت غنیمت

رہی، نظام الاوقات حسب معمول جاری رہا، چند چیزوں میں کچھ تبدیلی تھی۔

”خاموشی معمول سے زیادہ تھی لیکن تلقین و تربیت علیٰ حالہ قائم، رقت سے

طبیعت بھر پور تھی، اس سے پیشتر زمانہ میں آپ پر جب کبھی رقت ہوتی تو آپ

ضبط فرماتے اور آنسو نکل نہ پالتے، لیکن اس مرتبہ آپ رقت سے بے اختیار



ہو جاتے اور آنسو بہہ پڑتے، آنکھیں اکثر پرہم رہتیں" (۱)

**تعلق و شفقت میں اضافہ** | خدام و اہل تعلق سے محبت و شفقت میں اضافہ  
تھا، بعض مرتبہ کسی خادم کا خط آیا تو کئی کئی بار  
سنا اور رقت طاری ہو گئی، اپنے شیخ و مرشد کی یاد بہت غالب تھی اور ایسا معلوم  
ہوتا تھا کہ پیامہ صبر لبریز ہے۔

"ایک دن عصر کی مجلس میں آزاد صاحب نے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم  
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب گرامی سنایا جو آپ نے شاہ زاہدن صاحب  
کو مقدمہ میں ناکامی پر تسلی و تشفی کے لئے لکھا تھا اور صبر و رضا کی تلقین فرمائی تھی،  
خط کا آغاز اس شعر سے تھا۔

از قضا آئینہ چینی شکست

خوب شد اسباب خود بینی شکست

حضرت نے پوری خاموشی کے ساتھ سارا خط سماعت فرمایا، خط کے آخر میں  
آزاد صاحب نے "ازا حقہ عبدالرحیم، رائے پور" پڑھا تو آپ پر رقت طاری  
ہو گئی۔ (۲)

**مواعد کا دور اور اس پر رقت** | اس مرتبہ ساڑھے تین ماہ لاہور میں قیام رہا،  
عصر کی مجلس میں حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی کے

مجموعہ مواعد (فیوض یزدانی) کا دور ہوتا، کتاب کے ختم ہونیکے ساتھ ہی پھر شروع کرنے کا حکم فرماتے  
تھے اس دوران میں صرف ایک مرتبہ مکتوبات خواجہ محمد معصوم سرمنہدی کا تلخیص ترجمہ پڑھا گیا اور نہ مواعد

(۳ و ۴) تحریر سید النور حسین زیدی نفیس رقم۔



حضرت شیخ چارپانچ مرتبہ ختم ہوئے، اکثر مقامات پر آپ کو رقت طاری ہو جاتی تھی، ایک مرتبہ خود بھی حضرت شیخ کے مجاہدہ و توکل کا واقعہ سنایا، سنا تے وقت آواز بہت پست تھی، لوگوں کی بے تابی دیکھ کر آپ نے آزاد صاحب سے فرمایا کہ سنا دو، انھوں نے یہ واقعہ سنایا تو آپ پر رقت طاری ہو گئی (۱)

اسی طرح ایک دن حضرت پر بہت رقت طاری تھی، عصر کی مجلس تھی، آزاد صاحب سے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ یہ پیران پیر کے وعظ ہیں اور خوب اچھی طرح متوجہ رہئے، بعض عبارات کو دوبارہ پڑھواتے اور زبان مبارک سے خود بھی فرماتے کہ یہ پیران پیر ہیں، کئی بار بعض عبارتوں پر فرمایا "حق فرمایا" بالکل حق فرمایا، پھر آپ پر گریہ طاری ہو جاتا (۲)

نفس صاحب کہتے ہیں کہ مواعظ کے **صلحاء وقت سے تعلق و محبت** دوران میں بعض اہل اللہ کے مقام کا ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ اس مقام پر شیخ الحدیث اور مولانا یوسف صاحب ہیں آزاد صاحب کے سوا کسی نے یہ بات نہ سنی، ایک صاحب نے اٹھ کر کہا کہ حضرت نے جو فرمایا ہے ذرا بلند آواز سے کہو تو کیا سنے آپ نے آزاد صاحب سے فرمایا کہ سنا دو، جب حضرت شیخ الحدیث کا نام لیا گیا تو آپ پر رقت طاری ہو گئی، نفس صاحب راوی ہیں کہ ایک روز:-

میرے ایک دوست ید جلال شاہ صاحب نے جو پیر مہر علی شاہ صنا گوڑوی کے مرید اور حضرت مولانا مدنی کے شاگرد ہیں مجھ سے ذکر کیا کہ میرا کام رکا ہوا ہے اور تصفیہ قلب پورے طور پر نہیں ہوا، میں انھیں حضرت کی خدمت میں لے آیا اور خلوت کا وقت لے لیا، حضرت بہت متوجہ ہوئے، بڑی بشاشت ظاہر فرمائی، او

(۱۳۰۱) تحریر ید النور حسین صاحب نفس رقم۔



ان کے حالات سننے پر زور سے منہ سے پیر حضرت ہر علی شاہ کے ہارے میں فرمایا کہ  
میں انہیں بہت بڑا مانتا ہوں، ایسے لوگوں کو میری آنکھیں ترستی ہیں، اس پر بہت  
گریہ طاری ہوا اور آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔

ایک دن عصر کے وقت حضرت مولانا احمد علی صاحب کے ایک مرید مولوی  
خدا بخش صاحب آئے، وہ بہت زور ہے تھے، حضرت سے دعا چاہی، خدام  
نے بتایا کہ یہ حضرت مولانا احمد علی صاحب کے مرید ہیں، حضرت پر رقت طاری  
ہوئی اور فرمایا "وہ بہت اچھے گئے" ایک شخص نے مصافحہ کیا اور دعا کی درخواست  
کی اور کہا کہ میں مولانا احمد علی صاحب کا مرید ہوں، حضرت نے فرمایا مبارک ہو۔<sup>(۱)</sup>

ایک روز شام کے وقت مولانا عبداللہ صاحب درخواستی تشریف لائے نماز  
مغرب کے بعد حضرت کو ٹا دیا گیا، مولانا پاس بیٹھ گئے اور کچھ واقعات اپنے مشائخ کے  
سنا لگے ہنر پر رقت طاری ہو گئی، پورا جسم حرکت میں آجاتا تھا۔<sup>(۲)</sup>

رقت و شوق کا غلبہ تھا، بزرگان دین کے واقعات  
بعض اوقات ان کا نام آنے، قرآن مجید سننے، کسی شوقیہ و

فتنیہ شعر کے پڑھے جانے، کسی خصوصی خادم کے ملنے پر بے اختیار گریہ غالب آجاتا،

"ایک رات تہجد کے وقت تقریباً دو بجے آپ بیدار ہوئے، چار پانی صحن سے

برآمدہ میں بیجاتے تھے، قاری حسن شاہ صاحب بھی چار پانی کو اٹھائے ہوئے تھے

کسی نے ان کا ویسے ہی نام لیا، حضرت نے فرمایا یہ اس وقت کچھ سناتے نہیں قاری

(۱) روایت سید النور حسین زیدی (۲) مولانا بڑے عالم اور محدث ہیں، بیعت حضرت خلیفہ

غلام محمد صاحب دینی پوری رحمۃ اللہ علیہ سے ہے، بھاؤل پور میں قیام ہے۔

(۳ و ۴) سید النور حسین زیدی۔



صاحب نے پوری محبت و اخلاص سے قرآن پاک کا ایک رکوع سنایا، حضرت پر رقت ہوئی، تمام خانقاہ تلاوت کلام پاک سے گونج رہی تھی۔

جن دنوں غنودگی طاری ہوئی، مولانا عبدالعزیز صاحب گتھلوی تشریف نہیں رکھتے تھے، سرگودھا گئے ہوئے تھے تشریف لائے تو حضرت کو افاقہ ہو چکا تھا، حضرت سے مصافحہ کو بڑھے تو حضرت پر گریہ طاری ہوا اور پھوٹ پھوٹ پڑے، مولانا عبدالعزیز صاحب بھی وارفتہ ہو گئے اور رونے لگے<sup>(۱)</sup>۔  
مولوی عبداللہان صاحب دہلوی نے ایک روز یہ شعر پڑھا۔

الذاترہنے تو گویا جان ہے

ورنہ یارو جان ہی بے جان ہے

اس پر آپ کو بہت رقت ہوئی۔ ایک مرتبہ فرمائش کر کے بھی شعر سنا اور گریہ غالب ہوا<sup>(۲)</sup>۔

اس ضعف و علالت کے زمانہ میں کئی کئی دن  
غنودگی طاری رہتی، طالبین کی نگرانی سے غفل

**طالبین کی نگرانی اور پروا خت**

نہیں تھے، وقتاً فوقتاً زیر تربیت خدام و طالبین کو طلب فرماتے اور ان کے اشغال و کیفیات کو دریافت فرماتے، ان حضرات سے فرداً فرداً فرمایا کہ میں تو تمہارے لئے آیا ہوں۔

وفات سے بیس روز پیشتر غنودگی کی کیفیت طاری ہو گئی تھی، اور کئی گھنٹے تک

رہی، بعد میں افاقہ ہو گیا تو طبیعت مبارک پر بشارت معمول سے زیادہ ہو گئی

آپ نے بعض دوستوں کو بلایا اور ذکر کی بابت دریافت فرمایا کہ کتنا ذکر کرتے

ہو؟ انہوں نے عرض کیا تو حضرت نے زور سے فرمایا: لا حول ولا قوۃ

(۱) روایت مولانا عبد الوحید صاحب (۲) روایت مولوی عبداللہان صاحب دہلوی



الابا للہ" محفل پر سناٹا طاری ہو گیا، پھر فرمایا "بہت سے لوگ ہیں جو اپنے

کو کامل سمجھے بیٹھے ہیں حالانکہ کچھ بھی نہیں!"

**تبلیغ و اصلاح کا جذبہ | حکومت کے ایک وزیر جو بیعت کا تعلق رکھتے زیار کھیلے**

آتے رہتے اور دعا کی درخواست کرتے، ایک دن مولانا غلام غوث ہزاروی (ممبر صوبائی اسمبلی) تشریف لائے اور حسن خاتمہ کی دعا چاہی، رخصت کے وقت حضرت نے ان کے ذریعہ ان وزیر صاحب کو سلام کہلوایا اور مولانا سے فرمایا کہ یہ شعر ان کو جا کر سنادو،

روزِ محشر کہ جاں گداز بود

اولیں پر سش نماز بود

اس پر آپ کو بہت رقت ہوئی۔

ایک دن مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند تشریف لائے

غالباً دو سکر روزان کی شہر میں تقریر تھی، اس دن عصر کے وقت حاضرین سے

خاص طور پر فرمایا کہ آج رات کو قاری صاحب کی تقریر ہے جا کر سنو۔

**تشویش و فکر مندی |** عنودگی کا سلسلہ طویل ہوا تاہل تعلق کی تشویش و فکر مندی میں لگنا

ہوا کئی روز تک اس بارے میں اختلاف رہا کہ یہ استغراق ہے اور

حضرت پر سکوت و انقطاع کی کیفیت طاری ہے، غفلت و بیہوشی نہیں ہے، یا مرض کلاہک

خاص مرحلہ پر پہنچ کر بیہوشی طاری ہو گئی ہے؟ جن لوگوں کا خیال تھا کہ یہ محض ایک باطنی

کیفیت اور استغراقی حالت ہے وہ اپنے اس دعوے کے ثبوت میں کہتے تھے کہ حضرت نے کئی بار



کسی بات کے جواب میں ہاں؟ نہیں! فرمایا، اور بارہا تبسم بھی فرمایا، کئی بار مخاطب کیا گیا تو آپ متوجہ بھی ہوئے، مولانا محمد علی صاحب جالندھری فرماتے ہیں:-

مرض وفات میں جب حاضر ہوا تو کمزوری پیدا تھی، محکم نہ فرماتے تھے، مولانا انیس الرحمن نے مجھ کو بلا کر حضرت کی چارپائی کے پاس بٹھایا اور مجھ سے کہا کہ تیرا نام لے کر حضرت کو بلواتے ہیں، پہلے خود مولوی انیس الرحمن نے فرمایا کہ حضرت آپ تو ادھر کے جہان کی طرف متوجہ ہیں، ہمارا کوئی ہے؟ جواب نہ دیا، پھر مولوی محمد علی سلام کہتے ہیں، جواب نہ دیا۔ پھر مجھ سے کہا کہ تم سلام کرو، میں نے زود سے سلام عرض کیا، فرمایا وعلیکم السلام!

۹ اگست ۱۹۶۲ء سے آیت کریمہ کا ختم اور ظہر کے بعد **ختم اور دعائے صحت** بخاری شریف کا ختم شروع ہوا، پہلے روز جب ختم بخاری کے بعد حضرت کی چارپائی کے پاس اجتماعی طور پر دعا ہوئی اور آزاد صاحب نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت سب خدام آپ کی صحت اور زندگی کیلئے دعا کر رہے ہیں، آپ کی زندگی آپ ہی کی ملکیت نہیں سب کیلئے دولت بے بہا ہے، آپ بھی دعا فرمائیے تو سب پر عجب کیفیت طاری ہوئی، دل امنڈ آئے اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں،

(۱) مکتوب مولانا محمد علی صاحب جالندھری بنام مؤلف۔



حضرت پر استغراق کامل اور انقطاع کلی طاری تھا، ضعف و

ماحول کی سکینت | ناطاقتی اپنے آخری مرحلہ پر تھی، زبانی تعلیم و تربیت متذکرہ تھی اور

احساس کا وقت بظاہر گزر چکا تھا اور معلوم ہو رہا تھا کہ زندگی اور رشد و ہدایت کا یہ چراغ جو

عرصہ سے چراغ سحری ہو رہا تھا گل ہونے کے قریب ہے لیکن یہ صاف محسوس ہو رہا تھا کہ اس

معذوری و انقطاع کے باوجود یہ ماحول کسی کے نفس گرم اور قلب روشن سے گرم اور منور ہے پولیس

ماحول پر سکینت و اطمینان کا ایک شامیانہ نصب ہے، راقم سطور اپنا حال اور تاثر عرض کرتا

ہے کہ اس ماحول سے نکل کر ایک اضطراب اور بے چینی محسوس ہوتی تھی اور کہیں جی نہیں

لگتا تھا کچھ دیر کے لئے اگر شہر میں کہیں جانا ہوتا تو طبیعت برابر مضطرب رہتی اور جلد واپسی کا

تقاضا پیدا ہوتا اور چار دیواری کے اندر قدم رکھتے ہی محسوس ہوتا کہ امن و حفاظت کے ایک

حصار میں داخل ہو گئے، ذکر و اذکار، تلاوت و نوافل میں خاص ذوق و کیفیت اور قوت

محسوس ہوتی اور معلوم ہوتا کہ اس جگہ کوئی خاص بات ہے اور حضرت کے ضعف و

مرض سے ماحول میں کوئی کمی یا اضمحلال یا انتشار نہیں ہے بلکہ جمعیت خاطر کے اسباب

میں اضافہ ہے۔

۱۶ اگست کو جمعرات کا دن تھا، اکثر اہل الشریکے یہی یوم لقائے ثابت ہوا ہے لیکن

وفات | ہم نادانوں اور فافلوں کو وقت موعود کے اتنے قریب ہونے کا احساس نہ ہوا، زندگی کا

(۱) ماسٹر محمود الحسن صاحب کاندھلوی فرماتے ہیں کہ جب نومبر ۱۹۵۶ء کو حضرت کا آخری مرتبہ انٹرنیشنل ہسپتال

بنا جس کو نومبر ۱۹۶۲ء کو ختم ہونا تھا تو حضرت نے ہسپتال کے ختم ہونے کی آخری تاریخ سن کر فرمایا

”اوہو یہ تو عمر سے زیادہ کا بن گیا“



چکر چلتا رہا اور لاہور کے شب و روز جس طرح گزر رہے تھے اسی طرح گزرتے رہے، کوٹھی کے اندر کی دنیا میں بھی کوئی اضطراب نہ تھا، سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھے، ۱۶ اگست ۱۱ بجے کے قریب راقم نے دوستوں کی ایک جماعت کے ساتھ آزاد صاحب کے کمرہ میں کھانا کھایا، کھانا کھا کر اپنے کمرہ میں آ کر قیلولہ کے لئے لیٹا ہی تھا کہ اچانک ۱۱ بجے مارٹر محمود الحسن صاحب یہ کہتے ہوئے کمرہ میں داخل ہوئے۔ علی میاں ہاشم کا وصال ہو گیا ایسا معلوم ہوا کہ بجلی گری اور ایک غیر متوقع واقعہ پیش آیا، اس دنیا میں جو آیا ہے وہ جانے ہی کیلئے آیا ہے اور اہل اللہ کا تو معاملہ یہ ہے کہ

دن گنے جاتے تھے اس دن کے لئے

اس لئے تو یہ وقت ان کی مبارک باد کا ہے يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ

رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّاتِي ۝

لیکن اس اطلاع کے پاتے ہی مجمع میں ہر شخص کو اپنی محرومی اور اس نعمت عظمیٰ کی ناقدری کا احساس ہوا اور اس کے دل پر ایک چوٹ لگی اور ساری عمر کی تقصیریں یاد آئیں اور حسرت ہوئی کہ کاش خدا کی اس عظیم نعمت کی قدر کر لیتے۔

یک حرف کا شکے است کہ صد جا نوشتہ ایم

دل قابو میں ہوا تو بالیں پر حاضر ہوئے، دیکھا تو میٹھی نیند سو رہے ہیں، نصف صدی سے زائد مدت مسلسل مجاہدہ، مسلسل خدمت، مسلسل دعوت و اصلاح اور مسلسل بیداری روح و قلب میں گزار کر اس طرح سکون پایا ہے، جیسے رات بھر کا چلا اور جگا ہوا مسافر صبح منزل مقصود پر پہنچ کر آرام کرتا ہے



یعنی رات بہت تھتھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا

خدا م، مجیدین اور اہل تعلق آتے تھے اور زیارت کر کے چلے جاتے تھے، شہر میں بجلی کی طرح خبر پھیل گئی، ریڈیو پاکستان نے لاہور سے اس روح فرسا واقعہ کی اطلاع دی، شہر کے کونہ کونہ سے لوگ آنا شروع ہوئے، ٹیلی فون اور ٹرنک کال سے سہارنپور دہلی اور پاکستان کے مختلف شہروں میں اہل تعلق کو اطلاع دی گئی۔

**نماز جنازہ** | لاہور میں ایک کثیر مجمع کے ساتھ مولانا عبد المنان صاحب خادم نے نماز پڑھائی اور نعش مبارک انبولنس کار پر لائل پور روانہ ہوئی، نعش چارپائی پر تھی اور اس کے چاروں طرف برف رکھ دی گئی تھی، نعش کے ساتھ اعزاء و خصوصی خدام تھے، اس کے پیچھے لاریوں اور کاروں پر دوسرے اہل تعلق اور ڈھڈیا تک لے جانے والے اجباب،

**لائل پور** | تقریباً نو بجے کے قریب عشاء کو لائل پور میں دوسری نماز جنازہ <sup>(۱)</sup> ہوئی، مولانا انیس الرحمن صاحب لدھیانوی نے نماز پڑھائی اور ایک عظیم مجمع نے شرکت کی، لائل پور سے حضرت کو بڑا انس تھا اور اہل لائل پور کو بھی حضرت سے بڑی خصوصیت تھی اور یہاں متعدد بار طویل قیام بھی ہوا، اسلئے مجمع بہت تھا اور لوگوں پر بڑا اثر تھا، یہاں سے جنازہ سرگودھا روانہ ہوا، چاندنی رات تھی جو سکون و سکینت زندگی **سرگودھا** | بھرسایہ کی طرح ساتھ رہا وہ اب بھی ہمراہ تھی، جنازہ کے بجائے معلوم ہوتا تھا

(۱) حفیظ کے یہاں نماز جنازہ کا تعدد صحیح نہیں ان متعدد نمازوں میں عام طور پر وہ لوگ ہوتے تھے جنہوں نے

اس سے پہلے نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی تھی ۱۲۔



کہ ایک محل جا رہا ہے، جلو میں مسلمانوں اور اہل محبت کا ایک مجمع ہے، کسی وقت وحشت اور  
تعب کا احساس نہیں ہوتا تھا، ایسے شب میں سرگودھا میں بھی ایک کثیر مجمع کے ساتھ  
جس میں کئی ہزار آدمی تھے، تیسری نماز جنازہ پڑھی گئی، یہاں مولانا عبدالعزیز صاحب  
گمتھلوی نے نماز پڑھائی،

یہاں سے جنازہ اب اپنی آخری منزل کے لئے روانہ ہوا، سرگودھا میں مولوی  
سید عطار المنعم صاحب (فرزند مولانا سید عطار الشہ شاہ بخاری) اپنی والدہ محترمہ اور  
بھائیوں کے ساتھ پہنچے اور آخری زیارت کی، معلوم ہوا کہ وقت کی کمی کی وجہ سے لوگ  
ملتان منگمری اور دوسرے مقامات پر رہ گئے، سیکڑوں آدمی بروقت سواری نہ ملنے کی وجہ  
سے محروم رہے۔

جنازہ جھاڑیاں سے ڈھڈیاں کے لئے روانہ ہوا تو کئی جگہ آخری دید کے شائقین  
اور مخلصین کے اصرار سے موڑ روکی گئی اور انھوں نے زیارت کی، ڈھڈیاں کے قریب غریب  
اور مخلص و اہل تعلق دیہاتی دوڑ رہے تھے، محبت و عقیدت اور غم و مسرت کا ملا جلا منظر تھا،  
ان غریب دیہاتیوں کے تصور میں نہ تھا کہ جو اللہ کا بندہ جیتے جی ان سے جدا ہو گیا تھا اور  
جس کی زیارت برسوں میں نصیب ہوئی تھی، اب وہ ہمیشہ انھیں کے پاس رہے گا اور یہ گنج  
گراں مایہ اور کنز مخفی ان کے حصہ میں آئے گا، ڈھڈیاں میں چوتھی نماز جنازہ ہوئی، یہاں  
حضرت کے امام صلوٰۃ سید مسعود علی صاحب آزاد نے آخری نماز پڑھائی۔

ڈھڈیاں میں قبر تیار تھی، پہلے خاندانی زمین پر گاؤں سے باہر قبر تیار کی گئی  
مذہبین | تھی لیکن وہ علاقہ نشیبی تھا اور سیلاب میں (جو ان اطراف میں عام ہے) زیر آب  
ہو جاتا تھا، اہل دیہہ نے اصرار کیا کہ حضرت مسجد سے متصل جانب شمال اس صحن میں دفن



ہوں، جو قیام کے زمانہ میں مجلس کی جگہ تھی، یہاں بھی لب دریا ہونے کی وجہ سے زمین فراسی کھودنے سے پانی آجاتا ہے، اس لئے بعض اہل علم کے مشورہ سے جو وہاں موجود تھے طے ہوا کہ نعش مبارک کو اس تابوت میں رکھا جائے جو لاہور سے ساتھ آیا تھا، اس تابوت کو وہیں رکھ دیا جائے اور اس کے چاروں جانب بخمال حفاظت دیوار چن دی جائے تاکہ پانی جلد نہ پہنچ سکے، پھر اس کو بلند کر کے اوپر قبر کا نشان بنا دیا جائے، اسی پر عمل ہو این صبح صادق کے وقت تدفین سے فراغت ہوئی اور فوراً صبح کی اذان ہو گئی، لوگوں نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اور کچھ لوگ اسی وقت فاتحہ پڑھ کر روانہ ہو گئے، اکثر لوگ آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے اور دن نکلے ان سوار یوں پروا پس ہوئے جو ان کے انتظار میں تھیں، رخصت کے وقت جب آخری سلام کے لئے حاضر ہوئے تو عجب منظر اوردل پر عجب اثر تھا، دو راقتادہ خادم جو سیکڑوں میل کے رہنے والے تھے سمجھ رہے تھے کہ شاید یہ آخری حاضری اور آخری سلام ہے مگر زبان حال کہتی تھی کہ:-

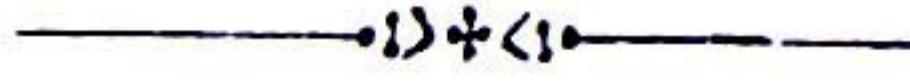
رفت سید، ولے نہ از دل ما

**حلیہ** | مولانا محمد صاحب انوری حضرت کا حلیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کا قدمیانہ اوپر کو اٹھتا ہوا، بدن مبارک بھاری بھرم، چہرہ مبارک روشن، پیشانی مبارک پر ستارہ چمکتا ہوا دکھائی دیتا تھا، پرہ بینی نور کی طرح روشن، دانت چمکیلے جیسے موتی کی لڑی، جب ہنستے تو بہت خوبصورت نظر آتے، اکثر اوقات خاموش بیٹھتے اور حاضرین پر عجب پڑتا تھا، تمام چپ بیٹھتے، اخیر میں آکر اکثر اوقات آنکھیں بند کر کے بیٹھتے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خاموش تعلیم ہو رہی ہے، آنکھیں بڑی بڑی خوبصورت،



ایک دفعہ رائے پور میں عید کے روز اجلے کپڑے پہنے ہوئے صفوں پر ٹہل  
 رہے تھے اور یہ پڑھ رہے تھے "وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا"  
 بڑے ہی خوبصورت دکھائی دیتے تھے، جو دیکھتا اول اول رعب پڑتا، پھر  
 آپ کو بہت ہی محبوب رکھتا تھا۔





## حضرت رائے پوری اور ان کے معاصرین

ماقصہ سکندر و دارانہ خواندہ ایم از ماجز حکایت تہر و وفا پیرس

معاصر مشائخ اور اہل ارشاد میں حکیم الامت  
**حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ** حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سب سے معمر اور

نامور تھے، حضرت مولانا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے بلند الفاظ میں آپ کا تذکرہ کرتے تھے، ایک مرتبہ میرے سامنے فرمایا کہ "حضرت تھانویؒ تصوف کے مجدد تھے" ایک مرتبہ ایک صاحب تھانہ بھون سے آئے وہ وہاں کسی واقعہ پر ناراض ہو کر آئے تھے اور حضرت کے سامنے بے ادبی کے ساتھ وہاں کا تذکرہ کرتے تھے، آپ نے فرمایا کہ "حضرت تھانویؒ میرے بھئی شیخ ہیں" اس پر وہ خاموش ہو گئے۔ خود دو ایک بار تھانہ بھون حاضر ہی بھی دی،

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کا بڑا اکرام فرماتے تھے اور آپ کا ذکر اعتراف و احترام کے ساتھ کرتے تھے حکیم الامت نے ایک مرتبہ کسی صاحب کی فرمائش پر معاصر مستند مشائخ کے ناموں کی فہرست تحریر فرمائی جن میں سے کسی سے بلا تکلف بیعت کا تعلق قائم کیا جاسکتا تھا۔ اس میں سرفہرست حضرت ہی کا نام تھا۔ ایک بار حضرت تھانہ بھون تشریف لے گئے، واپس ہونے لگے تو حضرت تھانویؒ اسٹیشن تک پہنچانے گئے اور آپ کے پیچھے آپ کا ذکر خیر بار بار کرتے رہے۔

مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ محبت و  
**مولانا سیدین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ** عقیدت، احترام و اعتماد کا جو غیر معمولی معاملہ

تھا، اس کا تذکرہ سیاسی مسلک کے باب میں گزر چکا ہے، تقسیم سے پیشتر اور اس کے بعد بھی مولانا

(۱) روایت مولانا عبد الجلیل صاحب (۲) ملاحظہ ہو حکیم الامت از مولانا عبد الماجد دریابادی



کی تائید و حمایت اور ان کی ذات کے ساتھ اپنے تعلق و عقیدت کے اظہار کا آپ پر ایسا جوش تھا کہ آپ اس میں کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہیں کرتے تھے، بلکہ جس مجلس میں مولانا کا کوئی ناقد یا مخالف ہوتا وہاں اور زیادہ جوش کے ساتھ ان کے فضائل و مناقب بیان کرتے اور ان کے خلوص و مقبولیت کا اعلان فرماتے ایک مرتبہ کسی ایسے ہی موقع پر جب یہ ناچیز بھی حاضر تھا اور شاید کچھ مخالفین بھی تھے بڑے جوش کے ساتھ فرمایا: ان کے مخالفین ذرا ان کے چہرہ کو بھی دیکھیں اور اپنے چہرہ کو بھی! ایک مرتبہ بعض آنے والوں نے مولانا کے سیاسی مسلک اور ان کے سیاسی انہماک پر کچھ اعتراض کیا یا اپنے تعجب کا اظہار کیا تو فرمایا کہ اگر مجھ میں طاقت ہوتی تو میں ان کے سفروں میں خادم کی طرح ان کے ساتھ رہتا اور ان کی ادنیٰ ادنیٰ خدمتیں انجام دیتا مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ان کے ساتھ جو معاملہ تھا اور آپ کے دل میں حضرت کی جو محبت و عزت تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیجئے جو حضرت مولانا عبدالقادر صاحب کے ایک خادم مولوی مقبول احمد صاحب (ساکن ملیان، حال مدرس جامعہ رشیدیہ منٹگمری) نے سنایا، وہ فرماتے ہیں:-

۱۰ احقر ۱۹۴۶-۴۷ء میں دارالعلوم دیوبند میں پڑھتا تھا۔ مارچ ۱۹۵۷ء

کے اوائل میں اچانک حضرت رائے پوری کا والا نامہ جو مولانا حبیب الرحمن صاحب (نوسلم) کے قلم سے تھا موصول ہوا، جس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے احقر سے سنتِ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا پروگرام معلوم کیا تھا کہ آیا حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اس جمعہ کو دیوبند مقیم ہوں گے یا سفر کا ارادہ ہے؟ حضرت رائے پوری نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ اپنے طور پر تحقیق کر کے جواب لکھیں، احقر عصر کے بعد حسب معمول حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ پر حاضر



ہوا، قبیل مغرب جب مجلس برخواست ہوئی تو احقر نے حضرت سے دریافت

کیا کہ حضرت اس جمعہ کو قیام ہوگا یا سفر کا نظام ہے؟ حضرت نے فرمایا کیوں

پوچھتے ہو؟ میں نے عرض کیا "حضرت بس ویسے ہی پوچھ رہا ہوں" ہنس کر

فرمانے لگے کہ "سی، آئی، ڈی تو نہیں ہو؟" میں بہت گھبرایا، میں نے اپنی

جان بچانے کے لئے حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب گرامی پیش کر دیا

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھا اور بوسہ دیکر پیشانی پر لگایا اور فرمایا کہ اس کا

جواب میں خود تحریر کر دوں گا، اب مجھے اور تشویش ہوئی کہ حضرت اپنے پوری خیال

فرمائیں گے کہ مقبول رازداری سے کام نہ لے سکا اور اس خدشہ کو حضرت مدنی

کے سامنے پیش بھی کر دیا، حضرت نے ازارہ شفقت فرمایا کہ اچھا تحریر کر دو کہ

اس جمعہ کو انشاء اللہ قیام ہی ہوگا اور مجھ سے فرمانے لگے کہ جانا بھی ہوگا تو

نہیں جاؤں گا، جواب تحریر کر دیا گیا اور حضرت جمعہ کی صبح کو دیوبند تشریف

فرما ہوئے اور اسی دن شام کی گاڑی پر سہارنپور واپسی ہو گئی (۱)۔

بارہا اسکی نوبت آئی ہے کہ حضرت مدنی کا کہیں سفر طے ہوا، پھر کسی وجہ سے اس کا التوا ہو گیا

آپ سہارنپور تشریف لائے اور حضرت شیخ الحدیث سے فرمایا کہ اتفاق سے یہ دن خالی ہو گیا

ہے، چلو رائے پور ہو آئیں، شیخ فرماتے ہیں کہ ویسوں مرتبہ ایسا ہوا۔

حضرت رائے پوری، مولانا محمد الیاس

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا ندھلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص، قوت

نسبت اور مصلوبیت کے بڑے قائل و معتقد تھے، کبھی "حضرت دہلوی" کے سوا اور طرح سے

(۱) مکتوب ولوی مقبول احمد صاحب جامعہ رشیدیہ منگمری۔



نام نہیں لیا، اپنے خدام کو بڑی تاکید و اہتمام کے ساتھ حضرت کی خدمت میں کھینچے رہتے تھے، اور خود بھی بڑے اہتمام کے ساتھ نظام الدین تشریف لے جاتے اور کئی کئی روز قیام فرماتے، مرض وفات میں کئی ہفتے پہلے سے مقیم تھے، وفات کے بعد ہی تشریف لائے مولانا منظور صاحب نعمانی نے جب حضرت کی طرف رجوع ہونے کا ارادہ کیا اور بیعت و اصلاح کا تعلق قائم کرنا چاہا تو حضرت نے نظام الدین جانے کا مشورہ دیا، اور وہاں حضرت کی خدمت میں پڑ جانے کی ہدایت فرمائی مولانا راوی ہیں کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرض وفات میں ان کے متعلق حضرت نے ایک بار فرمایا کہ آج کل روزانہ ہزاروں میل کی رفتار سے جا رہے ہیں<sup>(۱)</sup> مولانا نے نظام الدین میں چند دن قیام کرنے کے بعد ایک مکتوب میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا تو حضرت نے اسکے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں نے آپ کو وہاں ٹھہرنے کا مشورہ اسی لئے دیا تھا کہ آپ دیکھ لیں کہ اللہ والے ایسے ہوتے ہیں اور ان کی سطح اتنی بلند ہوتی ہے<sup>(۲)</sup>۔

حضرت ہمیشہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی مجاہدات کا بڑے اہتمام سے ذکر فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ بعد کی مقبولیت و محبت اور یہ تاثر و ہدایت اسی کا نتیجہ ہے۔

مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت کے ساتھ غیر معمولی تعلق اور ارتباط رکھتے تھے اور بڑے بلند کلمات ارشاد فرماتے تھے، ایک بار فرمایا کہ جب بیوات کا سفر پیش آتا ہے اور اس میں سخت اختلاط و مشغولیت رہتی ہے تو میں اسکے بعد یا تو اعتکاف کرتا ہوں یا رائے پور چلا جاتا ہوں، رائے پور بڑے اہتمام کے ساتھ حاضر ہوتے، عرصہ

(۱) اشارہ ترقی باطنی اور سفر روحانی کی طرف ہے، (۲) روایت مولانا منظور صاحب نعمانی۔



تک معمول رہا ہے کہ کچھ دور سے پیادہ پاؤں شریف لاتے، اپنے اہل تعلق و خدام کو کچھ دن کیسوی کے ساتھ ذکر کرنے کے لئے اور حضرت کی صحبت سے مستفیض ہونے کے لئے بڑے اہتمام سے بھیجتے تھے، تبلیغی جماعتوں کو بھی اہتمام کے ساتھ روانہ کرتے اور بالعموم انھیں لوگوں کو امیر بناتے جو ذکر سے مانوس اور بزرگوں کی خدمت میں رہنے کے آداب سے واقف ہوتے، حضرت کے خادم مولانا عبد المنان راوی ہیں کہ حضرت مولانا ایاس نے ایک بار ان سے دہرا دون میں فرمایا کہ اپنے شیخ (حضرت رائے پوری) کی خدمت میں با وضو رہا کرو کہ ان کی نسبت حضرت فضیل بن عیاض کی نسبت ہے۔

حضرت مولانا ایاس صاحب کی نگاہ میں آپ کا جو مرتبہ اور جو عزت و منزلت تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے جو مجھ سے حاجی میر آل علی صاحب سہارنپوری نے بیان کیا، میر صاحب فرماتے ہیں: (۱)

”سہارنپور میں مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہر علوم کی پیٹھ پر کاربنکل ہو گیا تھا سخت تکلیف تھی، مولانا ایاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلی سے اور حضرت رائے پوری رائے پور سے عیادت کے لئے آئے یہ دونوں حضرات اور حضرت شیخ الحدیث مزاج پرسی کے لئے گئے، جب رخصت ہونے لگے اور رائے پور جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو حافظ صاحب پر بڑا اثر ہوا اور زندگی سے مایوسی کا اظہار کرنے لگے، نظام بن چکا تھا، یہ حضرات روانہ ہو گئے، لیکن دل ڈر رہا تھا، سہارنپور سے چل کر بہٹ میں قیام ہوا، مغرب کی نماز کے لئے وضو کرتے ہوئے ان حضرات میں سے ایک صاحب نے حافظ صاحب کی نازک

(۱) افسوس ہے..... کہ آپ کا انتقال ہو گیا عفراتہ



علالت اور ان کے اظہار مایوسی پر کچھ تشویش کا اظہار کیا اور اس بات پر افسوس کیا کہ ہم لوگ ایسی حالت میں چلے آئے، حضرت رائے پوریؒ نے وضو کرتے ہوئے فرمایا کہ "نہیں حضرت کوئی بات نہیں" نماز سے فارغ ہونے کے بعد مولانا ایاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نوافل اوابین میں مشغول ہو گئے، مولانا کا معمول طویل قرأت کا تھا اور دیر میں فارغ ہوتے تھے، حضرت رائے پوریؒ حسب معمول مغرب کی سنتوں سے فارغ ہو کر چار پائی پر تشریف لے آئے، مولانا ایاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی دو یا دوسری دو رکعتوں کے بعد خلافت معمول جلد سلام پھیر لیا اور بڑے بڑے قدم اٹھاتے ہوئے تیزی کے ساتھ حضرت کی طرف آئے اور فرمایا کہ حضرت میری نفلوں سے تو آپ کے پاس بیٹھنا زیادہ افضل ہے۔

مرض وفات میں جب حضرت رائے پوریؒ کا قیام مولانا کے پاس نظام الدین میں تھا تو ایک روز بعد مغرب مولانا ایاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے راقم سطور کو دریافت فرمایا کہ کہاں ہے؟ میں مسجد سے باہر تفریحاً قدیم پولیس چوکی کی عمارت چلا گیا تھا، ہر طرف آدمی دوڑے ایک صاحب ہاں بھی پہنچے اور مجھے خبر دی کہ حضرت مولانا ایاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے منظر میں، میں گھبرایا ہوا پہنچا، اس وقت حضرت کے ضعف کی حالت یہ تھی کہ لبوں کے قریب کان لاکر بات سننے میں آسکتی تھی، میں سوچ رہا تھا کہ کون سی اہم بات ہے جس کے لئے مجھے اس طرح طلب فرمایا گیا ہے، میں نے جب اپنے کان بوتھوں کے قریب گئے تو فرمایا کہ لوگوں کو تاکید کرو کہ حضرت رائے پوریؒ کی مجلس میں بیٹھا کریں۔ اس وقت مجھے اندازہ ہوا کہ

(۱) حضرت کو غلبہ ریاح کی قدیم شکایت تھی جس کی وجہ سے طویل نوافل نہیں پڑھ سکتے تھے۔



حضرت کو اس بات کا کتنا اہتمام ہے اور آپ حضرت رائے پوری کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب | شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب  
اگرچہ عمر میں حضرت سے بہت چھوٹے

ہیں اور ان کی طالب علمی اور ترقی باطنی کے سب مراحل حضرت کے سامنے ہی گزرے، لیکن ان کی خداداد صلاحیتوں، فطری جوہر اور عاقل استعداد کی بنا پر حضرت کا تعلق ان سے نہ صرف انس و محبت کا بلکہ احترام و عقیدت کا تھا، جن لوگوں نے حضرت کا بتاؤ ان کے ساتھ دیکھا ہے ان کے لئے سمجھنا مشکل تھا کہ یہ بتاؤ محض ایک عالم اور محدث کے ساتھ ہے جو عمر میں بہت چھوٹا ہے یا کسی شیخ معمر بزرگ کے ساتھ، حضرت ان کے متعلق ہمیشہ بڑے بلند کلمات فرماتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا کہ "حضرت گنگوہیؒ کی نسبت حضرت شیخ الحدیث کی طرف منتقل ہو گئی" اکثر فرماتے تھے، ان چچا بچے کے حالات بھی عجیب ہیں، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب مدینہ طیبہ کے آخری قیام میں حضرت شیخ الحدیث کو اجازت دی تو انھوں نے اپنی عادت اور ذوق کے مطابق اسکا کسی پرانہا نہیں ہونے دیا، حضرت ہی نے اس کا چرچا کیا اور حضرت ہی کی وجہ سے لوگوں کو اس کا علم ہوا، اخیر اخیر تک اکثر رجوع ہونے والوں کو بالخصوص اہل علم کو شیخ الحدیث سے بیعت ہونے کا مشورہ دیتے تھے، جب کوئی لطیف یا نفیس چیز یا نیا ملبوس، رضائی وغیرہ پیش کرتا تو اکثر حضرت شیخ کی خدمت میں پیش فرما دیتے اسی طرح اگر کوئی کھانے کا تحفہ لاتا یا مرغ وغیرہ کہیں سے آتا تو حضرت شیخ کی آمد کا انتظار فرماتے اور سمجھتے کہ انھیں کے تشریف لانے پر وہ سوارت ہوگا ۱۳۶۹ھ کے آخری سفر حج کا انتظام ہوائی بہاز سے اس شوق سے فرمایا تھا کہ شیخ بھی ساتھ ہوں گے، فرماتے تھے کہ

(۱) مولانا محمد ایاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ (۲) مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ



پاکستان جاتے ہوئے جب ہوائی جہاز پر بیٹھنا ہوا تو جی چاہا کہ شیخ بھی ایک مرتبہ ہوائی جہاز سے سفر کریں، خیال آیا کہ شیخ صرف حجاز کے لئے اس کو منظور فرمائیں گے، اس لئے ہوائی جہاز سے جانے کا انتظام کیا، لیکن اس سال ہندوستان میں کالا پھیلنے کی شہرت کی وجہ سے دوسرے ملکوں سے قرظینہ کے سخت احکام نافذ کر دئے تھے اس کی وجہ سے ہوائی جہاز سے سفر حجاز کا سلسلہ ہی بند ہو گیا تھا، ۱۳۴۵ھ کے سفر حج کا ایک لطیفہ حضرت شیخ نے سنایا کہ مکہ معظمہ سے جدہ واپس آتے ہوئے حضرت اپنے خدام کے ساتھ تھے اور میں اپنے قافلہ کے ساتھ، ایک جگہ ٹراؤ تھا میں حاضر ہوا تو کچھ کھانے کا تذکرہ ہوا، میں نے عرض کیا کہ ہمارے قافلہ میں کھچڑی پکی تھی، حضرت نے فرمایا ہم نے تو مرغ کھایا تھا، میں نے اس کا گلہ کیا تو فرمایا ہم اس کا کفارہ ادا کرینگے میں نے عرض کیا کہ حرم کی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے، یہاں کے مرغ کا کفارہ ایک مرغ سے نہیں ہو سکتا، فرمایا اچھا، ہم کفارہ ادا کریں گے، چنانچہ واپسی کے سفر میں راستہ بھر ان خدام سے جو ملنے آتے تھے مزاحاً فرماتے رہے کہ شیخ کے ایک لاکھ مرغ میرے ذمہ ہیں مجھے کفارہ ادا کرنا ہے، چنانچہ ہر جگہ کثرت سے مرغ پک کر آتے تھے، رائے پور میں شیخ کی آمد سے جو مسرت اور شگفتگی پیدا ہوتی اور تشریف لے جانے سے جو افسردگی اور ادا سی نظر آتی اور حضرت کے قلب مبارک پر اس کا جو اثر ہوتا اس کو دیکھنے والی آنکھیں بھی نہیں بھولیں، کبھی کبھی شیخ کے بعض مریدین و خدام سے فرمایا کہ شیخ الحدیث میرے بھی شیخ ہیں۔ پاکستان کا سفر ذرا طویل ہوتا تو شیخ سے ملنے کا تقاضہ شدت سے پیدا ہوتا اور یہی گویا واپسی کی دلیل ہوتی، فرماتے کہ اب ہمیں نہ روکو شیخ بہت یاد آتے ہیں، مرض وفات میں ایک موقع پر جب کہ شیخ کا خط آیا ہوا تھا بار بار حضرت شیخ کے اخلاص بحبت و صعداری اور یکساں تعلق پر آفریں کہتے رہے۔



شیخ نے بھی حضرت کے ساتھ احترام و عقیدت، ادب و بزرگی داشت اور  
 نیاز مندی و خوردی کا ایسا تعلق رکھا جس سے بزرگان سلف کی یاد تازہ ہو گئی اور متبیین و  
 مدعیان تعلق کو معلوم ہو گیا کہ ادب اسے کہتے ہیں اور قدر دانی اور جوہر شناسی اس کا نام  
 ہے اپنے شیخ و مرشد مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد شیخ نے مولانا  
 مدنیؒ اور حضرت رائے پوریؒ کے ساتھ شیوخ و اکابر کا سا تعلق قائم کر رکھا تھا اور ایسا معلوم  
 ہوتا تھا کہ ان کی نظر میں اس اخیر زمانہ میں ان دونوں سے بڑھ کر کوئی نہیں، مولانا مدنی رحمۃ  
 اللہ علیہ کے انتقال کے بعد یہ ساری عقیدت و تعلق سمٹ کر حضرتؒ کی ذات میں آ گیا تھا  
 جب بہت ہاؤس میں حضرتؒ کا طویل قیام رہا، بلا تعلق روزانہ کا معمول تھا کہ عصر کی نماز  
 پڑھ کر فوراً بہت ہاؤس تشریف لے جاتے، اس اندیشہ سے کہ کچھ تاخیر نہ ہو جائے، شام  
 کی چائے جو عمر بھر کے معمولات میں شامل تھی مستقلاً چھوڑ دی تھی، حضرتؒ کو جب اس کا علم ہوا  
 تو بہت ہاؤس میں اس کا انتظام فرمانے کی تاکید کی، لیکن شیخ نے اصرار سے منع فرما دیا  
 اخیر زمانہ قیام رائے پور میں باوجود اس کے کہ سفر خاص حالات و کیفیات کی بنا پر شیخ کے  
 لئے مجاہدہ عظیم تھا، ہر ہفتہ کا معمول تھا کہ جمعہ کی شام کو تشریف لے جاتے اور پیر کی صبح  
 تشریف لاتے، حضرتؒ کی راحت، ضعف اور طبیعت کی نزاکت کا بڑا اہتمام فرمانے  
 مصافحہ کرنے والوں پر بھی پابندی عائد فرمادیتے اور اکثر فرمانے کہ مصافحہ سنت ہے اور  
 اذیت حرام۔ پاکستان کا سفر پیش آتا تو شائقین و معتقدین کو قابو میں رکھنا انہیں کا کام تھا  
 اکثر اسٹیشن پر جمع کے سامنے عصا لے کر کھڑے ہو جاتے اور ہجوم کرنے والوں کو سختی کے  
 ساتھ ڈانٹتے، بہت سے لوگ بالخصوص علمی اشتغال رکھنے والے حضرات شیخ ہی کے  
 بار بار فرمانے سے حضرتؒ کی طرف متوجہ ہوئے، بعض لوگوں کو جو حضرتؒ کے علو شان



سے زیادہ واقف نہ تھے اور وقت کی قیمت نہیں پہچانتے تھے بار بار تحریر فرمایا کہ حضرت کی زندگی کو غنیمت سمجھو، چراغ سحری ہے۔ راقم الحروف کو یاد ہے کہ حضرت شیخ کی خدمت میں جب پہلی بار حاضر ہوا اور شیخ کے بالاخانہ اور دارالمطالعو میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا تو اس زمانہ میں وہاں ایک منظوم قطعہ وصلی کی شکل میں آویزاں تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اگر نفس کی اصلاح چاہتے ہو تو فلاں فلاں رذائل اخلاق نکال دو، اور فلاں فلاں صفات اپنے اندر پیدا کرو، نو عمری کا زمانہ تھا اور طبیعت میں شوخی تھی عرض کیا کہ حضرت ان مفرد اجزاء کا تلاش کرنا اور مختلف پیساریوں کے ہاں سے دواؤں کا اکٹھا کرنا تو بڑا مشکل ہے کہیں بنا بنایا نسخہ ملتا ہو تو بتائیے۔ برہتہ فرمایا کہ رلے پور کی نہر کے کنارے۔

حضرت کے حالات و واقعات کا جاننے والا بھی شیخ سے زیادہ مشکل سے کوئی ملے گا، کثرت سے جزئیات یاد ہیں اور یادداشت میں مندرج ہیں خطوط کا بھی ایک بڑا ذخیرہ محفوظ ہے، چنانچہ اس کتاب کی ترتیب میں سب سے بڑی مدد و رہنمائی شیخ ہی سے حاصل ہوئی بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اس کا ڈھانچہ شیخ ہی کی عنایت فرمائی ہوئی معلومات اور ہتیا کی ہوئی تحریرات سے بنا ہے، یہی معاملہ حضرت مولانا محمد ایاس صاحب کی سوانح کے ساتھ رہا، اگر حضرت شیخ کی رہنمائی و سرپرستی نہ ہوتی تو ان دونوں چیزوں کا مناسب طریقہ پر مرتب ہونا اگر محال نہیں تو دشوار ضرور تھا۔

حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ | حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری جو اپنے

شہرہ آفاق درس قرآن، اصلاح عقائد کے عظیم الشان کام، مؤثر و مقبول مواعظ اور



مخلصانہ دینی خدمتوں کی بنا پر پاکستان میں مقبول عام و خاص تھے، اپنے زمانہ کے بہت بڑے شیوخ طریقت میں سے بھی تھے، قوت نسبت باطنی ادراک اور روشن ضمیری میں اس زمانہ میں ان کی نظیر مشکل سے مل سکتی ہے، حضرت بھی ان کے اخلاص و علو مرتبہ کے قائل تھے، بہت احترام فرماتے تھے، لاہور کے دوران قیام میں کبھی کبھی خود ملنے تشریف لے جاتے، اپنے مرض و فات میں بعض اوقات ان کے کسی مرید کو دیکھ کر یا ان کا نام سن کر آپ پر رقت طاری ہو جاتی، ایک باریہ بھی فرمایا کہ بہت اچھے گئے۔

مولانا احمد علی صاحب کا خود یہ حال تھا کہ حضرت کے ساتھ بالکل اپنے شیخ و مرشد کا سلوک فرماتے، لاہور کے قیام کے زمانہ میں بڑے اہتمام سے حاضر خدمت ہوتے راقم سطور نے کئی بار صوفی عبد الحمید صاحب کی کوٹھی پر دیکھا، مولانا احمد علی صاحب تشریف لائے، آتے ہی سلام و مصافحہ کے بعد نہایت ادب سے دو زانو مراقب ہو کر بیٹھ گئے اور جب تک بیٹھے رہے، اسی طرح ادب و سکوت کے ساتھ مراقب بیٹھے رہے، جیسا کوئی مرید استفادہ باطنی کیلئے بیٹھتا ہے، اگر حضرت نے کوئی بات پوچھی تو جواب دیا ورنہ اول سے آخر تک خاموش بیٹھے رہے، ان کے اس ادب و احترام کو دیکھ کر ہم خدا کو بڑی شرم آتی اور احساس ہوتا کہ ادب و احترام اس کو کہتے ہیں۔

قدر گوہر شاہ داندیا بداند جو ہری

مجھے یاد نہیں کہ کبھی اس کے خلاف ہوا ہوا اور مجلس میں زیادہ گفتگو فرمائی ہو، مولانا احمد علی صاحب، مولانا مدنی اور حضرت رائے پوری کی عظمت اور علو شان کے بہت بڑے معتقد تھے اور برس عام اپنی تقریروں میں بڑے جوش کے ساتھ ان دونوں حضرات کی مقبولیت عند اللہ، علو نسبت اور کمال باطنی کا اعلان فرماتے تھے اور اکثر قعوں



پر اسی ترتیب سے ان دونوں حضرات کا نام لیتے تھے، مولانا مدنی کے ساتھ ان کو جو والہانہ تعلق اور خادمانہ عقیدت تھی اس کا ذکر بہت سے مضامین میں آچکا ہے اور اسکی مناسب جگہ مولانا مدنی کی سوانح حیات ہے، حضرت رائے پوری سے ان کو جو عقیدت و محبت تھی اس کا کسی قدر اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے جو حضرت رائے پوری کے ایک خادم قاری محمد اسحاق صاحب بیان کرتے ہیں، قاری صاحب کہتے ہیں:-

”ایک مرتبہ حضرت رائے پوری کا خط میرے نام آیا، اس میں، حضرت مولانا احمد علی صاحب کے نام سلام بھی تھا، میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا تو حسب معمول ملاقات کرنے والوں کا بڑا مجمع تھا، مجھے دیکھا تو فرمایا کہ آپ ٹھہریئے جائیئے گا نہیں، میں انتظار کرتا رہا، جب فراغت ہوئی تو مجھے اس چھوٹی مسجد میں لے گئے جو بڑی مسجد سے جانب جنوب ہے اور ابتدا میں وہی مسجد تھی، اندر لے جا کر دروازے بند کر لئے، پھر مجھ سے فرمایا کہ آپ کیا کہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت کا خط آیا ہے اس میں آپ کو سلام لکھا ہے، حضرت کا نام سنتے ہی بے اختیار رونے لگے پھر فرمایا کہ خط مجھے دے دیکھئے میں رکھوں گا چنانچہ میں نے خط پیش کر دیا۔“

ان حضرات کے علاوہ جن سے سلسلے، ذوق یا قبر **دو کے شیوخ و اکابر** مکانی کی وجہ سے خصوصی تعلقات تھے اور ان سے زیادہ ربط و ضبط تھا، ہندستان کے دوسرے شیوخ و علماء کبار کا نواہ وہ کسی سلسلے سے تعلق رکھتے ہوں پورا احترام فرماتے تھے، ہر ایک سے نہایت تواضع اور کسر نفسی کے ساتھ ملتے تھے، اور وہ حضرات بھی آپ سے ایسے ہی احترام و محبت اور ادب و عقیدت کا برتاؤ کرتے تھے



ان میں حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری جو حضرت مولانا احمد علی صاحب کے شیوخ میں ہیں اور سلسلہ قادریہ کے نہایت عالی نسبت شیخ تھے، نیز مولانا احمد خاں صاحب کے خلیفہ، مولانا عبد اللہ صاحب گندیان والے خاص طور پر قابل ذکر ہیں، جن کا حضرت بلند الفاظ میں تذکرہ فرماتے تھے، حضرت مولانا عبد الشکور صاحب فاروقی لکھنوی سے بھی خاص محبت و مناسبت تھی کہ حضرت کو صحابہ کرام سے عشق تھا اور رخصت سے بڑی نفرت و عدم مناسبت اور اللہ تعالیٰ نے مولانا عبد الشکور صاحب سے اس سلسلہ میں بڑا کام لیا حضرت نے ان کے بہت سے رسائل اہتمام سے پڑھوا کر سنے تھے، لکھنؤ کے قیام میں ایک بار مولانا حضرت سے ملنے کے لئے ندوہ بھی تشریف لائے جہاں حضرت کا قیام تھا، لاہور میں بھی اکتوبر ۱۹۶۰ء

میں جب حضرت کا قیام صوفی صاحب کی کوٹھی پر تھا تشریف لائے تھے

”ایک حاضر مجلس<sup>(۱)</sup> کا بیان ہے کہ جب مولانا عبد الشکور صاحب کی وفات

ہوئی، تو اس کے دو ہی تین دن بعد رادو فضل الرحمن خاں صاحب نے اخبار پڑھتے

ہوئے، یہ خبر سنانی کہ حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی کا انتقال ہو گیا، اس

خبر کے سنتے ہی، فرمایا: ”ابوہ ان اللہ وانا الیہ راجعون“ حضرت پر

اس قدر اثر ہوا کہ اٹھ کر بیٹھ گئے، حالانکہ بغیر دو آدمیوں کے سہارا لئے ہوئے اٹھنا

مشکل ہوتا تھا، مگر اس خبر سے اتنا اثر پڑا کہ بلا کسی کی مدد کے اٹھ کر بیٹھ گئے، گاؤں کی

کے سہارے تھوڑی دیر تک سکوت اختیار فرمانے کے بعد فرمایا، ”جب ان کے انتقال

کے لئے ابو بکر، عمر بن عثمان، علی (رضی اللہ عنہم) نہ آویں گے تو کیا دوسرے کے لئے

(استقبال میں) آویں گے۔“

(۱) سید محمد سالم ہنسوی



مدینہ طیبہ کے قیام میں مولانا عبدالغفور صاحب نقشبندی سے بھی اسی طرح سے محبت و احترام کا اظہار فرماتے تھے اور دونوں حضرات ایک دوسرے سے ملنے جاتے تھے دہلی میں مولانا خلیل احمد صاحب کے خلفاء میں حضرت حافظ فخر الدین صاحب بڑے فاکر شاغل اور صاحب باطن بزرگ تھے، ان کا تعلق بھی حضرت کے ساتھ اور حضرت کا ان کے ساتھ محبت و احترام کا تھا، حضرت کا جب تک دہلی میں قیام رہتا، حافظ صاحب بڑے اہتمام سے تشریف لاتے اور شریک مجلس رہتے، سہارنپور، رائے پور بھی کثرت سے ملنا ہوتا۔

عرض یہ کہ حضرت کا اپنے معاصرین کے ساتھ اور ان نامور معاصرین کا حضرت کے ساتھ جو تعلق تھا، وہ اس معاشرت کی خصوصیت سے مبرا تھا جس کو حجاب اور سبب بعد قرار دیا گیا ہے اور اس سے جہاں ان حضرات کی للہیت، جو ہر شناسی اور علو اخلاق کا اندازہ ہوتا ہے وہاں حضرت کے بھی علوم مرتبہ اور جامعیت کا پتہ چلتا ہے کہ ان سب مختلف الذوق حضرات کے ساتھ ایسا مہمانہ و مخلصانہ تعلق رکھتے تھے اور سب کے قدر شناس اور مرتبہ داں تھے؛



# شہرِ لہذا

حضراتِ قُطْبِیْنَ کی وفات پر لکھے گئے مرثیے

○  
تألیف: نفیس الحسینی



(از: حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی مدظلہ)

قَضَى الشَّيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ الْيَوْمَ نَحْبَهُ

وَكَانَ أَجَلَ الْعَارِفِينَ وَأَكْرَمًا

بَكَيْتُ وَمَا يُغْنِي الْبُكَاءُ، فَقِيلَ لِي

وَمَنْ ذَا رَزَيْتُمْ، قُلْتُ: شَيْخًا مَعْظَمًا

۱۹۶۲ھ



## قطعہ تاریخ وفات حضرت مولانا عبدالقادر راسپوری قدس سرہ

از حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی جامعہ اشرفیہ لاہور

اصرصر لاندہبتیت چون وزید

ہر کرا بیتی بزمہب غادر است

اندیس عصر آن ولی اللہ بود

لاجرم از غیب چیزی نادر است

شیخ عبدالقادر ثانی کہ بود

وارد دنیا بجنّت صادر است

گر ہی پُرسند، گو سال وصال

"ارتحال شیخ عبدالقادر" است

۶ ۱ ۹ ۶ ۲



شیخ عبد القادر شیخ طریق  
 ماہر امراض روح و کبد نفس  
 روح خلقت دل بخالق روز و شب  
 کر گئے افسوس دنیا سے سفر  
 دے گئے ہم سب کو خود داغِ فراق  
 کون دے گا اب دوائے دردِ دل  
 کون زندوں کو کرے گا زندہ دل  
 کون لگوائے گا ضربیں راتِ دن  
 عشقِ مولیٰ کی لگائے کون نو  
 کون دل کو اب بنا ڈالے گا دل  
 کون پھر کر دیگا اب سبِ الست  
 لائے جو تلویں سے تمکین تک  
 کس کے پر تو سے جسے گا دل میں اب  
 یوں تو ہر شے کی گرانی ہو بہت

بے عدیل و بے نظیر و بے مثال  
 مصلحِ اخلاق و عمالِ رجال  
 واقفِ اسرارِ ربِّ ذواجلال  
 اٹھ گیا دنیا سے عرفانی کمال  
 پاکے محبوبِ حقیقی کا وصال  
 ہو دراز اب کس جگہ دستِ سوال  
 کون دے گا جامِ حُبِّ لازوال  
 قال کو اب کون بنوائے گا حال  
 کون کر دے ہوش کو نذرِ جمال  
 کون دے گا دل سے دنیا کو نکال  
 کون لے گا آج گرتوں کو سنبھال  
 کون شیخِ معرفت ہو باجمال  
 غائبانہ فیض کا جاہ و حلال  
 لیکن ایسی ہستیوں کا تو ہے کمال

سچ تو یہ ہے "لَا يُؤْتِ فَيْضَهُ"  
 گو ہے "ماتِ الشَّيْخِ" تاریخِ وصال  
 ۱ ۳ ۸ ۲

۷۷ آپ کا فیض نہیں مر گیا ۷۷ پر صاحبِ وفات پا گئے



# كُلُّ مَنِ عَلَيْهِا وَكِنَا

عَلَى حَذَقِ قَطْبِ الْعَالَمِ مُبِينِ دَنَا وَمَوْلَانَا عَبْدُ الْفَارِذِ الرَّابِعِيُّ

المتوفى ۱۴ ربيع الاول ۱۳۸۲ ھ

لَعَبْدِ الْمَنَانِ بْنِ الْمَغْزُولِ الْعَلَامِيِّ عَبْدِ السُّبْحَانِ الْقَلْبِيِّ



يَا قَلْبُ مَا لَكَ لَا تَفِيْقُ وَتَدْمَعُ عَيْنَاكَ وَأَسْتَلِبَ الْقَرَارُ فَتَفْرَعُ

لے دل! یہ تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو ہوش میں نہیں آ رہا اور تیری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں اور قرار و سکون چھین گیا ہے اور تو گہرائے جا رہا ہے

وَأَفَاضَ دَمْعَكَ حَادِثٌ حَدَثَتْ بِهِ فِتْنٌ تُعَذِّبُ وَالْهَلَاكَةُ تُفْرَعُ

اور تیرے آنسوؤں کو ایک ایسے عظیم حادثہ نے سیلاب کی طرح بہا شروع کر دیا ہے جسکی وجہ سے بہت سے فتنے پیدا ہونے لگے ہیں اور ایسی ہلاکت جو (درد دل) پر دستک دینے لگی

مَنْ كَانَ يَمْلِكُ صَبْرَهُ وَقَرَارَهُ فَلِصَاحِبِ الْأَشْوَاقِ مَا يَتَجَرَّعُ

اگر کوئی اور شخص اپنے صبر سکون کو اپنے قابو میں رکھ سکتا ہوگا عشق و محبت والے کیلئے تو ایسے مواقع پر پریشانیوں اور مصیبتوں کے کڑوے کڑے

گھونٹ پینے پڑتے ہیں

هَجَمَتْ بِمَا وَقَعَتْ عَلَيْكَ مُصِيبَةٌ لِلْسَّلِيلِينَ وَهَلْ لِيذَلِكَ مَدْفَعُ

تجھ پر لے دل! ایک ایسا حادثہ عظمیٰ آپڑا ہے کہ جس کی وجہ سے تمام مسلمانوں پر ایک بہت بڑی مصیبت آپڑی ہے اور کیا اس مصیبت کیلئے

ٹل جانے کی کوئی صدمت بھی ہے

هَدَتْ بِهِ صَمَّ الْجِبَالِ وَزُلْزِلَتْ زِلْزَالَهَا وَيَضِجُ مِنْهُ السَّيْرَمُ

اس حادثہ کی وجہ سے ٹھوس ٹھوس پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو گئے اور خوب لرز اٹھے اور اس کی وجہ سے زم زم پتھر بھی چیخ چیخ کرنے لگے



وَرَقِيَ الْعَوَالِمُ أَرْضُهَا وَسَمَاءُهَا وَفَلَاتُهَا وَبِكِي الْخَرَابِ الْبَلْتَعِ  
 زمین آسمان و صحرا و تمام عالم اس مصیبت کی وجہ سے رنج و غم میں مبتلا اور رورور کرنا ڈھال ہو رہا ہے اور بے آب گیاہ بیابان بھی رورہا ہے

وَصِيَاحُ أَهْلِ وَدَادِهِ وَزَفِيرُهَا مِنْهُ الْقُلُوبُ كَأَنَّهَا يَتَقَطَّعُ  
 اور اس سے محبت کرنے والوں کی چیخ و پکار اور ان کی آہ و بکا کی وجہ سے سارے کے سارے دل گویا پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے ہیں

وَلَقَدْ أَحَاطَ بِنَا سَحَابٌ مُظْلِمٌ وَسِعَتْ جَوَانِبُهُ وَلَا يَتَقَشَّعُ  
 رنج و غم کے ایسے کالے کالے بادلوں نے ہم کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے جو چاروں جانب پھیلے ہوئے ہیں اور کسی طرح بھی چھٹنے والے نہیں

لَبِي كَمَا يَشْتَاقُ دَعْوَةَ رَبِّهِ نِصْفَ النَّهَارِ وَأَيْنَ مِنْهَا الْمَفْرَعُ  
 جیسا کہ خود اسکو شتیاق تھا، اس نے اپنے پروردگار کی پکار پر لبیک کہہ کر نصف النہار کے وقت اسے قبول کیا اور اب اس سے پناہ کی جگہ کہاں؟

شَيْخُ الْمَشَائِخِ ذَا إِمَامٍ أَيْمَنِ مَحْتِ التُّرَابِ عِظَامُهُ وَالْأَصْدَعُ  
 یہ تمام مثل شیخ کرام کا سب سے بڑا شیخ! تمام ائمہ دین میں سے لیک بڑا امام، اس کی متبرک ٹہیاں اور پسلیاں اب مٹی کے نیچے ہیں

طَابَ الدَّفِينُ وَطَابَ مَدْفَنُهُ الَّذِي نَزَلَ الْحَبِيبُ بِهِ وَكُنَّا نَدْمَعُ  
 یہ مدفون بزرگ بھی بہت پاکیزہ اور اسکے دفن ہونے کی جگہ بھی بہت پاکیزہ، جہاں ہمارا محبوب جا کر اتر اپنے ایسی حالت میں کہ ہم آنسو بہا رہے ہیں

وَالْقَبْرُ مُفْتَخِرٌ وَحَقٌّ فَخَارُهُ بِمَقَامِهِ فَالْجُودُ فِيهِ الْمُودَعُ  
 اور قبر فخر کرنا لالی ہے اور ایسے شیخ کمال کے وہاں جا کر ٹھکانا بنانے کی وجہ سے اسکو حق بھی ہے کہ فخر کرے اس لیے کہ وہاں تو اب سرسبز سخاوت ہی سخاوت  
 امانت رکھی گئی ہے

فِيهِ الْمَعَارِفُ لَا تُطِيقُ عِدَادَهَا وَخَزِينَةُ الْأَخْلَاقِ لَو تَمَّتْ  
 وہ شیخ ایسے علوم و معارف کا حامل تھا جس کا شمار بھی نہیں کر سکو گے اور اس میں اخلاق حسنہ کا ایک خزانہ تھا، کاش کہ تو اس سے کچھ نفع اٹھاتا

عَمَّتْ مَنَافِعُهُ جَمِيعَ خَلَائِقِ وَبَدَتْ فَوَائِدُهُ كَمَا هِيَ تَنْفَعُ  
 اس کے منافع تمام مخلوق خدا کے لیے عام تھے اور اس کے فوائد و برکات بالکل ظاہر و باہر تھے اور نفع پہنچا رہے تھے



وَجَدَ الْمَطَالِبَ مِنْ آتَاهُ مَطَالِبًا مِنْ نُورِ بَاطِنِهِ يَرَاهُ وَيَسْمَعُ

جو وہ شخص بھی اس سے اس کو طلب کرنے کے لیے حاضر ہوتا وہ اپنے مطالب کو وہاں دیکھتا تھا اور وہ اپنے باطنی نور سے اسے دیکھتا سنتا

أَفْهَلُ رَأَيْتَ بِحِلْمِهِ وَعُلُومِهِ أَحَدًا يُشَابِهُهُ وَهَلْ يُتَوَقَّعُ

کیا تو نے علم و بردباری اور علوم و معارف میں اس جیسا کوئی اور بھی دیکھا ہے؟ اور کیا اس کی توقع بھی تجھے ہو سکتی ہے!

مَا زَالَ يُوقِظُ نَوْمًا وَيُرِيهِمْ مَا ضَلَّ سَعِيَهُمْ لَكِي يَتَحَسَّعُوا

وہ ہمیشہ (غفلت کی نیند) سونے والوں کو جگا رہتا تھا اور انہیں دکھاتا تھا کہ ان کی کوششیں رائیگاں جا رہی ہیں اور مقصد یہ تھا کہ یہ

لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر عاجزی اور فروتنی اختیار کریں

وَخَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ أَفْنَى نَفْسَهُ فِي حَيْثُ حَتَّى آتَاهُ الْمَصْرَعُ

بیشہ اللہ کی یاد میں مصروف رہا اور اپنے آپ کو اس نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں فنا کر دیا تھا۔ بیان تک کہ اسے دنیا سے انتقال کرنا پڑا

وَكَسَاهُ رَبِّي حُلَّةً مَرَضِيَّةً مِنْ حُسْنِ سِيرَتِهِ وَذَلِكَ أَرْفَعُ

میرے پروردگار نے حسن سیرت کی وجہ سے مجھے پسندیدہ خلعت پہنایا، اور یہ ایک بلند مرتبہ ہے

وَهَدَى طَرِيقَ الرُّشْدِ عَيْنَ نَهْجِهِ وَجَبَّالَكَ نِعْمَتَهُ وَأَنْتَ مُضْتَبِعُ

اس نے (مخلوق خدا کو) راہ راست کی ہدایت کی اور مستقیم کر کے بتایا کہ (خدا پرستی کی) شاہراہ یہ ہے اور تجھے اپنی نعمت (ارشاد)

کی بخشش کی، اس حالت میں کہ تُو بے قیمت وضائع شدہ چیز تھی

كَشَفَ الْغَطَاءَ عَنِ الطَّرِيقَةِ مُوضِعًا كَيْلًا تَضِلُّ وَاللِّضْلَالَةَ مَوْقِعًا

طریقیت کے چہرے پر پڑے ہوئے پردے اس نے کھول دیے اور حقیقت کو خوب اچھی طرح واضح کر کے دکھایا تاکہ آپ راہ راست

سے ایسی حالت میں گمراہ نہ ہوں جب کہ راستہ گم کر لے گا موقع ہوتا ہے

فِينَا إِقَامَتُهُ وَكَانَ نَصِيبَنَا غَابَ الْجَيْبُ كَأَنَّهُ لَا يَرْجِعُ

اس (شیخ کمال) کی اقامت و رہائش ہمارے درمیان تھی اور وہ ہمارے حصہ میں آتے ہوئے تھے۔ اتنے وہ محبوب (اب ہماری

آنکھوں سے) غائب ہو گیا اور (وہیں چھوڑ گیا) کہ اب گویا وہ کبھی واپس ہمارے پاس آئیگا ہی نہیں



وَسَوَادُ أَعْيُنِنَا وَنُورُ قُلُوبِنَا وَسُرُورُ خَفَلَتِنَا يَضُّهُ وَيَجْمَعُ

وہجاری آنکھ کی تیلی اور ہمارے دلوں کے لیے روشنی اور ہجاری مجلس کی خوشی تھا اور ہم سب کو یکجا کرنے والا اور جمع کرنے والا تھا

فَالْحُبُّ فِي اللَّهِ الْمَشْرِفِ عَبْدَهُ وَالْبَغْضُ فِيهِ كَمَالَهُ فَاسْتَمْتِعُوا

اپ کا کمال تھا الحب فی اللہ و البغض فی اللہ پس اے لوگو! ان (اخلاقِ فاضلہ) سے فائدہ اٹھاؤ

يَا رَحْمَةَ اللَّهِ السَّرْكِينَةَ عِنْدَهُ كُنَّا نَجَالِسُهُ وَنِعْمَ الْمَجْمَعُ

اے اللہ کی رحمت! اس کے پاس تو قلب کا سکون و اطمینان تھا ہم اسکے پاس بیٹھا کرتے تھے اور ان کی مجلس بہترین مجلس تھی

فَالْعَيْنُ تَلْتَمِسُ الْمَحِيَّتَ نُورَهُ وَجَمَالَهُ وَتَفِيضُ مِنْهَا الْأَدْمِغُ

پس (آج ہماری) آنکھ اس کے روشن چہرے کے نور و جمال کو ڈھونڈ رہی ہے (مگر جب نہیں پاتی) اس آنکھ سے آنسو بہنے شروع ہو جائیں

كَانَتْ تَزُورُ جَبِينَهُ فَتَجِبُهُ وَتَرَاهُ كَالْبَدْرِ النُّورِ يَلْغُ

(ہماری یہ آنکھ) اس کی روشن پیشانی کی زیارت کرتی اور محبت کرتی تھی اور اسے یوں دیکھتی تھی جیسا کہ چاند دھوپ کا چاند آسمان پر چمک رہا ہے

يَا رَبَّنَا لَا تَحْرِمْنَا بَعْدَهُ بَرَكَاتِهِ فَالْحَيْرُ عِنْدَكَ أَجْمَعُ

اے ہمارے پروردگار! اس شیخِ کمال کی وفات و جدائی کے بعد ہم کو اس کی برکتوں سے محروم نہ رکھ۔ ساری کی ساری بھلائیاں یا اللہ تیرے پاس ہیں

وَلَقَدْ فَقَدْتُ الْخَيْرَ حِينَ فَقَدْتُهُ كَادَ الْفُؤَادُ لِأَجَلِهِ يَتَصَدَّعُ

جب میں نے اس کو گم کر دیا تو بس دُنیا بھر کی ساری بھلائیاں اور خوبیاں گم کر چکا ہوں اور اس وجہ سے قریباً کہ میرا دل پارہ پارہ ہو جائے۔

وَدَنُوتٌ مِنْهُ لِأَسْتَفِيدَ عِنَايَةً مِنْهُ فَأَكْرَمَنِي وَكَانَ يُمْتَعُ

میں اس کے قریب گیا تھا، کہ اس کی توجہات اور مہربانیاں اپنی طرف کھینچ کر فائدہ حاصل کروں تو اس نے میری بہت عزت افزائی کی اور

وہ تھے ہی ایسے کہ لوگوں کو فائدہ پہنچا کرتے تھے

فَالْعَيْشُ مِنْكَ رَقْدٌ رُبْعُهُ أَمْرُ الْغَرِيبِ فَكَيْفَ لَا يَتَفَجَّعُ

زندگی بے مزہ ہے اور مسافر و بے وطن کی ہر بات اس (کی وفات) کے بعد مشکل ہو گئی ہے، تو آپ کہیے، کہ پھر وہ

درد مند و پریشان کیوں نہ ہو



ذُقْنَا وَمَا كُنَّا نَطِيقُ فِرَاقَهُ فِعْلُ الْمَنِيَّةِ لَمَحَةً أَوْ اسْرَعَ

ہم نے اس کی جدائی کا مزہ چکھ لیا اور ہم میں یہ طاقت تو نہ تھی کہ اس کوڑے کیلے (ذرا کوچکھ سکیں۔ فرشتہ موت کا یہ عمل پک بچکنے کی دیر میں یا اس سے بھی جلدی ہو جایا کرتا ہے

وَالْمَوْتُ مَا تَرَكَ الصَّغِيرَ وَلَا الْكَبِيرَ وَلَا يَقُومُ لِقَوْتِهِ مَنْ تَدْفَعُ

موت نہ کسی چھوٹے کو چھوڑتی ہے نہ کسی بڑے کو اور جب اس کا متعزہ وقت آجاتے تو کوئی نہیں کہ اس کو ماننے کے لیے اٹھ کھڑا ہو سکے

وَهَبَ إِلَهُ لَهُ فِرَاسَةَ مُؤْمِنٍ وَفَطَانَةً وَذَكَاوَةً تَتَنَوَّعُ

اللہ تعالیٰ نے اس (شیخِ کامل) کو ایک مومن کی فراست اور قسم قسم کی سمجھ داری اور ذہن کی تیزی عطا فرمائی تھی

وَجَلَالَةً وَمَهَابَةً مَخْلُوطَةً بِمَوَدَّةٍ وَعَزِيمَةٍ لَا تُقَطَّعُ

اور اللہ تعالیٰ نے اس کو شان کی بڑائی اور ایسا رعب جس کے ساتھ محبت ملی ہوئی تھی اور ایسا پختہ ارادہ جو کائنات جاسکتا تھا عطا فرمایا تھا

وَفَخَامَةً بِالْفَهْمِ وَالرَّأْيِ الصَّحِيحِ فَلَمْ يُطِقْ أَحَدٌ عَلَيْهِ يُشْنَعُ

اللہ تعالیٰ نے اس کو فہم اور صحیح رائے و ادراک عطا فرمایا تھا تو کسی کی طاقت میں یہ بات نہیں کہ کسی معاملہ میں اس پر گرفت کر سکے

يَا قُوَّةَ الْأَدْرَاكِ لَمْ يَرْمِثْهَا فَاللَّهُ يُعْطِي مَنْ يَشَاءُ وَيَمْنَعُ

اے اس کی وہ قوت ادراک جس کی مثال کہیں دیکھی نہیں گئی اور واقعہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جس کو جو چاہے دے دیتا ہے اور جس کو نہ دینا چاہے اس سے روک لیتا ہے

عِشْنَا كَمَا يَحْيِي الْمُلُوكَ أَعِزَّةً فِي ظِلِّهِ وَنُظُنُّهُ لَا يَرْفَعُ

جیسے بادشاہ عزت و احترام کے ساتھ رہتے ہیں۔ ہم بھی اس کے سامنے میں ایسے ہی زندگی گزارنے رہے اور ہم سمجھتے تھے کہ یہ سایہ ہم سے اٹھایا نہیں جائے گا (مگر مانے وہ سایہ ہم سے اٹھ گیا)

أَمَلِي وَمَنْفَعَتِي وَعَايَةُ بُفَيْتِي مَا ضَرَّنِي مَا عَاشَ هُوَ مَوْقِعُ

وہ میری امید گاہ! میرے لیے سزا بہ نفع ہی نفع اور میری منزل مقصود اور مطلوب سچی و جہد۔ جب تک وہ زندہ ہے، مجھے

کسی پریشان کن فکر مندی اور رنج و غم نے کوئی تکلیف و ضرر نہیں پہنچایا



مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ يَغْلِبُ أَمْرَهُ بِعِبَادِهِ وَالْخَيْرُ فِيمَا يَصْنَعُ

جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہو کر رہتا ہے۔ اس کے بندوں پر اس کا نافذ شدہ حکم غالب ہو جایا کرتا ہے (اور ہم یقین کرتے ہیں) کہ بھلائی اس میں ہوتی ہے جو کچھ وہ کر رہا ہے۔

إِنَّ الْمَلَأُذُ وَلَا مَلَأُذُ نَوْمُهُ مِنْ بَعْدِهِ هَيْهَاتَ مَا نَتَوَقَّعُ

اب ہمارے لیے پناہ گاہ کہاں ہے؟ یقیناً کوئی بھی ایسی پناہ گاہ نہیں کہ اس (کی وفات) کے بعد ہم جا کر اس کا قصد کریں۔ آگ جس کی ہم امید بانہ رہے ہیں وہ بات اب کبھی بھی ہونے والی نہیں

أَسْفَى عَلِيٍّ مِنْ مَاتَ وَابْتَعَثَ الشَّجِيَّ وَبِمَوْتِهِ الْمَبْعُوثِ غَارَ الْمَنْبِغِ

یہ ایسا درد و غم اس (شیخ کامل) پر ہے جو دنیا سے انتقال کر کے وفات پا چکا ہے اور اس نے ہمارے غم و اندوہ کو ابھارا ہے اور اس کی طرف (اللہ تعالیٰ کی) بھیجی ہوئی موت کی وجہ سے (دین تقویٰ کے) چٹے خشک ہو گئے

يَا صَاحِبَ الْقَبْرِ الْبَارِكِ تَرْبُهُ عَجْبَالُهُ وَلِطِيبِهِ يَتَضَوَّعُ

اے ایسی قبر میں دفن ہونے والے! جس کی مٹی بھی بابرکت ہے۔ تعجب ہے اس پر اور اس کی اس خوشبو پر جو ہلک رہی ہے

صَلَّى عَلَيْكَ اللَّهُ مَا لَا يَنْتَهَى إِحْصَاءُهُ وَمِنْحَتَ مَا لَا يُنْزَعُ

اللہ تعالیٰ تجھ پر ایسی رحمتیں نازل فرمائے جس کا شمار ختم ہی نہ ہو اور تجھے وہ عطیات دیے جائیں کہ پھر وہ چھیننے نہ جائیں

وَجَزَاكَ مَوْفُورًا يَلِيُوْ بِشَانِهِ يَوْمَ الْجَزَاءِ وَأَنْتَ فِيهِ مُشْفَعُ

اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے بدلے والے دن اس کثرت کے ساتھ ثواب عطا فرمائے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے اور وہاں پر تیری سفارشیں اللہ کے ان قبول ہوں

فِي جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ عَزْمَ مَكَانِهَا مَثْوَاكَ يَا رُوحِي تَعِيْشُ وَتُرْفَعُ

اے میری روح! تیرا ٹھکانہ اس جنت الفردوس میں ہو جس کی شان بڑی زبردست ہے، تجھے وہاں زندگی نصیب ہو۔ اور تجھے اونچے مراتب حاصل ہو

وَرِثَ الْخِلَافَةَ بَعْدَهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ بِكُلِّ شَيْءٍ فِي الشَّرِيعَةِ مُوَلِّعُ

اس (شیخ کامل) کی وفات کے بعد اس کی خلافت و جانشینی اس عبدالعزیز کی وراثت میں آئی جو شریعت کے ہر حکم کو شوق سے پورا کرنے والا ہے



وَافِ صَدُوقٍ وَالصَّدَاقَةُ طَبْعُهُ  
بُرِّ ابْتِزَابِ دِينِهِ مُتَوَرِّغٌ

بڑا وفادار۔ بہت سچا اور سچائی تو اس کی طبیعت میں (پیدائشی طور پر) پڑی ہوئی ہے۔ بہت ہی نیک، بہت ہی دیندار اور پرہیزگار ہے۔

أَجْبِلُ بِهِ خُلُقًا وَأَوْضَحُ جَبْهَةً  
صَافٍ وَلَوْ خَادَعْتَهُ لَا يُخْدَعُ

بہت ہی اچھے اخلاق والا اور روشن چمکدار پیشانی والا ہے۔ صاف دل و دماغ والا ہے اور اگر اسے کوئی دھوکا دینا چاہے تو وہ دھوکا میں نہیں آتا۔

شَهِدَ الْعِظَامُ بِفَضْلِهِ وَكَمَالِهِ  
مُتَرَعِّرِعًا ذَا قُوَّةٍ يَتَرَعَّرِعُ

بڑے بڑے باکمال بزرگوں نے اس کے فضل و کمال کی گواہی اس وقت دی ہے جب کہ وہ ابھی اُبھرنے اور بڑھنے لگا تھا۔

يُشِيءُ عَلَى سُنَنِ الْهُدَى وَيُرِيكُمَا  
بِفِعَالِهِ وَأَسَاسِ غَيْبٍ يَقْلَعُ

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خود بھی چلنے والا ہے اور تجھے بھی اپنے عمل سے وہی راستہ دکھا رہا ہے اور گہری کی بنیادوں کو جڑوں سے اکھیر رہا ہے۔

وَإِذَا مَضَى شَطْرُ مِنَ اللَّيْلِ الْبَهِيمِ يَقُومُ فِيهِ لِمَنْ تَيَرَاهُ وَيُوكَعُ

اور جب اندھیری رات کا آدھا حصہ گزر جائے تو اس اللہ تعالیٰ کے حضور میں تمہد کی نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور رکوع و سجد کرتا ہے جو اسے دیکھ رہا ہے۔

وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ أَعْظَمُ قُرْبَةً  
فِعْدَاءُهُ فِيهَا وَمَا هُوَ يَشْبَعُ

قرآن مجید کی تلاوت جو اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے وہ اس کی روحانی غذا ہے اور وہ کبھی بھی اس غذا سے سیر نہیں ہو رہا ہے۔

وَتَوَرَّمَتْ شَفْعًا بِطُولِ قُنُوتِهِ  
قَدَمَاهُ خَوْفًا يَقْشَعِرُ وَيَخْضَعُ

نماز تمہد میں لمبے قیام کے ساتھ عشق و محبت رکھنے کی وجہ سے اس کے دونوں پاؤں سُجھ گئے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے ڈر کے اسے کانپ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے دبتا اور عاجزی کرتا ہے۔

وَيَبِيتُ مُضْطَرِبًا وَيُصْبِحُ خَائِفًا  
وَيَقُولُ يَا مَوْلَايَ لَطْفُكَ أَوْسَعُ

رات بھر بے چینی اور پریشانی میں گزارتا ہے اور ڈرتے ڈرتے صبح ہو جاتی ہے اور وہ دعائیں کرتے ہوئے کہہ رہا ہے، اے میرے مولا! تیرا لطف و کرم بہت وسیع ہے۔



وَإِذَا رَأَيْتَ صَلَاتَهُ وَدُعَاءَهُ  
مُخَّ الْعِبَادَةِ فِيهِ لَا يَتَصَنَعُ

اے مخاطب! جب بھی آپ اس کی نماز اور اس کی دعا کو جو عبادت کا مغز ہے دیکھو گے کہ وہ اس میں کوئی بناوٹ نہیں کر رہا ہے

لَعَلِمْتَ أَنَّ اللَّهَ اتَى عَبْدَهُ  
مِنْ فَضْلِهِ وَلِمَنْ يَشَاءُ يُوسِّعُ

تو تجھے معلوم ہو جائیگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو اپنے فضل و کرم کا بہت سا حصہ رکھا ہے اور وہ جس کو چاہے، فراخی  
نصیب کر دیتا ہے

وَبِمَحْضِ فَضْلِ اللَّهِ يَمْلِكُ نَفْسَهُ  
وَيَذُمُّهَا كَيْلًا تَزِيغُ فَتَطْمَعُ

محض اللہ کے فضل ہی سے وہ اپنے نفس کو قابو میں کیے ہوئے ہے اور خود اپنے نفس کی بُرائی بیان کیا کرتا ہے تاکہ وہ راہِ راست  
سے ہٹے نہیں اور کسی غلط قسم کی لالچ میں نہ پڑے

يَا رَبِّ نَصْرَتَهُ وَزِدْهُ تَقَبُّلاً

اے میرے پروردگار اسکی امداد کیجیے اور اپنے دربار میں اسکی قبولیت کو اور

مَا دَامَتِ الشَّمْسُ الْمُنِيرَةُ تَطْلُعُ

بھی بڑھا دیجیے جب تک کہ روشنی پھیلانے والا سورج طلوع کرتا رہتا ہے

یعنی رہتی دنیا تک



## از حضرت مولانا عبدالمنان دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حَنَّتْ إِلَى رُوحِ الْمُحِبَّةِ مُهَجَّتِي      فَبَكَتْ وَأَسْبَلَتْ الْمَدَامِعَ مُقْلَتِي  
میری بتیاب روح جانِ محبت کے وصال کے لیے پھڑکی اور رو دی تو میری آنکھوں نے سیلابِ اشک بہا دیا

وَعَدَّتْ تَذَكُّرُنَا مَجَالِسَهُ الَّتِي      تَجْرِي الرِّيحُ خِلَالَهَا مِنْ رَوْضَةٍ  
اور ان کی صبح و شام کی مجالس کی یاد تازہ کر دی جہاں نسیمِ مشکبار چمن زاروں سے ہو کر آیا کرتی ہے

بَاتَتْ مُتَحَدِّثُ كَتَعَلَّلَ نَفْسَهَا      عَنْ ذِكْرِهِ لِيَزِيدَ فِي نَشْوَةٍ  
رات کی تنہائی میں لگی اس کا ذکر پھیرنے کے یادِ حبیب میں اپنے بے قرار جی کو بہلانے

وَجَرَّتْ حِكَايَةَ هَجْرِهِ فَتَسَلَّطَتْ      عَبْرَاتُهَا وَطَوَّتْ صَحِيفَةَ عِشْرَةٍ  
فراقِ یار کی داستان چھڑی تو اس کے آنسو بے اختیار جاری ہو گئے عیش و عشرت کی بساطِ لٹی

وَشَكَتْ وَمَا بَرِحَتْ تُطِيلُ صُدُودَهُ      عَنْ مُبْتَلَى يَشْكُو تَطَاوُلَ هَجْرِهِ  
بہر طویل کی شکایت پر بے رنجیِ حبیب کا گلہ کرنے لگی اور لگی اس کو طول دینے

وَرَأَتْ مَعَالِمَهُ الشَّرِيفَةَ فَانْبَرَتْ      تَبْدِي النِّيَاحَةَ تَسْتَلِذُّ بِنَوْحِهِ  
دیارِ حبیب کے آثار و نقوش دیکھ کر از خود رفتہ ہو گئی آہ و بکا سے لذت گیر ہوتی تھی

رَاحَتْ تُفْتَشُ عَنْهُ كُلَّ قَلِيلٍ      وَجَلِيلَةٍ مِنْ شَيْءٍ وَخَلِيقَةٍ  
جی لگانے کی خاطر حبیب کی ہر چھوٹی بڑی ادا کی اسے جستجو ہوتی



وَالشُّوقُ يَبْتَغِي الشَّجِي وَيَزِيدُهُ  
وَمَرَارَةُ الْبَيْنِ الْمَقْدَرِ أَمْرُهُ

وصال صیب کا شوق غم انگیز بھی ہے اور غم افزوں بھی ایسے محبت صادق کیلئے جسے جدائی کی مصیبت نے تھکا دیا

لَا يَسْكُنُ الْمَرْءُ الْمَعْلُوتُ رُوْحَهُ  
بِحَبِيْبِهِ حَتَّى يَفُوْزَ بِمُنِيْبِهِ

عاشق زار کو تائب بر آنے تک سکون میسر نہیں

أَجْدُ الْحَيَاةِ مَرِيْرَةً مُخْتَلَةً  
فَالْمَوْتُ أَحْسَنُ مِنْ فِرَاقِ أَحِبَّتِهِ

یار کی جدائی کے سبب زندگی پر خلل و تلخ ہے۔ دوستوں کی جدائی سے تو موت اچھی

بِحَيَالِهِ سَكَنَ الْفُؤَادُ وَنَاطِرِي  
بِحِمَالِ طَلْعَتِهِ وَكَمَّ مِنْ لَذَّةِ

حبیب و فاشعار کے تصور جانفزا اور اس کے جمال حیات آفریں سے میرے قلب و نظر کو لذت بے پایاں ملی

وَحِكَايَةِ الْهَجْرِ الطَّوِيلِ وَسَرْدُهَا  
مَتَى يَطْوُلُ بِهِ الْبَيَاتُ وَقِصَّتِي

وَكِفَاكَ بِالْإِجْزَارَاتِ طَبِيعَتِي  
شُغِفْتُ هَوَاهُ وَيَا لَهَا مِنْ عِلَّةِ

حکایت ہجر کے دہرنے سے بات بسی ہوگی۔ مختصراً یوں سمجھیے کہ میں اپنی کائنات دل اسکے حوالے کر چکا

لَمْ تَخْشَ فِيهِ مَلَامَةٌ وَمَذَلَّةٌ  
وَالْحُبُّ يَا مَنْ لَا تَحِبُّ جِبَلْتِي

أَنَا مُفْرَمٌ بِدَلَالِهِ لَا أَنْهَى  
عَمَّا أُرِيدُ فَيَا ضِيَاعَ نَصِيْحَةٍ

محبت میں ملامت و رسوائی سے ڈرنا آداب محبت کے خلاف ہے اے نا آشنائے راز محبت، محبت تو میرا فراج

ہے، میری فطرت ہے۔ میں اس حبیب کی ادائوں کا شکار ہو کر اپنے ارادہ سے باز نہیں رہ سکتا۔

وَعَدَّ الْحَبِيْبُ رَجُوعَهُ عَنْ رِحْلَةٍ  
سَخَّتْ لَهُ لِمَنْيَةِ مَقْضِيْمِهِ

لَكِنَّهُ مَا عَادَ مِنْ سَفَرٍ وَلَمْ  
يُمْكِنِ الْإِنْعَادُ مِنْ رِحْلَةٍ

میرے حبیب نے سفر پر جانے سے پہلے وعدہ کیا کہ زیادہ باہر نہ رہنا ہوگا مگر وہ تواب تک واپس نہ آسکے اب

وہ ایسی دنیا میں پہنچ گئے جہاں سے لوٹ کر آنا ناممکن ہے۔



فَارَادَةُ اللَّهِ الْعَزِيزِ قَضَاءَهُ      غَلَبَتْ إِزَادَتَهُ وَمَنْ لِمَشِيئَةٍ؟  
وَإِذَا قَضَى شَيْئًا يَكُونُ وَلَمْ يَكُنْ      لِقَضَائِهِ الْمُقْضَى وَقَفَتْ لِحَاكَةُ

گو ان کا ارادہ واپسی کا تھا مگر ارادہ خداوندی ہر ارادے پر بھاری ہے۔ وہ جب کسی امر کے ہونے کا ارادہ فرمائے  
تو فوراً ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی سستی اور ڈھیل نہیں ہوتی۔

ذَاقَ السَّمَاتِ وَكُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ      مَنْ كَانَ ذَا رُوحٍ بِقَيْدِ مَنِيَّتِهِ  
إِلَّا إِلَهَ الْعَرْشِ يَبْقَى وَجْهَهُ      فَلَهُ الْبَقَاءُ وَمَا سِوَاهُ يَهْلِكُ

وصال کا مزہ انہوں نے چکھا اور ہر چیز فانی ہے۔ بقا صرف خدا کے لیے ہے

عَلِمَ الْهُدَىٰ فَإِنَّا رَكُلٌ مَّكَانَهُ      غَشِيَتْ جَوَانِبَهَا سَحَابٌ ظُلْمَةٌ

وہ ہدایت و روشنی کے ایک مینار تھے انہوں نے ہر ایسی جگہ کو روشن کیا جس کے چار اطراف ظلمت کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں

وَأَفَادَ خُلُقًا فِي الضَّلَالَةِ وَجْهَهُ      خَيْرًا كَثِيرًا لَا يُسَامُ بِقِيمَتِهِ

جو مخلوق کو رو بہ ضلالت تھی اس کو خیر کثیر عطا فرمایا جو کسی قیمت پر حاصل نہیں کیا جاسکتا

وَوَجَدْتُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ كَامِلًا      فِي الْجَمْعِ بَيْنَ شَرِيعَةٍ وَطَرِيقَةٍ

مُتَّصِعًا لَوْلَا عِنَايَةُ رَبِّهِ      لَمْ يَكُنْ حَسَنُ بَصَارَةٍ وَبَصِيرَةٍ

وہ شریعت و طریقت کے بہترین سنگم تھے اور اس طرح مجمع البحرین ہونا افضل خدا کے بغیر ممکن نہیں اور اپنی بصارت

بصیرت کچھ کام نہیں آتی

رُوحِي فِدَاهُ لَقَدْ رَأَيْتُ طَرِيقَهُ      لِهَدَايَةِ الضَّلَالِ أَنْفَعُ صَوْرَةٍ

میری روح ان پر قربان ہو، گم کردہ راہوں کی رہنمائی کے لیے ان کی روش بڑی عمدہ تھی

وَبِحِكْمِكَ يَعِظُ الْبُغَاةَ مِنْبَهَا      أَنْ لَا تَخُونُوا فِي مَوَاقِعِ ذَلَّتْ

تَوَبُّوا إِلَى اللَّهِ الْكَرِيمِ وَسَبِّحُوهُ      جَمْدِهِ نَادِيَتِ قَابِلِ تَوْبَةٍ



يَا أَيُّهَا الْمَلِكُ الْعَظِيمُ عَرِّشُهُ كَرَمًا وَمَغْفِرَةٌ وَعَفْوٌ خَطِيئَةٍ

آپ روحانی مریضوں اور دل کے کوڑھیوں کو بڑی حکمت سے سزائیں فرماتے۔ بُری جلدست جاؤ۔ خداوندِ کریم کی طرف لوٹ آؤ، اس کی حمد میں رطب اللسان ہو کر۔ وہ تمہیں اپنے لے گا۔ اس کی مارگاہ میں جا کر یوں عرض کرو: اے عرشِ عظیم کے مالک! کرم گسٹری فرما اور ہمارے جرائم سے صرف نظر

مَنْ لَمْ يُقِرِّ بِذَنْبِهِ مُسْتَكْبِرًا فَوَرَبِّهِ هِيَ زَلَّةٌ فِي زَلَمَةٍ

جو از رہ غرور اعترافِ گناہ نہ کرے وہ سچ مچ ہلاکت میں پڑ گیا

وَبِنُورِهِ انْقَشَعَتْ غَيَابُهُ وَانْجَلَتْ بِضِيَاءِهِ وَتَنَوَّرَتْ مِنْ لَمَعَتِهِ

آپ کے رُخ تاباں سے ظلمتیں چھٹ گئیں اور آپ کی چمک عالم بقعد نور ہو گیا

سَلِّ الْحَسَامَ لِفِرْقَةٍ تَمْلَعُونَهَا فِي أُمَّتِي وَإِمَامِهَا فِي رِبْوَةٍ

آپ نے اپنی تلوار سونت لی، امت کے ایک فرقہ طعونہ (قادینہ) کے خلاف جس کا امام ربوہ میں رہتا ہے

وَمِنَ الْعَجَائِبِ أَنْ بَعْدَ مُحَمَّدٍ دَعْوَى النُّبُوَّةِ يَا شَاعَةَ جُرَاهُ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت؟ اس جسارت کا براہو

وَمَنْ ادَّعَى بَعْدَ الرَّسُولِ نُبُوَّةً وَرِسَالَةً فَلَهُ بَوَارُ الرِّدَّةِ

دعویٰ نبوت کے لیے ارتداد کی ہلاکت ہے

هِيَ فِرْقَةٌ ضَلَّتْ وَضَلَّ إِمَامُهَا بِسُلُوكِ الْمَعْوَجِ بَاعِثَ حَسْرَةٍ

یہ ایک گمراہ فرقہ ہے، اس کا لیڈر بھی اپنی کج روی و زینغ باطنی سے ضلالت و گمراہی کے گڑھے میں جاگرا

وَلَعْنَتَ يَا أَصْلَ الْفَسَادِ وَأُسَّةُ تَبَّتْ يَدَاكَ يَا غُلَامَ مَلِيكَةٍ

اوفسادی! تجھ پر خدا کی لعنت اور پھنکارے ملکہ و کٹوریہ کے غلام!



رَبِّكَ تَحْتَ ظِلَالِهَا وَتَمَلَّكَتْ بِخَدِيعَةٍ وَتَرَوُدُ أَخْذِرِ شُرُوقِ

اس نے تجھے اپنے سائے میں پالا اور فریب لور دھوکے سے قبضہ جیسا

وَأَرَّتْكَ زَهْرَةَ مَالِهَا وَجَمَالَهَا حَتَّى اغْتَرَّرْتَ وَلَا تَفِي بَعْشِيرَهُ

تجھے دکھائی اس نے اپنے جمال و مال کی چمک اور فرلوانی اور تو فریب میں آگیا

يَا رَبَّنَا خذْهُمْ وَصَبَّ عَلَيْهِمُ هَوْنُ الْعَذَابِ وَالْقَهْمُ فِي شِدَّةِ

اے اللہ! سخت گرفت فرما اور اس پر دوزخ کا عذاب نازل کر اور آفتوں میں جکڑ بند کر

يَا لَذِي يَالذِّي يَالذِّي ذِكْرُ الرَّسُولِ وَذِكْرُ خْتِمِ نُبُوَّةِ

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد، اور ختم نبوت کا ذکر، قربان اس لذت کے

فِي رَائِبُورِ كَانَ مَسْكَنُ وَفِي حُسْنِ الْمَنَاطِرِ قُرَّتِي وَمَسْرَتِي

آپ کی خانقاہ راپور کے ایک خوش منظر چمن میں تھی جہاں میرے دل کا سکون و سرور تھا

أَنْهَارُهَا تَجْرِي وَصَفْوَةٌ مَائِهَا كَانَتْ وَكَانَ وَكُنْتُ أَحْسِبُ جَنَّتِي

گلزار رحیمی کے اندر اور باہر بل کھاتی ہوئی نہریں، انکا صاف ستھاف پانی، اور زانی کب! آہ کیا پر بہا رہتا تھا میں تو قسمی اے جنت تھا

هِيَ بَلَدَةٌ مَعْمُورَةٌ لِكِنِّهَا بِفِرَاقِ عَامِرِهَا تَزِيدُ أَدِيَّتِي

وہ ایک آباد قصبہ ہے مگر اس کی دیرانی مجھے ٹھیس پہنچاتی ہے

تَبْكِي وَحَقُّ لَهَا الْبُكَاءُ لِأَنَّهَا فَقَدَتْ بِرَوْضَتِهَا إِمَامَ أُمَّتِي

وہ رو رہا ہے اس لیے کہ اس کے باغ کی زینت اب ہمیشہ کے لیے اس سے جدا ہو گئی

كُنَّا نَحَالُ حَيَاتَهُ وَوُجُودَهُ حِصْنًا حَصِينًا مِنْ مَفَايِدِ فِتْنَتِهِ

ہم آپ کے وجود کو مفاسد کے سدباب کے لیے مضبوط قلعہ تصور کرتے تھے



فِيهَا مَقَامٌ جَبِيْبٌ وَضَرْيَةٌ عَبْدُ الرَّحِيْمِ بِعِيْشَةٍ مَّرْضِيَّةٍ

فِي الْعِلْمِ وَالْاِخْلَاقِ لَيْسَ كَمِثْلِهِ اَحَدٌ وَّفَاقَ جَمِيْعَهُمْ فِي رُتْبَةٍ

مِنْ صَفْوَةٍ وَنِظَافَةٍ وَطَهَارَةٍ وَسَخَاوَةٍ وَفُتُوَّةٍ وَ مُرُوَّةٍ

وَلَطَافَةٍ وَظَرَفَةٍ وَنَزَاهَةٍ وَرِيَاضَةٍ وَعِبَادَةٍ فِي نُجْبَةٍ

یہیں آپ کے پیرو مرشد حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم قدس سرہ آرام فرمائیں، جو علم و اخلاق میں بے نظیر، سفار قلب و نظافت طبع میں بے مثل، جو دو سخا اور مروت و مردانگی میں ممتاز، لطافت احساس میں طاق، ظرافت و شگفتگی میں یگانہ، ریاضت نفس اور عبادت و مجاہدہ میں انتخاب روزگار تھے۔

قَدْ كَانَ يَلْزَمُ مَرْحَبًا مَّتَمَّنِيَا يَا لَيْتَ فِي الْقَبْرِ الْمُبَارَكِ ضَجَعْتِي

ساری عمر اپنے شیخ کی محبت سے سرشار رہے اور آرزو مند رہتے تھے کہ کاش مرنے کے بعد انھیں کی قبر مبارک میں یکجا آسودہ خاک ہوتے تاکہ سگم کوید بعد ازیں من و گیم تو دگیری

ظَلَّ الْحَبِيْبُ مُفَارِقًا وَمُوَدِّعًا وَيَبِيْتُ فِي عُرْفِ الْجَنَانِ بِفَرْحَةٍ

آپ ہمیں چھوڑ کر اپنے مرشد سے جا ملے اور جنت کے باغوں میں مسرت و ابتهج کے گھوارہ میں آرام سنا ہمیں

أَفَلَا تُرِيدُ اِلَىٰ مُحِبِّكَ مَرْجِعًا عَبْدُ الْعَزِيْزِ لَهُ مَرِيَّةٌ مِيْرَةٌ

کیا آپ اپنے محبت صادق حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب (جانشین حق) جو علم و فضل اور اخلاق و پرہیزگاری میں اپنی نظر آپ میں، کے پاس لوٹنے کا ارادہ نہیں رکھتے؟

أَفَلَا تُشْرَفُ اَهْلَ بَيْتِكَ بَرُهَةً يَبْكُوْنَ حِيْنَ رَاوْكَ سَاكِنًا قُرْبَةً

کیا آپ تھوڑی دیر کے لیے بھی اپنے گھرانے کو شرف ملاقات نہ بخشیں گے؟



أَفَلَا تَشْرَفُهُمْ وَقَدْ رَأَوْهُمْ مَسَاءَهُمْ بَعْدَ اللَّتِيَا وَاللَّتِي

کیا آپ ان کے دلوں سے از خود پیدا کردہ ناگواری دور نہ کریں گے؟

أَفَلَا تُعَزِّمُدَارِسًا بِإِقَامَةٍ فِيهَا وَتَشْرِيفٍ بِوَأَسِيعِ فُرْصَةٍ

کیا آپ مدارس میں قیام فرما کر ان کی عزت کو چار چاند نہیں لگائیں گے؟

أَفَلَا تُعَزِّمُ مَظَاهِرًا وَإِمَامَهَا شَيْخَ الْحَدِيثِ ذَرِيعَتِي وَوَسِيلَتِي

أَفَلَا تُقِيمُ بِهَا وَتُصَلِّحُ حَالَهَا بِدُعَاكَ الصَّبَاغِ أَحْسَنَ صِبْغَةٍ

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور اور اس کے رُوح و رواں میرے مرشد و رہنما، امام الوقت حضرت شیخ الحدیث

صاحب دست بکاہم کی عزت افزائی نہ فرمائیں گے؟ اور وہاں کے طلبہ کے پیدا کردہ خلفشار کی روک تھام اپنی دُعا

مستجاب نہ کریں گے؟

دَارُ الْعُلُومِ تَرَى قُدُومَكَ عِزَّةً وَتَرَى قِيَامَكَ عِزَّةً فِي عِزَّةٍ

دارالعلوم دیوبند آپ کے قدم سمیت لزوم کو شریعہ عزت و افتخار سمجھتا ہے اور آپ کے قیام کو چند در چند عزت خیال کرتا ہے

أَفَلَا تَشْرَفُهَا وَتَرْحَمُ أَهْلَهَا كَالْوَالِدِ الْمَكْرُوبِ عِنْدَ مُصِيبَةٍ

کیا آپ اس کو شرف نہ بخشیں گے اور وہاں کے رہنے والوں پر رحم نہ فرمائیں گے ان سب کی حالت تم جلت قابل رحم تھی

أَفَلَا تَشْرَفُ فَضْلَ أَحْمَدَ حَبْدُ لَكَ سَابِقًا أَدَى رِعَايَةِ صُحْبَةٍ

کیا آپ اپنے دیرینہ ساتھی مولانا فضل احمد صاحب کو عزت نہ بخشیں گے جنہوں نے جن صحبت پورا پورا ادا کیا

عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنِ الْمُبَارَكِ صَاحِبِ بَلَّغِ الْكَمَالِ وَنَالَ رِفْعَةَ نِسْبَةٍ

بِحَمَالِهِ الصِّيَادِ افْتِدَاةَ الْوَرَى عَبْدُ اللَّطِيفِ يَعِيشُ صَاحِبَ رِفْعَةٍ

أَفَلَا تُعَزِّمُهُمَا وَتَسْئَلُ عَنْهُمَا أَحْوَالَ قَلْبِ هَائِهِ مُتَشَتِّتٍ

حضرت حافظ محمد صالح کے نور نظر مولانا عبدالعزیز جو صاحب کمال اور صاحب نہت ہیں اور ان کے چھوٹے بھائی



پیر جی عبداللطیف جو اپنی خوبی اخلاق سے لوگوں کے دلوں کو شکار کرنے والے ہیں، عزت بخش کر انکی حال پر سی نہ کھینٹے؟

أَفَلَا تَشْرَفُ نَدْوَةَ وَمَدِيرَهَا مِنْ فُرْقَةِ الْمُحِبُّوبِ سَاكِبِ دَمْعَةٍ

کیا آپ ندوۃ العلماء اور اس کے مدیر مولانا سید ابوالحسن علی کو نہ نوازیں گے؟ جو فراقِ محبت میں گریہ کنساں ہیں۔

أَفَلَا تَشْرَفُ أَسْعَدًا وَتُعِزُّهُ بِبِقَائِكَ الْكَثَّافِ كُلِّ حَقِيقَةٍ

کیا آپ جاشین شیخ الاسلام مدنی مولانا سید محمد اسعد کو اس زیارت سے نہ نوازیں گے جو کشفِ حقائق کی ضامن ہے

أَفَلَا تَشْرَفُ يَوْسُفًا وَرَفِيقَهُ يَقِفَانِ حَوْلَكَ حَاضِرِينَ بِخِدْمَتِهِ

کیا آپ داعی الی الحق مولانا محمد یوسف اور ان کے رفیق کار مولانا العام احسن کو شرف نہ کریں گے جو دونوں آپ کی خدمت

میں حاضری دیا کرتے تھے اور کتنی ہی راتیں آپ کے پاس گزریں اور آپ ان دنوں کمتعلق خیال فرماتے تھے کہ اللہ کے رستے میں ایک سر کے معانی ہیں

أَفَلَا تُعِزُّ جَمَاعَةً بِضِيَاةٍ تَأْتِيكَ حَامِلَةً لِيَوَاءِ مُحِبِّهِ

کیا آپ محبت کا علم اٹھائے ہوئے آنے والی جماعتوں کو اپنی ضیافت سے نہ نوازیں گے؟

أَفَلَا تُعِزُّ زِيَارَةَ يَشْتَاقُهَا زُؤَارِكُ الْأَتُونِ مُصْلِحِ أُمَّةٍ

کیا آپ اپنے مشتاق زائرین کے شوقِ زیارت کو سیراب نہ فرمائیں گے؟

أَفَلَا تُعِزُّ حَوَاضِرًا وَبَوَادِيًا مِمَّا أَصَابَتْهُمْ صَوَاعِقُ فُرْقَةٍ

کیا آپ شہری اور دیہاتی لوگوں کی ڈھارس نہ بندھائیں گے جن کو تیرے فراق کی چوٹ لگی؟

أَفَلَا تُعِزُّ دِيَارَنَا وَبِلَادَنَا بِوَجُودِكَ السَّامِيِّ سَمَاءِ فَنِيْلَةٍ

کیا آپ ہمارے شہروں کو اپنے وجودِ بابرکت سے شرف نہ فرمائیں گے؟

أَفَلَا تُعِزُّ أَقْلَةً وَآذِلَّةً رِفْقًا بِأَفِيدَةٍ قَسَتْ عَنْ غَنَلَمِ

کیا آپ نفس کے مارے لوگوں کو جو سراپا غافل ہیں چھٹکارا دلا کر معزز نہ فرمائیں گے؟



أَفَلَا تُعْزُّ مَحَافِلًا وَجَالِسًا بِجُلُوسِكَ الْمَكْفُولِ نَفَعَ بَرِيَّةً

کیا ہماری مجلسیں آپ کے انفاں قدسیہ سے محروم نہیں گی؟

أَفَلَا تُشَرِّفُ دُورَنَا وَبَيْوتَنَا بِقُدُومِكَ التَّمُونِ صَاحِبِ خَلْوَةٍ

کیا آپ ہمارے گھروں کو اپنے قدیم سمیت زوم سے رونق بخشیں گے؟

أَفَلَا تُعْزُّ أَخِيَّةً وَآجِبَةً يَا سَاكِنَ الْجَنَّاتِ هَلْ مِنْ عَوْدَةٍ

کیا آپ اپنے دوستوں کو عزت بخشیں گے؟ اے جناتوں کے باسی! کبھی لوٹو گے بھی؟

أَفَلَا تُعْزُّ إِمَامَكَ الْمَخْدُومَ مَسْعُودَ سَعَادَتِهِ لَغَرَّةَ جِبْهَةٍ

کیا آپ اپنے امام صلوة سید مسعود علی آزاد کو سرفراز نہ فرمائیں گے جن کی سعادت بخت پر ان کی روش اور کشادہ پیشانی گواہ ہے

أَفَلَا تُعْزُّ أُنَيْسَكَ الْمَحْبُوبَ كُنْتَ حُبُّهُ لِكَمَالِ صِدْقِ مَوَدَّةٍ

کیا آپ مولانا انیس الرحمن کو عزت بخشیں گے جو آپ کی محبت میں راسخ القدم ہیں

أَفَلَا تُعْزُّ نَفْسَنَا هُوَ سَيِّدٌ مِنْ آلِ أَحْمَدَ فِي جِوَارِ الرَّحْمَةِ

کیا آپ ہمارے نفیس صاحب کو سرفراز نہ فرمائیں گے جو سید آل رسول ہیں جن پر خدا کی رحمتیں پھرا رہتی ہیں؟

أَفَلَا تُشَرِّفُ عِنْدَ مَنَّا خُوَيْدِمَكَ الضَّعِيفَ وَمَالَهُ مِنْ قُوَّةٍ

کیا آپ اپنے ضعیف و ناتواں خادم عبدالمستان کو معزز نہ فرمائیں گے؟

إِنِّي لَفِي مَرَضٍ وَأَنْتَ شِفَاؤُهُ يَا سَيِّدِي أَفَلَا تُفَرِّجُ غَمَّتِي

میں مریض ہوں اور آپ شفا بخشنے والے، اے میرے آقا، کیا میرے غم کا مداوا نہ ہوگا؟

قَدْ كُنْتُ مَرَجُوتًا وَلَمَّا كُ رَاضِيًا عَنْ غَيْبَةٍ وَقَصَدَتْ نَحْوَ مَغِيبَةٍ

آپ میری امیدوں کی آماجگاہ تھے۔ میں آپ کی غیبت پر راضی نہ تھا اور آپ نے پردے میں نہ چھپایا۔



مِنْ أَيْنَ أَطْلُبُ دَوْلَةً مَحْمُودَةً مِنْ حُبِّهِ وَالْحُبُّ أَعْظَمُ دَوْلَةٍ

محبت کی دولت کہاں سے لاول۔ درحقیقت محبت بڑی دولت ہے۔ اللہ نے بڑے

مِنْ أَيْنَ أَطْلُبُ شُعْلَةً أَرْمِي بِهَا نَفْسِي وَسَوْرَتَهَا وَأَقْطَعُ حَيْلَتِي

اب میں وہ آگ کا شعلہ کہاں تلاش کروں جو نفس سرکش کی جراثیم کو محسوس کرنے اور مٹا دینے کے لئے

فَقَدْ الرِّبَاطُ فَقِيدَةٌ فَبَكَى وَأَبَكَى أُمَّهُ فِي جَوْفِهِ مِنْ عِبْرَةٍ

خانقاہ راپور اپنے شیخ کو کھو کر خود سو گوار ہے اور دوسروں کے لیے سزا ہے عبرت

وَبِفَقْدِهِ فَقَدَ الْمَعَارِفَ نَادِيًا مُتَصَرِّخًا يَا خَيْبَتِي يَا خَيْبَتِي

خانقاہ علوم و معارف سے محروم ہو گئی اور زبان حال سے پکار رہی ہے کہ ہائے میری محرومی، دئے میری محرومی

أَفَلَا تَرَوْنَ بِهِمْ إِقَامَةً قَانِتٍ فِي حَجْرَةٍ نَفْسِي الْفِدَاءِ لِحَجْرَةٍ

گلزار رحیمی راپور کے ایک گوشے میں کیا تم نے "جل قانت" کی خلوت گزینی نہیں دیکھی

فِيهَا يَذِ كُرِ اللَّهُ أَنْوَارُ بَدَتْ لِحُلُوسِهِ وَمَبِيتِهِ فِي لَيْلَةٍ

عجیب کرہ تھا وہ جس میں حضرت آدم کے دن ولادت سکونت پذیر ہونے سے ہمہ دم انوار کی بارشیں ہوتی تھی۔

أَفَلَا تَرَوْنَ دُخُولَهُ وَخُرُوجَهُ مِنْهَا وَجِلْسَتَهُ بِأَخْصَرِ مُدَمٍّ

ان کا اس کرہ سے آنا جانا بھی یاد ہے اور تھوڑی تھوڑی دیر کیلئے باہر بیٹھتا بھی۔

وَلَقَدْ ذَكَرْتُ بِهِ كَرِيمًا مُعْطِيًا فِي الْجُودِ وَالْكَرَمِ الْمَزِيدِ كَدِيمًا

آہ ان کی سخاوت اور جود و کرم مجھے یاد آگیا جو بارش کی طرح بہتا تھا

وَلَقَدْ ذَكَرْتُ بِهِ النَّدَى مُتَلَاذِمًا بِيَدَيْهِ يَنْبِيئُ عَنِ خَبَابَةِ فِطْرَةٍ

یہ شرافت و نجابت اور اعلیٰ انسانیت کا عجیب مظاہر تھا



وَلَقَدْ ذَكَرْتُ بِهِ الْكَلَامَ وَلِيْنَهُ أَفْهَلُ يُؤْتِرُ فِي الْقُلُوبِ كَلِيْنَهُ

مجھے یاد آئی آپ کی نرمی گفتار جو دلوں میں اتر جاتی تھی

وَلَقَدْ ذَكَرْتُ بِهِ السَّلَامَ وَرَدَّهُ مِنْ فَيْسِ مَبْتَسِمًا جَمِيْنًا

وہ آپ کا سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا خندہ پیشانی کے ساتھ یاد ہے

وَلَقَدْ ذَكَرْتُ بِهِ الْمُرَاقِبَ رَبَّهُ فِيْ خَلْوَةٍ وَسُرُورَةٍ فِيْ جَلْوَةٍ

وہ آپ کا صبح و شام تشنگانِ رشد و ہدایت کو جام پہ جام دینا جس سے تشنگی بھی کم ہو اور دل محفوظ و لذت یاب

وَلَقَدْ ذَكَرْتُ بِهِ الْمُدَامَ وَشُرْبَهَا يُرْوِي الْغَلِيْلَ فَمَا لَهُ مِنْ عُلَّةٍ

آپ کی یونے میرے اندرون کو جب لایا اور پیاجیات توڑ ڈالا

وَلَقَدْ ذَكَرْتُ بِهِ كَاتِي فِيْ جَوِيْ يَشْوِي الْحَشَا وَيُرِضُ كَأْسَ مَعِيْشَتِيْ

یہ سب کچھ اس عظیم حادثے کے سبب رونما ہوا جو آپ کی وفات سے پیش آیا۔ ایسا حادثہ دیکھنے میں نہیں آیا

لِرَزِيَّةٍ حَدَثَتْ وَحَادِثَةٌ بَدَتْ بِوَفَاتِهِ مَا فَوْتَ كُلِّ بَلِيْدٍ

خلوۃ میں حق تعالیٰ سے راز و نیاز اور حبسوۃ کی بشارت یاد ہے

فَالصَّبْرُ أَجْمَلُ وَالْعَزَائِمُ مُطَابِقًا لِطَرِيْقَةِ مَرُوْتِيَّةٍ عَنْ سُنَنِ

عَضُّوا عَلٰی سُنَنِ الرَّسُوْلِ بِنَاجِدٍ كَيْلَا يُضِلَّ عَدُوًّا كَفَرًا وَبِهِتًا

وَالصَّبْرُ عَيْنُ رِضَى الْحَبِيْبِ وَأَجْرُهُ جَنَاتُ عَدْنٍ يَا مَوَاضِعَ غِبْطَةٍ

صبر و کیب ہی ایسے موقع پر سنت خیر الامم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس دور بقند آشوب میں سنت سے چٹنا رہنا

ہی عبادت کا اعلیٰ درجہ ہے



# اے تاجدارِ اولیاء

شیخ العالم قطب الرشاد حضرت اقدس مولانا عبدالقادر راسپوری نور اللہ مرقدہ  
جناب سید مسعود علی آزاد فتحپوری

اے معدنِ صدق و صفا، اے مصدرِ مہر و وفا  
اے صدرِ بزمِ اصیفا، اے تاجدارِ اولیاء  
اے آفتابِ بگل، اے ماہتابِ اہلِ دل  
سر اربزمِ عاشقی، سرستِ سخنِ سرمدی  
در دیدہ و دل تیرگی، در ہر نفسِ واماندگی  
عالم ہمہ رنجور شد، از ہجر تو مہرور شد  
پرسند یاران کہن، از سینہ چاکان چمن  
دلہا پریشاں کردہ، عنہا فرساواں کردہ  
بر فقر و استغنائے تو، عالم ہمہ شیدائے تو  
جسعت کہ میر کارواں، بے گانہ سودوزیاں  
شد آنچه شد اے جانِ جاں، اما چہ خواہی بعد از  
رسوا مکن در محشرم، آزاد کن از ہر مردم  
آزاد کے یاد اماں، وارو گنہ بکیراں

اے منبعِ جود و سخا، اے مخزنِ عفو و عطا  
اے نورِ چشمِ مصطفیٰ، اے منظرِ ذاتِ خدا  
خوشید ہمہ پیشیتِ خجل، یا بی حپہ نورِ حقِ نما  
سرشارِ علم و آگہی، سرخیلِ یارانِ وفا  
در ہر چمنِ ہنردگی، بے آلِ بہارستانِ ما  
اکنوں چگونہ دور شد اے راہی ملکِ بقا  
بر ہم زدایں ہم انجمن، اما چہ شد ایں ماجرا؟  
بے غم گساراں کردہ، اے راحتِ جانانِ ما  
بر استقامتِ پائے تو، اے خاصِ خاصانِ خدا  
اے کامیابِ کامراں، اے جانِ تسلیمِ رضا  
تا کے بایں آہ و فغاں، داریم حشرانِ مبتلا  
ہر چند بد از بدترم، لیکن شمارند از شما  
از حقِ خواہ اے کامراں، عفو گنہ ایں گدا

سال وصالِ راجا جویندار باب و وفا

قولِ جمیلِ اقیانہ، شمعِ دلِ اہلِ صفا

۲ ۸ ۳



# نوحہ شریاق

حضرت آزاد فتحپوریؒ

لے پیکر ناز و کج کلا ہے  
 لے جانِ حسرتیم کعبہ دل  
 عالم ہمہ تیرہ در نگاہ ہے  
 شد باغ و بہار بے تو ویراں  
 حالات زبوں بچشم خود بین!  
 حالِ دل زار من چہ پرسی؟  
 ایامِ فراق چہند در چند  
 ہستیم غلامِ بارگاہت  
 حالِ من خستہ را میانداز  
 اقلیمِ ولایت تو آباد  
 رویت کہن شہ ماہ انجم  
 پرسی نہ اگر بروزِ محشر

داریم اُمید یک نگاہ ہے  
 اے نورِ ضیائے قبلہ گاہ ہے  
 بے نور شدند مہر و ماہ ہے  
 دیدم گل و گلستان تباہ ہے  
 اے دوست بیجا نالفتہ ہے  
 حالِ دل زار من تباہ ہے  
 وصلت نہ نصیب گاہ ہے  
 شاہِ بنواز یک نگاہ ہے  
 حاضر شدہ ام بہار گاہ ہے  
 اورنگِ تو شد جہاں نپاہ ہے  
 نقشِ قدمت چراغِ راہ ہے  
 دیگر کہ شناختِ رُویا ہے

آزاد کجا پناہ گیرد  
 تا چند شوی بخواب گاہ ہے

(مطبوعہ، الفرقان کھنؤ ط ۵۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ)



# لِکَلِّ حَيٍّ ذَوَاقُ الْمَوْتِ

۸۲ ————— ۱۳

## نظم بر وفات حسرت آیات

سیدانو لفظ قطب الارشاد سیدی مُرشدی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب

آہ قرار من ربود، عشوہ گرے پری سُخے	جانِ جهان و جانِ دل سیم برے شکرے
ہر کہ او دید دیدے، کشتہ از تلمسے	بود عجیب عالمے، تیر نہ تیغ و خنجرے
مہر و وفا بہ طینتیش، جو دو سنا طبیعتش	داد و عطا جہلتش، اوز نمود بر ترے
منظر شان ذوالجلال، مہبط نور ذوالجمال	آیت رب ذوالکمال، فقر صفات ترے
بہر غریب محرمے، بر دل ریش مرہمے	عفو کند ز مجرمے، دستِ کرم بہر سرے
صاحبِ طبع مستقیم، لطف بہر کسے عمیم	کرد کرم بہا کریم، مارا او کرد رہبرے
پیکرِ حُسن و نور بُود، مُرشدِ را پور بود	موسیٰ بہ نخل طور بود، واہ عجیب دلبرے
از عمل و ہنرمیرس، بود کجا خبر میرس	پرس مگر... مگر میرس حسیتِ جنیں او گوہرے
مُتبعِ شریعتے، عارفِ ہر حقیقتے	مُرشدِ ہر طریقتے، عقدہ کشا سنخورے
عاشقِ خاتمِ رُسل، پیروِ ہادیِ سُبُل	آنکہ مدار جزو و کل، سرور بہر پیہرے
او بہ صحابہ نسبتے داشت ز عشق و اُفیتے	بود ہمہ جماعتے ز مہر سپہر انورے
زختِ سفرِ حوٰجِ بستی او کرد عملِ برفت او	یک جمعے گذشتت او نقد نہ سیم نے زرے



شیون و شور الامان، تا بہ زمین و آسماں  
خواہ غنی سخی شود یا کہ ولی نبی شود  
کرد زبا چو رحلتے گفت بہ دہر ہاتھے  
مالہ ز روزن و سماں، گر یہ بکوچہ و درے  
عمر او منتہی شود این چنین حکم داورے  
سید عبد قادرے رفت کنار کوثرے

۶۱۹

۶۲

حالت روح زارین دید کہ دلفگارین  
بزم تو در ضروش بود ہر نفسے خموش بود  
بے تونہ شد قرارین اے کہ بدل تو جانبرے  
دست کسے بدوشس بود، آہ چہ بود محشرے  
آہ انیس خستہ دل بہت میان آب و گل  
بادل ریش مضمحل، کس نہ کند باوسرے

از : مولانا اسیس الرحمن لدھیانوی خلیفہ مجاز حضرت رائے پوری  
بانی مدرسہ تجوید القرآن خالصہ کلج فیصل آباد



( مولانا جمیل احمد صاحب نائب مفتی دارالعلوم دیوبند )

شیخ عبد القادر آل غوث زماں  
ہاتفِ غیب از پئے سالِ وفات  
عبد قادر چو رفت ازین عالم  
گفت احقر جمیل تاریخش

حسرا چوں از نگاہ ما نہفت  
شیخ عبد القادر دویم بگفت  
نظم روحانیت شدہ برہم  
رفت اے آہ مرشد عالم

( منقول از مکتوب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب امت برہم )

دیگر بزبان اردو

( از : مولانا محمد جمیل الرحمن صاحب نائب مفتی دارالعلوم دیوبند )

کہاں جائیں کریں ہم ذکر کس سے اس مصیبت کا  
اٹھے افسوس اس عالم سے عبد القادر ثانی  
وہ جن کے فیض سے مردہ دلوں نے زندگی پائی  
وہ جو ممتاز تھے دنیا کے اندر استقامت میں  
خدا کا جن کے اوپر خاص اک انعام رہتا تھا  
جو تھے مسند نشین خاص دربارِ رحیمی کے  
بزرگوں کی وراثت تھے، اکابر کی نشانی تھے  
روانہ جانبِ عقیبی ہوئے وہ مرشدِ عالم

کہ سایہ اٹھ چکا ہے سر سے اک شیخِ طریقت کا  
امامِ اولیائے عصر یعنی شیخ ربانی  
رہے ہیں جو ہمیشہ منظرِ شانِ سبحانی  
کراست میں، ہدایت میں، ریاضت میں، ولایت میں  
علومِ معرفت کا قلب پر الہام رہتا تھا  
جہاں جلوے نظر آتے تھے فیضانِ کریمی کے  
جو ذاتِ حق سے باقی تھے جو ذاتِ حق میں فانی تھے  
ہوئی روحانیت افسوس جس سے درہم برہم

لکھی میں نے یہ تاریخِ وفاتِ قطبِ ربانی

گئے دارالبقار کو اب وہ عبد الفتاوی ثانی

۲ ۸ ۳ ۱ ۵



آج دنیا سے نازِ مشیخت گیا  
 جس سے حامل تھی دل کو سیکینت گیا  
 راہِ احسان پر جو چلاتا رہا  
 آہ وہ خضر راہِ طریقت گیا  
 دین کے جس سے پائے جہاں نے نشان  
 مشعل راہِ دین و شریعت گیا  
 جس نے ایثار میں زندگی کی لبس  
 پیکرِ صبر و ہمت و عزمیت گیا  
 عمرِ مجہر جس نے کی پیروی رسولؐ  
 رہو راہِ قرآن و سنت گیا  
 ذکر کی مجلسیں جس سے آباد تھیں  
 مجلسِ ذکر و تقویٰ کی زینت گیا  
 جس کی صحبت میں ملتا تھا دل کو جلا  
 پاک دلِ بخش زبانِ نیک طینت گیا  
 جس کی خدمت میں جا کر کے پایا سکون  
 ساوہ دل، نیک خو، خوش طبیعت گیا  
 فیض پاتے تھے جس ذات سے خاص عالم  
 جس سے شاداب تھا باغِ عبد الرحیم  
 عبد قادر، جہاں دیدہ و ہوش مند  
 جس کو شیخ المشائخ کہو تو بجا  
 اس کے جانے سے اُڑا دلوں کا چمن  
 ڈھونڈتی بنے اسی کو نہاری نگاہ  
 اللہ اللہ ہمیں اب سکھائے گا کون  
 ساخہ بنے یہ سب کے لیے دل گداز  
 تم نہ چھوڑو کسی حال ذکرِ حنا  
 وہ یہی کر کے سب کو وصیت گیا

دل گرفتہ ہو لیکن کرو صبر تم  
 تھی اسی میں حنا کی مشیت گیا



## عادہ ہائے قطبِ ملت شاہِ راپوریؒ

”از قطعہ درگوش محمد حسن بدر عنفی عنہ“	۸۲	”عارف رہنما شاہِ رائے پوریؒ“	۱۳
”قطبِ ملت دوران مولانا عبد القادرؒ“	۸۲	”قدسی جناب مرشد مولانا راپوریؒ“	۱۳
”وہلِ حق شاہِ عبد القادر راپوریؒ“	۸۲	”آہِ قطبِ اقطاب مرشد مولانا راپوریؒ“	۱۳
”آہِ قطبِ ملت قطبِ الاقطاب لانا عبد القادرؒ“	۸۲	”آہِ مولانا شاہِ عبد القادر صاحب راپوریؒ“	۱۳
”مولانا مرتبہ عالی یافتہ“	۸۲	”شاہِ راپوریؒ قطبِ ملت بوند“	۱۳

رفت ز دُنیا عبد القادرؒ  
سالِ وصالتش بدرِ گنفتہ  
وہلِ حق شد مرشدنا  
در تو صیفش ”شیخ الامت“

سالِ وصالتش بدرِ ہجرت  
گفتہ ہاتف سالِ وصال  
”عشرتِ عبد القادرؒ گو“

(ماہنامہ الفرقان، مکتبہ ص ۶۸، رمضان شوال ذیقعدہ ۱۳۸۲ھ)



## رحلتِ شیخ العصر رحمۃ اللہ علیہ

خضر طریق و قائدِ اسرار چل بسا  
 اہل نظر کا قافلہ سالار چل بسا  
 قطبِ زمان و شیخِ عرب، سیدِ عجم  
 وہ عصرِ نو میں عظمتِ اختیار، چل بسا  
 عبد الرحیم و عارفِ گنگوہ کا چراغ  
 نورِ نگاہِ دیدہ ابرار، چل بسا  
 وہ جس سے دور تھی عمل میں حیاتِ نو  
 وہ زندگی کا جذبہ بیدار، چل بسا  
 وہ منبعِ بُدئی، وہ چراغِ رہِ سلوک  
 افسوس روشنی وہ مینار، چل بسا  
 نازاں تھا جس پہ زہد تو تقویٰ نثار تھا  
 وہ آفتابِ رشد و سحر بار، چل بسا  
 اس دور میں نظیر نہ تھی جس کی لے نظر  
 وہ شیخِ عصر و صاحبِ اسرار چل بسا

(مطبوعہ: ہفت روزہ خدام الدین لاہور شمارہ ۳۱، اگست ۱۹۶۲ء)



عبدِ قادر جو شیخ عالم تھے  
ذات ان کی تھی مجمع البحرین  
بجر امداد سے ہوئے سیراب  
ہادی سالکان راہ ہدایے  
یادگار رشید احمد تھے  
فخر عبد الرحیم مردِ فہیم  
نکر تاریخ جب ہوئی لاحق  
داغِ فرقت وہ دے گئے ہیہات  
گنجِ حکمت، خزینہ برکات  
پیکرِ خلق، حاجی بدعات  
مشعلِ راہ طالبانِ نجات  
وارثِ علمِ تقاسم الخیرات  
قطبِ ارشاد، شیخ والا صفات  
ہاتفِ عیب نے کسی یہ بات

قلبِ مغموم سے لکھو عارف  
"خضر راہ سلوک" سالِ وفات

مطبوعہ: ہفت روزہ خدام الدین لاہور  
شمارہ ۲۱ ستمبر ۱۹۶۲ء

۱ ۹ ۲ ۲  
۶۱ ۹ ۶ ۲

ہادی راہ ہدی حضرت عبد القادر  
عشقِ مولا میں فنا حضرت عبد القادر  
تابعِ فخرِ رسل، پیکرِ تسلیم و رضا  
آج کے دور کے تھے ثانی عبد القادر  
قطبِ تکوین بھی تھے صاحبِ ارشاد بھی تھے  
علم و حکمت کا تو اک مہرِ جہانتاب تھے وہ  
جانِ ارباب و فنا حضرت عبد القادر  
منظرِ لطفِ خدا حضرت عبد القادر  
جامعِ صدق و صفا حضرت عبد القادر  
آہ وہ مردِ خدا حضرت عبد القادر  
معدنِ لطف و عطا حضرت عبد القادر  
منبعِ رشد و ہدی حضرت عبد القادر

مصلح قوم وہ یکتائے زماں تھے عارف

مخزنِ جود و سخا حضرت عبد القادر

(مطبوعہ: ہفت روزہ خدام الدین لاہور شمارہ ۵ اکتوبر ۱۹۶۲ء)



## تاریخ وصال

وفات شیخ العالم قطب الارشاد حضرت مولانا عبد القادر رائے پوری قدس سرہ لغزیز

عبد قادر بھی ہو گئے رخصت  
شیخ عالم وہ مردِ حق آگاہ  
اہلِ حق کے لیے وجود ان کا  
ایک عرصہ رہا چراغِ راہ  
کس سے حل ہونگی مشکلاتِ طریق  
کس سے جا کر کہیں گے حالِ تباہ  
علم و حکمت کا ایک بدرِ منیر  
دیکھتے دیکھتے چھپا ناگاہ  
اب تو کوئی نظر نہیں آتا  
ایسا مقبول بارگاہِ الہ  
اور احمد علیؒ وصال ان کا  
اہلِ حق کو ہے صدمہ جانگاہ  
سالِ رحلت ہو کس طرح موزوں  
کام کرتے نہیں ہیں فکر و نگاہ

اٹھ کے اک بزمِ غم سے یوں بولا

گل ہوا ہے چراغِ اہلِ اٹ

۳ ۸ ۳  
۱ ۳ ۸ ۳  
۱ ۳ ۸ ۳

(مطبوعہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور شمارہ ۲۴، اگست ۱۹۶۲ء)

عبد قادر مجتہد ملت

شیخ اسلام سایہ رحمت

ان سے روشن تھا یادِ حق کا چراغ

”ہائے اب یہ بھی ہو گئے رخصت“

۲ ۸ ۳ ۱



## قندیل بھج گئی

صد حیف، آج دین کی قندیل بھج گئی  
 اے آنکھ رو، کہ ختم ہوئی شانِ بندگی  
 اک وار اور مرگِ جفا کار کر گئی  
 رنج و الم سے چشمِ وفادار بھر گئی  
 قائم تھی جس سے دہریں رسمِ ورہِ وفا  
 افسوس بزمِ زہد سے وہ شیخ اٹھ گیا  
 حق سے جو جڑتی تھی ہمیں ڈور کٹ گئی  
 لوگو، بساطِ رحمت و برکت اُلٹ گئی  
 اے جانشینِ قاسم و آمداد الوداع  
 اب تو کرے گا خلد کو آباد الوداع



## نقش فریادی

رہبر روحانیت حضرت مولانا الحاج شاہ عبدالقادر صاحب اپورٹی کے وصال سے  
متاثر ہو کر چند آنسو چند آہیں

ہم پہ کیا گزری نصیب دشمنان تیرے بغیر  
کھینچ لایا تھا جسے تو حد منزل کے قریب  
کس قدر دشوار ہیں دیر و حرم کے مرحلے  
تو نے سلجھائیں بہت کچھ زندگی کی گتھیاں  
تیرے فیض خاص سے تھا خانقاہوں کو فرغ  
کس کے نام آئیں گے گلشن میں بہاروں کے پیام  
تجھ سے وابستہ تھا دینی درسگاہوں کا نظام  
گفتنی ہے ماجرائے غم مگر کس سے کہیں

نقش فریادی ہے یہ بزم جہاں تیرے بغیر  
گم نہ ہو جائے کہیں وہ کارواں تیرے بغیر  
کون سمجھائے گا۔ یہ راز نہاں تیرے بغیر  
پھر بھی ہے اندیشہ سود و زیاں تیرے بغیر  
اب وہ "ہاؤ ہو" کا ہنگامہ کہاں تیرے بغیر  
کون سمجھے گا، مزاج باغباں تیرے بغیر  
ناکمل ہے وفا کی داستاں تیرے بغیر  
کون سمجھے گا اشاروں کی زباں تیرے بغیر

عالم فانی میں غازی کون دے اسکا جواب  
ہائے کیا ہوگا، امیر کارواں تیرے بغیر



خدا کی رحمتیں نازل ہوں اے خلد آسٹیاں تجھ پر  
 کہ تیرا قلب تھا اک مخزنِ انوارِ ایمانی  
 تیری رحلت پہ ہے شورِ فغاں اکنافِ عالم میں  
 تیری فرقت سے ہیں پیرو جواں وقفِ پریشانی  
 جہاں میں جب کہ تُو قطب الزماں شیخ المشائخ تھا  
 نہ جنت میں کریں کیوں حورو و عنایاں تیری مہمانی  
 گزار ہی زندگی صبح و مساحق کی عبادت میں  
 دیاشام و سحر دنیا کو درسِ دین ربّانی  
 تیری روحانیت کا کیوں نہ چرچا ہو زمانے میں  
 کہ تیری ذات تھی وُنیامیں گنجِ فیضِ روحانی  
 فدائے مصطفیٰ تھا اور شیدائے خدا تھا تو  
 تیری رگ رگ میں تھا عشقِ نبی و عشقِ رحمانی  
 ترے حق میں دُعا ہے صدقِ دل سے اب التورکی  
 تیری تربت ہو روشن تا ابد اے شیخِ لاثانی



استغنا کا عالم ، واللہ  
 اُفرے دبی چنگاری دل کی  
 آہ ترا اندازِ محبت  
 یاد رہیں گے تیرے جلوے  
 آہ کہ تجھ سے گرم تھی محفل  
 اُجڑا اُجڑا ، ویراں ویراں  
 ساحلِ حُبنا پر کیا گزری  
 تم ہی کہو کچھ عنہم کی کہانی  
 آہ خفیس زار کی حالت  
 اللہ اللہ دیکھ لیا ہے !  
 سینہ بریاں ، دیدہ گریاں  
 ذکر کی دُنیا سُونی سُونی  
 دُنیا دُنیا ، عُقبے عُقبے  
 دل کہ شہیدِ ناز ہے تیرا  
 آہ کہ تجھ بن چین نہیں ہے  
 انشا اللہ ، انشا اللہ  
 وہ جو عزیزِ جاں ہے تمہارا  
 آہ کہ زادِ حشر نہیں ہے

خاک برابر لاکھوں دھم  
 آگ لگا دی پورب کچھم  
 عشق میں شعلہ ، حُسن میں شبنم  
 روشن روشن ، مدھم مدھم  
 آہ کہ اب ہے درہم برہم  
 ہائے وہ راپتور کا عالم  
 آہ وہ طوفاں برہم برہم  
 اے لبِ راوی ، اے لبِ جہلم  
 بیکل بیکل ، بیدم بیدم  
 حشر سے پہلے حشر کا عالم  
 آہ کہ اب کس حال میں ہیں ہم  
 فکر کا عالم درہم برہم  
 عالمِ عالم تیرا ماتم  
 زندہ ہے اب بھی لیکن کم کم  
 یاد ہے تیری پیہم پیہم  
 آج سے ہے یہ وعدہ محکم  
 زہ ہے ہمارا اس کے ہیں ہم  
 آہ ندامت سے ہے سرخم



## سید نفیس الحسینی غفرلہ

اے غمِ جانان، اے غمِ جام  
 اللہ اللہ، اُن کا عالم  
 حضرت عبدالصمد ثانی  
 قطبِ زمانہ، غوثِ یگانہ  
 فانی فی اللہ، باقی باللہ  
 جامعِ سنت، قابعِ بدعت  
 عسکریِ اصحابِ مقدس  
 نورِ شریعت، فیضِ طریقت  
 ایسا عارف، ایسا مرشد  
 تجھ سانہ دیکھا، تجھ سانہ پایا  
 لاکھوں دلبر، لیکن پھر بھی  
 حُسنِ تکلم، زنگِ تبسم  
 گاہ اشارہ، گاہ کنایہ  
 سوزِ مروت، لخطہ لخطہ  
 اپنے پرلے، کیاں کیاں  
 دل ہے پر خوں، آنکھیں پر نم  
 عشقِ سراپا، حُسنِ مجسم  
 قبلہ نما و قبلہ عالم  
 رشکِ جنید و شبلی و ادہم  
 ختم ہے اُن پر اُن کا عالم  
 نائبِ حضرت فخرِ دو عالم  
 شکرِ پیغمبرِ حاتم  
 جاری ساری باہم ہم  
 ڈھونڈ نہ پائے عالم عالم  
 اتر، دکھن، پورب، کچھم  
 تیرا عالم، تیرا عالم  
 غم کا مداوا، زخم کا مرہم  
 مجملِ مجمل، مہمِ مہم  
 دردِ محبت، پیسہ پیسہ  
 سب کا مونس، سب کا ہدم



استغنا کا عالم ، واللہ  
 اُفرے دبی چنگاری دل کی  
 آہ ترا اندازِ محبت  
 یاد رہیں گے تیرے جلوے  
 آہ کہ تجھ سے گرم تھی محفل  
 اُجڑا اُجڑا ، ویراں ویراں  
 ساحلِ جہنما پر کیا گزری  
 تم ہی کہو کچھ عنہم کی کہانی  
 آہ خفیس زار کی حالت  
 اللہ اللہ دیکھ لیا ہے !  
 سینہ بریاں ، دیدہ گریاں  
 ذکر کی دُنیا سُونی سُونی  
 دُنیا دُنیا ، عُقبے عُقبے  
 دل کہ شہید ناز ہے تیرا  
 آہ کہ تجھ بن چلین نہیں ہے  
 انشا اللہ ، انشا اللہ  
 وہ جو عزیز جاں ہے تمہارا  
 آہ کہ زادِ حشر نہیں ہے

خاک برابر لاکھوں دھم  
 آگ لگا دی پورب کچھم  
 عشق میں شعلہ ، حُسن میں شبنم  
 روشن روشن ، مدھم مدھم  
 آہ کہ اب ہے درہم برہم  
 ہائے وہ راپور کا عالم  
 آہ وہ طوفاں برہم برہم  
 اے لبِ راوی ، اے لبِ جہلم  
 بیکل بیکل ، بیدم بیدم  
 حشر سے پہلے حشر کا عالم  
 آہ کہ اب کس حال میں ہیں ہم  
 نکر کا عالم درہم برہم  
 عالم عالم تیرا ماتم  
 زندہ ہے اب بھی لیکن کم کم  
 یاد ہے تیسری پہیم پہیم  
 آج سے ہے یہ وعدہ محکم  
 زہ ہے ہمارا اس کے نہیں ہم  
 آہ ندامت سے ہے سرخم



اے برے مُشفق، اے برے مُحسن! تم ہو جو میرے پھر مجھے کیا غم

ہاتھ میں تیرے ہاتھ دیا ہے لاج بھی تیرے ہاتھ ہے ہدم  
حشر میں ہم کو بھول نہ جانا یاد کے لائق گرچہ نہیں ہم

حشر تلک تڑبت پر تیری

نور کی بارش برسے حکیم حکیم



## تصوّر

یہ کس کا پر تو نورِ جبیں ہے! یہ کس کی موجِ زلفِ عنبریں ہے  
تصوّر میں کوئی پہلو نشیں ہے وہ فرخندہ جبیں مسند نشیں ہے  
یہ خاکِ راپور، اللہ اکبر مجھے ہے ذرّہ ذرّہ طور اس کا  
بڑا فیاض ہے وہ شاہِ خوباں مزاجِ حُسنِ جاناں ہم کو معلوم  
نگاہِ عشق کا پندار ٹوٹا تصوّر ہی میں گم ہو کر نہ رہ جا  
مجھے داغِ جُدائی دینے والے خُدا تجھ کو سدا خوش حال رکھے!  
شبِ عزمِ دل کی کشتی ہے بھنور میں نگاہِ شوق سے اب کس کو دیکھوں  
فضا میں حُسن ہے، ہر شے حسیں ہے مشامِ جاں میں بوئے یاسمیں ہے  
نظر سے دُور ہے دل کے قرین ہے دلوں کی سلطنت زیرِ نگین ہے  
مری دُنیا یہیں، عقبیٰ یہیں ہے یہ میرے نازنیں کی سرزمین ہے  
کشادہ دل، کشادہ آستیں ہے طبیعتِ عشق کی بھی نازنیں ہے  
تجھے اے حُسنِ جاناں آفریں ہے دلِ ناداں تری منزلِ یقیں ہے  
تری یادوں میں گم جانِ حزیں ہے ترا عزمِ حاصلِ دُنیا و دین ہے  
کہیں امید کا ساحل نہیں ہے نظر کے سامنے کوئی نہیں ہے

نفیس ان کے بغیر اب زندگی کیا  
طبیعتِ سرد، دل اندوگیں ہے



## اسماء خلفاء کرام بلحاظ حروف تہجی

- حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی  
 حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی  
 جناب صوفی انعام اللہ لکھنوی  
 جناب مولانا احمد دین رائی پوری  
 حضرت مولانا انیس الرحمن لدھیانوی  
 جناب حاجی صوفی برکت  
 جناب صوفی جمیل احمد میواتی حضرت مولانا حبیب اللہ گمانوی  
 جناب مولانا خدا بخش  
 حضرت مولانا سعید احمد رائی پوری  
 جناب صوفی حکیم بشیر محمد  
 امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری  
 جناب مولانا حافظ عطاء المنعم بخاری  
 حضرت مولانا عبد العزیز رائی پوری ثم گمستھلوی جانشین حضرت  
 حضرت مولانا عبد العزیز رائی پوری چک ۱۱  
 حضرت مولانا عبد الجلیل ڈھڈیاں برادرزادہ حضرت رائی پوری  
 حضرت مولانا حافظ عبد الوحید ہمشیرزادہ حضرت  
 جناب صوفی عبد الستار سہارنپوری  
 جناب مولانا عبد المنان گوجرانوالا  
 حضرت مولانا عبد الرحمن عزیز حضرت  
 حضرت مولانا عبد اللہ جامعہ رشیدیہ  
 حضرت مولانا عبد العزیز صاحبوال



- حضرت مولانا عبد القادر جہاوریوں  
 جناب مولانا مخدوم عبد الغفور  
 جناب حاجی عبد الواحد  
 جناب مولانا عبد الجلیل کیمبل پوری  
 حضرت حاجی حافظ عبد الغفور کلور کوٹ  
 جناب عبد الغفور راوی روڈ لاہور  
 حضرت مولانا عبد الرشید نعمانی کراچی  
 جناب چوہدری عبد الخالق ملتان  
 حضرت حافظ عبد الرشید رائی پوری  
 حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی  
 حضرت مولانا حافظ عبد الحکیم  
 حضرت مولانا حافظ عبد الرحمن دین پوری  
 حضرت مولانا عبد المنان دہلوی  
 حضرت پیر جی عبد اللطیف رائی پوری  
 حضرت مولانا علی احمد بہاولنگری  
 حضرت سید غلام محی الدین بھدانی  
 حضرت مولانا غلام رسول جالندھری  
 حضرت مولانا فضل احمد رائی پوری چک ۱۱  
 حضرت مولانا فخر الحسن استاذ دارالعلوم دیوبند  
 جناب صوفی فتح محمد دہلوی  
 حضرت مولانا محمد اشفاق ہمشیر زادہ حضرت شاہ عبد الرحیم پوری



حضرت مولانا محمد عبد اللہ فاروقی

جناب محمد حسن شاہ گجرات

حضرت مولانا محمد عبد اللہ دھرمکوٹی

حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلوی

حضرت حافظ محمد خلیل ڈھڈھیاں برادر خرد حضرت راتپوری

جناب مولوی محمد الیاس میواتی

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی لکھنؤ

حضرت مولانا محمد یحییٰ بہاولنگری

جناب الحاج خان محمد یوسف نورارتھ

حضرت الحاج ماسٹر منظور محمد گوجرہ

حضرت مولانا محمد قمر الدین فیروز پوری

حضرت مولانا حافظ محمد اکرم ضلع جلم

حضرت حکیم ڈاکٹر محمد حسین للہی گجر خان

حضرت ڈاکٹر محمد امیر

حضرت مولانا حافظ محمد صاحب انوری فیصل آباد تلمیذ حضرت انور شاہ کشمیری

حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم میاں چنول

حضرت سید مسعود علی شاہ آزاد

حضرت مولانا سید محمد اسحاق سنار پوری

جناب سید مکرم حسین

جناب مولانا قاری محمد شبیر لکھنوی

حضرت مولانا سید معروف علی ہمدانی قصور

حضرت سید نیاز احمد گیلانی

سید نفیس الحسینی لاہور ماخوذ (احوال العارفین - فہرست نامکمل ہے)



# شجراتِ طریقت



## سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ امدادیہ

- قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر راپوری قدس سرہ ○ قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راپوری قدس سرہ
- قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی " ○ قطب الارشاد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی "
- حضرت میاں نجیو نور محمد جھنجھانوی " ○ حضرت شاہ عبدالرحیم شہید ولایتی "
- حضرت شاہ عبدالباری امرہی " ○ حضرت شاہ عبدالہادی امرہی "
- حضرت شاہ عضد الدین امرہی " ○ حضرت شاہ محمد مسکتی "
- حضرت سید شاہ محمدی " ○ حضرت شیخ محب اللہ آبادی "
- حضرت شیخ ابوسعید گنگوہی " ○ حضرت شیخ نظام الدین بلخی "
- حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری " ○ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی "
- حضرت شیخ محمد ردولوی " ○ حضرت شیخ عارف ردولوی "
- حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی " ○ حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی "
- حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی " ○ حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر "
- حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر " ○ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی "
- حضرت خواجہ معین الدین حسن سجری " ○ حضرت خواجہ عثمان مارونی "
- حضرت حاجی شریف زہدنی " ○ حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی "
- حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی " ○ حضرت خواجہ ابو محمد چشتی "
- حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی " ○ حضرت خواجہ ابواسحاق شامی "
- حضرت خواجہ مشاد علودنیوری " ○ حضرت خواجہ ابو ہبیرہ بصری "
- حضرت خواجہ خذیفہ مرثی " ○ حضرت سلطان ابراہیم ادھم بلخی "
- حضرت خواجہ فضیل بن عیاض " ○ حضرت خواجہ عبد الواحد بن زید "
- حضرت خواجہ حسن بصری " ○ حضرت امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
- شیخ المذنبین رحمۃ للعالمین خاتم النبیین حضرت سیدنا مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وبارک وسلم



## سلسلہ عالیہ حشیتیہ نظامیہ گیسو دراز یہ قدوسیہ امدادیہ

- |  |  |
|--|--|
| ○ قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راپوری قدس سرہ    | ○ قطب الاشراف حضرت مولانا شاہ عبدالقادر راپوری قدس سرہ |
| ○ قطب الاقطاب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی             | ○ قطب الاشراف حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی             |
| ○ حضرت شاہ عبدالرحیم شہید ولایتی                         | ○ حضرت میاں بخوڑ محمد جھنجھانوی                        |
| ○ حضرت شاہ عبدالہادی امرہی                               | ○ حضرت شاہ عبدالباری امرہی                             |
| ○ حضرت محمد مکی  | ○ حضرت شاہ عضد الدین امرہی                             |
| ○ حضرت شیخ محبت اللہ آبادی                               | ○ حضرت سید شاہ محمدی                                   |
| ○ حضرت شیخ نظام الدین بلخی                               | ○ حضرت شیخ ابوسعید گنگوہی                              |
| ○ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی                              | ○ حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری                         |
| ○ حضرت شیخ صدر الدین اودھی                               | ○ حضرت شیخ ابن حکیم اودھی                              |
| ○ حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز گلبرگوی                  | ○ حضرت شیخ عطار الدین اودھی                            |
| ○ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء بدایونی                     | ○ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی                  |
| ○ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی                       | ○ حضرت شیخ زید الدین مسعود گنج شکر اجودھنی             |
| ○ حضرت خواجہ عثمان بارونی                                | ○ حضرت خواجہ معین الدین حسن سجری                       |
| ○ حضرت خواجہ قطب الدین سودو دہشتی                        | ○ حضرت حاجی شریف زندنی                                 |
| ○ حضرت خواجہ ابو محمد حشیتی                              | ○ حضرت خواجہ ابو یوسف حشیتی                            |
| ○ حضرت خواجہ ابوالاسحاق شامی                             | ○ حضرت خواجہ ابوالاحمد ابدال حشیتی                     |
| ○ حضرت خواجہ ابو ہبیرہ بصری                              | ○ حضرت خواجہ مشاد علی دینوری                           |
| ○ حضرت سلطان ابراہیم اودھم بلخی                          | ○ حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی                               |
| ○ حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید                            | ○ حضرت خواجہ فضیل بن عیاض                              |
| ○ حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ | ○ حضرت خواجہ حسن بصری                                  |
- شیخ المذنبین رحمۃ اللعلین خاتم النبیین حضرت سیدنا مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم



## سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ جلالیہ قدوسیہ امدادیہ

- قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رانپوری قدس سرہ ○ قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رانپوری قدس سرہ
- قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ○ قطب الاقطاب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی
- حضرت میا نجیو نور محمد جھنجھانوی ○ حضرت شاہ عبدالرحیم شہید ولایتی
- حضرت شاہ عبدالباری امر وہی ○ حضرت شاہ عضد الدین امر وہی
- حضرت شاہ محمد مکی ○ حضرت سید شاہ محمدی
- حضرت شیخ محب اللہ آبادی ○ حضرت شیخ ابوسعید گنگوہی
- حضرت شیخ نظام الدین بلخی ○ حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری
- حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی ○ حضرت شیخ درویش بن محمد قائم اودھی
- حضرت سید بڈھن بھراچی ○ حضرت سید اجمل بھراچی
- حضرت سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں ○ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چران دہلی
- حضرت شیخ نظام الدین اولیاء بدایونی ○ حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر اجودھنی
- حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ○ حضرت خواجہ معین الدین حسن سجری
- حضرت خواجہ عثمان ہارونی ○ حضرت حاجی شریف زدنئی
- حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی ○ حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی
- حضرت خواجہ ابو محمد چشتی ○ حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی
- حضرت خواجہ ابواسحاق شامی ○ حضرت خواجہ مشاد علو دینوری
- حضرت خواجہ ابو ہبیرہ بصری ○ حضرت خواجہ ذلیفہ مرثی
- حضرت سلطان ابراہیم ادھم بلخی ○ حضرت خواجہ فضیل بن عیاض
- حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید ○ حضرت خواجہ حسن بصری

حضرت امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

شیخ الذہب رحمۃ اللعالمین خاتم النبیین حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وبارک وسلم



## سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ سراجیہ ولی اللہیہ امدادیہ

- |   |   |  |
|---|---|--|
| قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر انصاری قندھار | ○ | قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راپوری قندھار |
| قطب الارشاد حضرت مولانا شید احمد محدث گنگوہی        | ○ | قطب الاقطاب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی         |
| حضرت میاں نجیو نور محمد جھنجھانوی                   | ○ | حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی                     |
| حضرت مولانا شاہ عبدالغفر زید محدث دہلوی             | ○ | حکیم الامتہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی           |
| حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم دہلوی                     | ○ | حضرت شیخ رفیع الدین محمد                           |
| حضرت شیخ قطب عالم                                   | ○ | حضرت شیخ نجم الحق چائیں لدہ                        |
| حضرت شیخ عبدالغفر زید                               | ○ | حضرت قاضی خاں یوسف ناصحی                           |
| حضرت شیخ حسن طاہر                                   | ○ | حضرت سید راجی حامد شاہ                             |
| حضرت شیخ حسام الدین مانپوری                         | ○ | حضرت خواجہ نور قطب عالم                            |
| حضرت شیخ علاء الحق                                  | ○ | حضرت شیخ اخئی سراج                                 |
| حضرت خواجہ نظام الدین اولیا                         | ○ | حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر                  |
| حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی                    | ○ | حضرت خواجہ معین الدین چشتی                         |
| حضرت خواجہ عثمان ہارونی                             | ○ | حضرت حاجی شریف زندنی                               |
| حضرت خواجہ مودود چشتی                               | ○ | حضرت خواجہ یوسف چشتی                               |
| حضرت خواجہ محمد چشتی                                | ○ | حضرت خواجہ ابوالاحمد چشتی                          |
| حضرت خواجہ ابواسحاق چشتی                            | ○ | حضرت شیخ علودینوری                                 |
| حضرت ابی ہبیرہ بصری                                 | ○ | حضرت خلیفہ مرثی                                    |
| حضرت سلطان ابراہیم ادھم                             | ○ | حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض                           |
| حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید                         | ○ | حضرت خواجہ حسن ابھری                               |

حضرت امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین خاتم النبیین حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ و آلہٖ صحابہٖ و سلم



## سلسلہ عالیہ قادریہ قدوسیہ امدادیہ

- قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر راپوری قدس سرہ ○ قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راپوری قدس سرہ  
 قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی " قطب الاقطاب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی  
 حضرت میا نجیو نور محمد جھنجھانوی " حضرت شاہ عبدالرحیم شہید ولایتی  
 حضرت شاہ عبدالباری امرہوی " حضرت شاہ عبدالهادی امرہوی  
 حضرت شاہ عضد الدین امرہوی " حضرت شاہ محمد مکی  
 حضرت سید شاہ محمدی " حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادی  
 حضرت شیخ ابوسعید گنگوہی " حضرت شیخ نظام الدین بلخی  
 حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری " حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی  
 حضرت شیخ درویش بن قاسم اودھی " حضرت سید بدھن بھڑاچی  
 حضرت سید اجمل بھڑاچی " حضرت سید جلال الدین بخاری مخدوم جانیال  
 حضرت شیخ عبید بن عیسیٰ " حضرت شیخ عبید بن ابوالقاسم  
 حضرت شیخ ابوالکرم نضل " حضرت شیخ قطب الدین ابوالغیث  
 حضرت شیخ شمس الدین علی افلاح " حضرت شیخ شمس الدین عداد  
 حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی " حضرت شیخ ابوسعید بن مبارک مخدومی  
 حضرت شیخ ابوالحسن علی النکاری " حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی  
 حضرت شیخ عبدالواحد بن عبدالغزینتمی " حضرت شیخ ابوبکر شبلی  
 حضرت خواجہ جنید بغدادی " حضرت خواجہ سری سقطی  
 حضرت خواجہ معروف کرخی " حضرت خواجہ داؤد طائی  
 حضرت خواجہ حبیب عمی " حضرت خواجہ حسن بصری

حضرت امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

شیخ المذنبین رحمۃ العالمین قاتم النبیین سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیلما کبیرا کبیرا



## سلسلہ عالیہ قادریہ مجددیہ غنوریہ رحیمیہ

- |  |   |   |
|--|---|---|
| قطب الاشراف حضرت مولانا شاہ عبدالقادر راپوری قدس سرہ | ○ | قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راپوری قدس سرہ |
| قطب الاقطاب حضرت میاں جنیو عبدالرحیم سہارنپوری       | ○ | قطب الدارین حضرت اخوند عبدالغفور صاحب سوات          |
| حضرت محمد شعیب تورڈھیری                              | ○ | حضرت حافظ محمد صاحب                                 |
| حضرت محمد صدیق بنیری                                 | ○ | حضرت شاہ مومن گگری                                  |
| حضرت شاہباز پشوری                                    | ○ | حضرت شاہ حبیب پشوری                                 |
| حضرت سید آدم بنوری                                   | ○ | حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی                  |
| حضرت شاہ سکندر کیتھلی                                | ○ | حضرت شاہ کمال کیتھلی                                |
| حضرت شاہ فیصل  | ○ | حضرت شاہ گدار حسن ثانی                              |
| حضرت سید شمس الدین عارف                              | ○ | حضرت شاہ گدار حسن بن ابی الحسن                      |
| حضرت شاہ شمس الدین صحرائی                            | ○ | حضرت سید شاہ عقیل                                   |
| حضرت سید بہار الدین                                  | ○ | حضرت سید عبدالوہاب                                  |
| حضرت شاہ شرف الدین قتال                              | ○ | حضرت سید عبدالرزاق                                  |
| حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی                  | ○ | حضرت شیخ ابوسعید مخزومی                             |
| حضرت شیخ ابوالحسن علی المنکاری                       | ○ | حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی                            |
| حضرت شیخ عبدالواحد بن عبدالغزیز میمی                 | ○ | حضرت شیخ ابوبکر شبلی                                |
| حضرت خواجہ جنید بغدادی                               | ○ | حضرت خواجہ سری سقطی                                 |
| حضرت خواجہ معروف کرخی                                | ○ | حضرت خواجہ داؤد طائی                                |
| حضرت خواجہ حبیب عجمی                                 | ○ | حضرت خواجہ حسن بصری                                 |

حضرت امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ  
شیخ المذنبین رحمۃ اللعلین خاتم النبیین سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ  
وبارک وسلم تسلیمًا کثیرًا کثیرًا



## سلسلہ عالیہ قادریہ جنیدیہ غفوریہ رحیمیہ

- قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر راپوری قدس سرہ ○ قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راپوری قدس سرہ
- قطب ربانی حضرت شاہ عبدالرحیم سہارنپوری ○ " قطب العارفین حضرت اخوند عبدالغفور صاحب سوات
- حضرت شیخ محمد شعیب تودہ دھیری ○ " حضرت حافظ محمد صاحب
- حضرت شیخ محمد صدیق بشواتری ○ " حضرت شیخ جنید پشوری
- حضرت سید معصوم ○ " حضرت حاجی سید
- حضرت شیخ خیر اللہ ○ " حضرت شیخ غیاث الدین
- حضرت شیخ عبدالرزاق ○ " حضرت سید زین الدین
- حضرت سیدستان ○ " حضرت شیخ یسین
- حضرت سید جلال ○ " حضرت شیخ بہار الدین
- حضرت سید جلال ثانی ○ " حضرت شیخ عبداللہ
- حضرت شیخ احمد ملتان ○ " حضرت شیخ احمد ملتان
- حضرت غوث عظیم سید عبدالقادر جیلانی ○ " حضرت شیخ ابوسعید بن مبارک مخروی
- حضرت شیخ ابوالحسن علی النکاری ○ " حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی
- حضرت شیخ عبدالواحد بن عبدالغزیز تمیمی ○ " حضرت شیخ ابوبکر شبلی
- حضرت خواجہ جنید بغدادی ○ " حضرت خواجہ تری سقلی
- حضرت خواجہ معروف کنخی ○ " حضرت خواجہ داؤد طائی
- حضرت خواجہ صیب عمی ○ " حضرت خواجہ حسن بصری

حضرت امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین فاطمہ نبیین سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ و بارک وسلم



## سلسلہ عالیہ قادریہ مجددیہ ولی اللہیہ امدادیہ

- قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر راپوری قدس سرہ ○ قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راپوری قدس سرہ  
 قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی " ○ قطب الاقطاب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی " "  
 حضرت میاں نجیو نور محمد جھنجھانوی " ○ حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی " "  
 حضرت مولانا شاہ عبدالغزیز میث دہلوی " ○ حکیم الامتہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی " "  
 حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی " ○ حضرت سید عبداللہ اکبر آبادی " "  
 حضرت سید آدم بنوری " ○ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی " "  
 حضرت سید سکندر کیتھلی " ○ حضرت شاہ کمال کیتھلی " "  
 حضرت شاہ فیصل " ○ حضرت سید گدائے رحمن " "  
 حضرت سید شمس الدین عارف " ○ حضرت سید گدائے رحمن بن ابی الحسن " "  
 حضرت شیخ شمس الدین صحرائی " ○ حضرت سید عقیل " "  
 حضرت سید بہار الدین " ○ حضرت سید عبدالوہاب " "  
 حضرت سید شرف الدین قتال " ○ حضرت سید عبدالرزاق " "  
 حضرت سید محی الدین عبدالقادر جیلانی " ○ حضرت شیخ ابوسعید مخزومی " "  
 حضرت شیخ ابی الحسن القرشی " ○ حضرت شیخ ابی الفرح طرطوسی " "  
 حضرت شیخ ابی الفضل عبدالواحد علی " ○ حضرت شیخ ابی الفضل مینی " "  
 حضرت شیخ ابی بکر شبلی " ○ حضرت خواجہ جنید بغدادی " "  
 حضرت خواجہ سہری سقظی " ○ حضرت خواجہ معروف کرخی " "  
 حضرت امام علی رضا " ○ حضرت امام موسیٰ کاظم " "  
 حضرت امام جعفر صادق " ○ حضرت امام باقر " "  
 حضرت امام زین العابدین " ○ سید الشہداء حضرت حسین رضی اللہ عنہ

حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

شفیع الذنوبین رحمۃ للعالمین تاجکم لنبیین حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ بابرک وسلم



## سلسلہ عالیہ قادریہ قمیصیہ امدادیہ رحیمیہ

- قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر راسپوری قدس سرہ ○ قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راسپوری قدس سرہ
- قطب الارشاد حضرت مولانا شہید احمد گنگوہی " ○ قطب الاقطاب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی "
- حضرت میا بختیو نور محمد جھنجھانوی " ○ حضرت سید حاجی عبدالرحیم شہید ولایتی "
- حضرت سید رحم علی شاہ قمیصی " ○ حضرت سید عبدالرزاق "
- حضرت سید عبدالحق " ○ حضرت سید محمد غوث "
- حضرت سید ابو محمد " ○ حضرت سید شاہ محمد "
- حضرت سید شاہ قمیصی الاظم قادری " ○ حضرت سید الیاس مغربی "
- حضرت سید عبدالحق " ○ حضرت مولانا محمد مغربی "
- حضرت سید احمد قدسی " ○ حضرت سید عبدالقادر "
- حضرت سید عبدالوہاب " ○ حضرت سید یحییٰ زاہد "
- حضرت سید زین الدین " ○ حضرت سید عبدالرزاق القادری "
- غوث الثقلین حضرت سید عبدالقادر جیلانی " ○ حضرت شیخ ابوسعید مخزومی "
- حضرت شیخ ابوالحسن علی انکاری " ○ حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی "
- حضرت شیخ عبدالواحد بن عبدالغزیز قمیصی " ○ حضرت شیخ ابوبکر شبلی "
- حضرت خواجہ جنید بغدادی " ○ حضرت خواجہ تری سقطنی "
- حضرت خواجہ معروف کرخی " ○ حضرت خواجہ داؤد طائی "
- حضرت خواجہ حبیب عجمی " ○ حضرت خواجہ حسن بصری "

حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

شیخ الذہبی رحمۃ اللعالمین خاتم النبیین سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

تسلیمًا کثیرًا کثیرًا



## سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ ولی اللہیہ امدادیہ

- قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر راپوری قدس سرہ ○ قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راپوری قدس سرہ  
 قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی " ○ قطب الاقطاب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر سکی  
 حضرت میا نجیو نور محمد جھنجھانوی " ○ حضرت سید محمد شہید رائے بریلوی  
 حضرت شاہ عبدالغزیز محدث حضرت شاد ولی اللہ محدث دہلوی حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی  
 حضرت سید عبداللہ اکبر آبادی قدس سرہ ○ حضرت سید آدم بنوری قدس سرہ  
 حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی " ○ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ  
 حضرت مولانا خواجگی مکنگی " ○ حضرت خواجہ درویش محمد  
 حضرت مولانا محمد زاہد " ○ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار  
 حضرت مولانا یعقوب چرخي " ○ حضرت خواجہ علاء الدین عطار  
 حضرت سید بہار الدین نقشبند " ○ حضرت سید میر کلال  
 حضرت خواجہ محمد باسماسی " ○ حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی  
 حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی " ○ حضرت خواجہ عارف ریوگری  
 حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی " ○ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی  
 حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی " ○ حضرت امام ابوالقاسم قشیری  
 حضرت خواجہ ابو القاسم نصر آبادی " ○ حضرت خواجہ ابوالقاسم نصر آبادی  
 حضرت خواجہ ابوبکر شبلی " ○ حضرت خواجہ جنید بغدادی  
 حضرت خواجہ سرتی سقطی " ○ حضرت خواجہ معروف کرخی  
 حضرت امام علی رصف " ○ حضرت امام موسیٰ کاظم  
 حضرت امام جعفر صادق " ○ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر  
 حضرت سلمان فارسی صاحب رسول اللہ ○ خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ  
 شیخ المذنبین رحمہم للعالمین قائم النبیین حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وبارک وسلم



## سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قدوسیہ امدادیہ رحیمیہ

- |   |   |  |
|---|---|--|
| قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راپوری قدس سرہ | ○ | قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر راپوری قدس سرہ |
| قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم شہید ولایتی   | ○ | قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی        |
| حضرت حاجی شاہ عبدالرحیم شہید ولایتی                 | ○ | حضرت میاں جنو نور محمد جھنجھانوی                     |
| حضرت شاہ عبدالہادی امرہوی                           | ○ | حضرت شاہ عبدالباری امرہوی                            |
| حضرت شاہ محمد مکی                                   | ○ | حضرت شاہ عضد الدین امرہوی                            |
| حضرت شیخ محبت اللہ آبادی                            | ○ | حضرت سید شاہ محمدی                                   |
| حضرت شیخ نظام الدین بلخی                            | ○ | حضرت شیخ ابوسعید گنگوہی                              |
| حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی                           | ○ | حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری                         |
| حضرت سید بدھن بھڑاچی                                | ○ | حضرت شیخ درویش بن قاسم اودھی                         |
| حضرت خواجہ عبدالحق                                  | ○ | حضرت سید اجل بھڑاچی                                  |
| حضرت مولانا یعقوب چرخ                               | ○ | حضرت خواجہ عبید اللہ اصرار                           |
| حضرت سید بہار الدین نقشبند                          | ○ | حضرت خواجہ علا الدین عطار                            |
| حضرت خواجہ محمد بابا ساسی                           | ○ | حضرت سید میر کلال                                    |
| حضرت خواجہ محمود انجیر فغوی                         | ○ | حضرت عزیزان علی رامیتنی                              |
| حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی                        | ○ | حضرت خواجہ عارف ریوگری                               |
| حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی                            | ○ | حضرت خواجہ یوسف حمدانی                               |
| حضرت خواجہ ابوعلی دقاق                              | ○ | حضرت خواجہ ابوالقاسم قشیری                           |
| حضرت خواجہ ابوبکر شبلی                              | ○ | حضرت خواجہ ابوالقاسم نصر آبادی                       |
| حضرت خواجہ سری سقطی                                 | ○ | حضرت خواجہ جنید بغدادی                               |
| حضرت خواجہ داؤد طائی                                | ○ | حضرت خواجہ معروف کرخی                                |
| حضرت خواجہ حسن بصری                                 | ○ | حضرت خواجہ حبیب عجمی                                 |

ایرالمونین نیدا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ بارک وسلم



## سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ آفاقیہ امدادیہ

- |  |   |
|--|---|
| ○ قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راسپوری قدس سرہ | ○ قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر راسپوری قدس سرہ |
| ○ قطب الاقطاب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی           | ○ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی              |
| ○ حضرت شاہ محمد آفاق دہلوی قدس سرہ                     | ○ حضرت مولانا نصیر الدین دہلوی قدس سرہ                  |
| ○ حضرت خواجہ محمد زبیر                                 | ○ حضرت خواجہ ضیاء اللہ                                  |
| ○ حضرت خواجہ محمد معصوم                                | ○ حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی                           |
| ○ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ                           | ○ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی                    |
| ○ حضرت خواجہ درویش محمد                                | ○ حضرت مولانا خواجگی امکنگی                             |
| ○ حضرت خواجہ عبید اللہ اصرار                           | ○ حضرت مولانا محمد زاہد                                 |
| ○ حضرت خواجہ علار الدین عطار                           | ○ حضرت مولانا یعقوب چرخ                                 |
| ○ حضرت سید میر کلال                                    | ○ حضرت سید بہار الدین نقشبند                            |
| ○ حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی                        | ○ حضرت خواجہ محمد بابا سہاسی                            |
| ○ حضرت خواجہ عارف ریوگری                               | ○ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی                          |
| ○ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی                               | ○ حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی                          |
| ○ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی                           | ○ حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی                              |
| ○ حضرت امام جعفر صادق                                  | ○ حضرت سلطان بایزید بسطامی                              |
| ○ صاحب رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ              | ○ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر                          |

خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

شیخ المذنبین رحمۃ العلیین خاتم النبیین حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک

وسلم تسلیم کثیراً کثیراً



## سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ آدمیہ سعیدیہ غنویہ

- قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر راپوری قدس سرہ ○ قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راپوری قدس سرہ
- قطب الاقطاب حضرت میا نجیب عبدالرحیم سہارنپوری ○ قطب العارفین حضرت اخوند عبدالغفور صاحب سوات
- حضرت خواجہ محمد شعیب تورڈھیری ○ حضرت حافظ محمد صاحب
- حضرت خواجہ محمد صدیق بنیری ○ حضرت سید شاہ محمد سدوی
- حضرت شیخ محمد عمر چکنی پشوری ○ حضرت شیخ محمد یحییٰ انکی
- حضرت شیخ سعدی بلجاری لاہوری ○ حضرت سید آدم بنوری
- حضرت شیخ احمد سرسندی مجدد الف ثانی ○ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ
- حضرت مولانا خواجگی اکنگی ○ حضرت خواجہ درویش محمد
- حضرت مولانا محمد زاہد ○ حضرت خواجہ عبید اللہ اصرار
- حضرت مولانا یعقوب چرخي ○ حضرت خواجہ علاء الدین عطار
- حضرت سید بہار الدین نقشبند ○ حضرت سید میر کلال
- حضرت خواجہ محمد بابا سامسی ○ حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی
- حضرت خواجہ محمود انجیر فغوی ○ حضرت خواجہ عارف ریوگری
- حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی ○ حضرت خواجہ یوسف بہمانی
- حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی ○ حضرت امام ابو القاسم قشیری
- حضرت خواجہ ابوعلی دقاق ○ حضرت خواجہ ابو القاسم نصر آبادی
- حضرت خواجہ ابوبکر شبلی ○ حضرت خواجہ جنید بغدادی
- حضرت خواجہ سرتی سقطی ○ حضرت خواجہ معروف کرخی
- حضرت خواجہ داؤد طائی ○ حضرت خواجہ صیب عجمی
- حضرت خواجہ حسن بصری ○ حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
- شیخ الذہب رحمۃ اللعلین خاتم النبیین حضرت سیدنا مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم



## سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ غفوریہ رحیمیہ

- قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر راپوری قدس سرہ ○ قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راپوری قدس سرہ  
 قطب الاقطاب حضرت میا نجیب عبدالرحیم سہارنپوری " ○ قطب العارفین حضرت اخوند عبدالغفور صاحب سوات "  
 حضرت خواجہ محمد شعیب تورڈھیری " ○ حضرت حافظ محمد صاحب "  
 حضرت خواجہ محمد صدیق بنیری " ○ حضرت شیخ محمد شاہ سدوی "  
 حضرت شیخ مامون یوسف زئی " ○ حضرت شیخ عبداللہ المعروف بہ حاجی بہادر کوہاٹی "  
 حضرت سید آدم بنوری " ○ حضرت شیخ احمد سرسندی مجدد الف ثانی "  
 حضرت خواجہ محمد باقی بائد " ○ حضرت مولانا خواجگی امکنگی "  
 حضرت خواجہ درویش محمد " ○ حضرت مولانا محمد زاہد "  
 حضرت خواجہ عبید اللہ اصرار " ○ حضرت مولانا یعقوب چرخنی "  
 حضرت خواجہ علاء الدین عطار " ○ حضرت سید بہار الدین نقشبند "  
 حضرت سید میر کلال " ○ حضرت خواجہ محمد بابا ساسی "  
 حضرت خواجہ عزیزان علی راستنی " ○ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی "  
 حضرت خواجہ عارف ریوگری " ○ حضرت خواجہ عبدالخالق مجدد وانی "  
 حضرت خواجہ یوسف ہمدانی " ○ حضرت خواجہ ابو علی فارسی "  
 حضرت امام ابو القاسم قشیری " ○ حضرت خواجہ ابو علی دقاق "  
 حضرت خواجہ ابو القاسم نصرآبادی " ○ حضرت خواجہ ابو بکر شبلی "  
 حضرت خواجہ جنید بغدادی " ○ حضرت خواجہ تری سقطلی "  
 حضرت خواجہ معروف کرخی " ○ حضرت خواجہ داؤد طائی "  
 حضرت خواجہ حبیب عمی " ○ حضرت خواجہ حسن بصری "  
 حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ  
 شفیع الذنوبین رحمہ اللہین قائم النبیین حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم



## سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سعیدیہ خلیفہ غفور

- قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر راپوری قدس سرہ
- قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راپوری قدس سرہ
- قطب الاقطاب حضرت میا نجیب عبدالرحیم سہارنپوری
- قطب العارفین حضرت اخوند عبدالغفور صاحب ہوت
- حضرت خواجہ محمد شعیب تور ڈھیری
- حضرت حافظ محمد صاحب
- حضرت شیخ محمد صدیق بنیری
- حضرت شیخ جنید پشاوری
- حضرت حاجی سعد اللہ وزیر آبادی
- حضرت سید آدم بنوری
- حضرت مولانا خواجہ محمد باقی باللہ
- حضرت مولانا خواجہ گل مکی
- حضرت خواجہ درویش محمد
- حضرت مولانا یعقوب چرخ
- حضرت خواجہ عبید اللہ احرار
- حضرت مولانا بہار الدین نقشبند
- حضرت خواجہ علاء الدین عطار
- حضرت خواجہ محمد بابا ساسی
- حضرت سید میر کلال
- حضرت خواجہ محمود انجیر نقوی
- حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی
- حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی
- حضرت خواجہ عارف ریوگری
- حضرت خواجہ ابو علی فاسدی
- حضرت خواجہ یوسف بہانی
- حضرت خواجہ ابو علی دقاق
- حضرت امام ابوالقاسم قشیری
- حضرت خواجہ ابوبکر شبلی
- حضرت خواجہ ابوالقاسم نصر آبادی
- حضرت خواجہ تری سقلی
- حضرت خواجہ جنید بغدادی
- حضرت خواجہ داؤد طائی
- حضرت خواجہ معروف کرخی
- حضرت خواجہ حسن بصری
- حضرت خواجہ حبیب عجمی

حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

شیخ الذین رحمہم للعالمین خاتم النبیین حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وبارک وسلم



## سلسلہ عالیہ کبرویہ قدوسیہ امدادیہ

- قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر راپوری قدس سرہ ○ قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راپوری قدس سرہ
- قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ○ " قطب الارشاد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی
- حضرت میاں نجیو نور محمد جھنجھانوی ○ " حضرت شاہ عبدالرحیم شہید ولایتی
- حضرت شاہ عبدالباری امرہوی ○ " حضرت شاہ عبدالہادی امرہوی
- حضرت شاہ عضد الدین امرہوی ○ " حضرت شاہ محمد مکی
- حضرت مستید شاہ محمدی ○ " حضرت شیخ محبت اللہ آبادی
- حضرت شیخ ابوسعید گنگوہی ○ " حضرت شیخ نظام الدین بلخی
- حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری ○ " حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی
- حضرت شیخ درویش بن قاسم اودھی ○ " حضرت مستید بدھن بھڑاچی
- حضرت مستید اجمل بھڑاچی ○ " حضرت مستید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں
- حضرت شیخ حمید الدین سمرقندی ○ " حضرت شیخ شمس الدین بن ابو محمد بن محمود بن ابراہیم بن ابراہیم
- حضرت شیخ عطاء خالوی ○ " حضرت شیخ احمد بابا کمال بھندی
- حضرت شیخ نجم الدین کبری ○ " حضرت شیخ عمتار یاسر
- حضرت شیخ ابوالنجیب سروردی ○ " حضرت شیخ احمد غزالی
- حضرت شیخ ابوبکر ساج ○ " حضرت خواجہ ابوالعثمان مغربی
- حضرت شیخ علی رودباری ○ " حضرت خواجہ ابوعلی کاتب
- حضرت خواجہ سری سقطی ○ " حضرت خواجہ جنسید بغدادی
- حضرت خواجہ داؤد طائی ○ " حضرت خواجہ معروف کرخی
- حضرت خواجہ حسن بصری ○ " حضرت خواجہ حبیب عمجی
- امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ○ " امیر المؤمنین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم
- شیخ الذہبی، رحمۃ اللعلین، خاتم النبیین حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم



## سلسلہ عالیہ سہروردیہ قدوسیہ امدادیہ

- قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر راسپوری قدس سرہ ○ قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راسپوری قدس سرہ
- قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی " ○ قطب الارشاد حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی
- حضرت میاں نجیو نور محمد جھنجھانی " ○ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم شہید ولایتی
- حضرت شاہ عبدالباری امرہوی " ○ حضرت شاہ عبدالهادی امرہوی
- حضرت شاہ عضد الدین امرہوی " ○
- حضرت شاہ محمد مکی " ○ حضرت سید شاہ محمدی
- حضرت شیخ محبت اللہ آبادی " ○ حضرت شیخ ابوسعید گنگوہی
- حضرت شیخ نظام الدین بلخی " ○ حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری
- حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی " ○ حضرت شیخ درویش بن قاسم اودھی
- حضرت سید بدھن بھڑاچی " ○ حضرت سید اجمل بھڑاچی
- حضرت سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں " ○ حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی
- حضرت شیخ بہار الدین زکریا ملتانی " ○ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی
- حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی " ○ حضرت شیخ وجیہ الدین عبدالقادر سہروردی
- حضرت شیخ ابو محمد بن عبداللہ " ○ حضرت شیخ احمد دینوری
- حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری " ○ حضرت خواجہ جنید بغدادی
- حضرت خواجہ ترمی سقطلی " ○ حضرت خواجہ داؤد طانی
- حضرت خواجہ حبیب عجمی " ○ حضرت خواجہ حسن بصری

حضرت امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

شیخ المذنبین رحمۃ اللعالمین خاتم النبیین سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک

وسلم تینا کثیرا کثیرا

أَرْضَنَا عَنْكَ وَأَرْضَ عَنَّا



## سلسلہ عالیہ سہروردیہ قدوسیہ ولی اللہیہ امدادیہ

- قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر راپوری قدس سرہ ○ قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راپوری قدس سرہ  
 قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی ○ قطب الاقطاب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی  
 حضرت میاں نجیو نور محمد جھنجھانوی قدس سرہ ○ حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی  
 حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ○ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی  
 حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی ○ حضرت سید عبداللہ اکبر آبادی  
 حضرت سید آدم بنوری ○ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی  
 حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی ○ حضرت شیخ رکن الدین گنگوہی  
 حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی ○ حضرت شیخ درویش بن قاسم اودھی  
 حضرت سید بدھن بھراچی ○ حضرت سید اجمل بھراچی  
 حضرت سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیا ○ حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح ملتان  
 حضرت صدر الدین عارف ملتان ○ حضرت شیخ بہار الدین زکریا ملتان  
 حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی ○ حضرت شیخ صیبا الدین ابوالنجیب سہروردی  
 حضرت شیخ وجیہ الدین عبدالقادر سہروردی ○ حضرت شیخ ابو محمد بن عبداللہ  
 حضرت شیخ احمد دینوری ○ حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری  
 حضرت خواجہ جنید بغدادی ○ حضرت خواجہ ترمی سقظی  
 حضرت خواجہ معروف کرخی ○ حضرت خواجہ داؤد طائی  
 حضرت خواجہ حبیب عجمی ○ حضرت خواجہ حسن بصری

حضرت امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

شفیع الذنوبین رحمۃ للعالمین خاتم النبیین سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وبارک وسلم



## سلسلہ عالیہ کبرویہ ہمدانیہ

- قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر راسپوری قدس سرہ ○ قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راسپوری قدس سرہ
- قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی ○ قطب القطاب حضرت حاجی امداد اللہ مساجرکی
- حضرت میا بخیو نور محمد جھنجھانوی ○ حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی
- حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ○ حکیم الامتہ حضرت شاد ولی اللہ محدث دہلوی
- حضرت شاہ عبدالرحیم ○ حضرت سید عبداللہ اکبر آبادی
- حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ○ حضرت شیخ یعقوب صرہی کشمیری
- حضرت حاجی محمد صدیق خوباشانی ○ حضرت شیخ علی بیدارازی
- حضرت سید عبداللہ برزش آبادی ○ حضرت شاہ ابواسحق خٹکانی
- حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی ○ حضرت شیخ شرف الدین محمود مزدقانی
- حضرت شیخ عبدالرحمن اسفرائینی ○ حضرت شیخ جمال الدین احمد ذاکر جوزجانی
- حضرت شیخ رضی الدین ○ حضرت شیخ الطریقتہ نجم الدین کبریٰ
- حضرت شیخ عثمان یاسر ○ حضرت شیخ ابونجیب عبدالقابر سہروردی
- حضرت شیخ احمد غزالی ○ حضرت شیخ ابوبکر
- حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی ○ حضرت شیخ ابو عثمان مغربی
- حضرت خواجہ علی الکاتب ○ حضرت خواجہ ابو علی روزباری
- حضرت خواجہ جنید بغدادی ○ حضرت خواجہ سری سقلی
- حضرت خواجہ معروف کرخی ○ حضرت سیدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ
- حضرت سیدنا امام موسیٰ اکاظم رضی اللہ عنہ ○ حضرت سیدنا امام جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت سیدنا امام محمد الباقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ○ حضرت سیدنا علی زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- رحماتہ النبی سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ○ امیر المؤمنین امام الایمان حضرت سیدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ
- فاتم النبیین رحمۃ للعالمین شیخ الذنبین حضرت سیدنا مولانا محمد رسول اللہ ﷺ



## سلسلہ عالیہ کبرویہ ہمدانیہ

قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر راہپوری قدس سرہ

- قطب العارفین حضرت شاہ عبدالرحیم راہپوری قدس سرہ      قطب الاقطاب حضرت میاں نجیب عبدالرحیم سہارنپوری
- غازی اسلام قطب وقت حضرت اخوند عبدالغفور صاحب سوات      حضرت خواجہ محمد شعیب تورک وھیری
- حضرت حافظ محمد صاحب عمرزئی      حضرت خواجہ محمد صدیق نسیری
- حضرت شاہ مومن ککوئی      حضرت سید شاہباز      حضرت شاہ حبیب پشوری
- حضرت سید آدم بنوری      حضرت شیخ احمد مہربندی مجدد الف ثانی
- حضرت شیخ یعقوب صرہی کشمیری      حضرت شیخ یحییٰ
- حضرت حاجی محمد صدیق خبوشانی      حضرت شیخ علی بیدارازی
- حضرت سید عبداللہ برزش آبادی      حضرت شاہ ابواسحق ختلائی
- حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی      حضرت شیخ شرف الدین محمود مزدقانی
- حضرت شیخ عبدالرحمن اسفرائینی      حضرت جمال الدین احمد ذاکر جوزجانی
- حضرت شیخ رضی الدین      حضرت شیخ الطریقہ نجم الدین کبریٰ
- حضرت شیخ اسمعیل اقصری      حضرت شیخ محمد بن الماکیل
- حضرت شیخ داؤد      حضرت شیخ ابوالعاص بن ادریس
- حضرت شیخ ابوالقاسم بن رمضان      حضرت شیخ ابویعقوب الطبری
- حضرت شیخ عمر بن عثمان      حضرت شیخ ابویعقوب النور بیزی
- حضرت شیخ ابویعقوب      حضرت خواجہ عبدالواحد
- حضرت خواجہ کھیل بن زیاد      امیر المؤمنین امام اللایا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

فاتم النبیین رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین حضرت سیدنا مولانا محمد رسول اللہ ﷺ



قطب الارشاد حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہ کے علوم و معارف

- |  |    |  |
|--|----|--|
| حضرت گنگوہی رحمہ اللہ                            | ۱  | لامع الدراری شرح بخاری شریف              |
| "  | ۲  | الکوکب الدری حاشیہ ترمذی شریف            |
| حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی رحمہ اللہ           | ۳  | تذکرۃ الرشید                             |
| حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ | ۴  | یادیاں                                   |
| حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ         | ۵  | نقش حیات                                 |
| مولانا اسیر ادروی                                | ۶  | حضرت گنگوہی حیات اور کارنامے             |
| ڈاکٹر فیوض الرحمن                                | ۷  | حاجی امداد اللہ مہاجر کی اور ان کے خلفاء |
| حضرت گنگوہی قدس سرہ                              | ۸  | تالیفات رشیدیہ                           |
| "  | ۹  | مفاوضات رشیدیہ مکاتیب                    |
| "  | ۱۰ | مکاتیب رشیدیہ                            |
| مرتبہ مولانا نور الحسن کاندھلوی (غیر مطبوعہ)     | ۱۱ | فتاوی رشیدیہ                             |





کتابت

قلب الارشاد حضرت مولانا غلام احمد رازی (م ۱۳۱۳)  
قلب العالم حضرت مولانا غلام احمد رازی (م ۱۳۱۳)  
قطب الارشاد حضرت مولانا غلام احمد رازی (م ۱۳۱۳)

مکتبہ اشرفیہ

شیخ احمد رشید اکاوی

نمبر ۱۰۰ کراچی ۳۰۵۵